اہلحدیث اور سیاست

تصنیف

مولانا نذیر احمد رحمانی

ناشر

دار الترجمۃ والتالیف

جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس

www.KitaboSunnat.com

سلسلہ اشاعت نمبر ۱

اہلحدیث اور سیاست

مصنفہ

حضرت مولانا نذیر احمد رحمانی رحمہ

www.KitaboSunnat.com

ناشر

دار الترجمۃ والتالیف

الجامعۃ السلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعداد اشاعت .... باراول ...... ایک ہزار

قیمت فی کاپی چھ روپے

پتے

(۱) مکتبہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) پوسٹ بکس ۱۹ بنارس۔

(۲) مکتبہ مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند ۳۱۷ پریس اسٹریٹ دھلی ۶

کتبہ عبدالحمید اثری غازی پوری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرضِ ناشر

بحمداللہ "الجامعۃ السلفیۃ" (مرکزی دارالعلوم) کے شعبہ "دارالترجمۃ والتالیف" نے اپنا کام شروع کر دیا ہے اور اس کی طرف سے چند اہم مطبوعات ملک اور دنیائے اسلام کے سامنے پیش کی جا رہی ہیں۔ پہلی کتاب ہے "اہلحدیث اور سیاست" اور دوسری کتاب ہے "تقویۃ الایمان کا عربی ایڈیشن"

"اہلحدیث اور سیاست" بڑی فکر انگیز، جامع اور مدلل کتاب ہے اور اس سے تحریک حریت و استخلاص وطن کے وہ گوشے نمایاں ہو کر سامنے آگئے ہیں جن پر غلط پروپیگنڈوں کا دبیز پردہ ڈال دیا گیا تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ مصنف رحمہ اللہ کے حقیقت نگار قلم نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دکھایا ہے۔ قارئین کے سامنے یہ کتاب نئے حقائق پیش کرتی ہے۔

دوسرا حصہ ۔ "دارالترجمۃ والتالیف" کی طرف سے اس کتاب کے دوسرے حصہ کی تصنیف و اشاعت کا اہتمام بھی کیا جا رہا ہے جس میں حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کے بعد سے اب تک کے سیاسی حالات زیر بحث آئیں گے انشاء اللہ۔

تقویۃ الایمان (عربی) مولانا اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ کی وہ معرکۃ الآراء تصنیف ہے جس نے توحید باری تعالیٰ کی تبیین و تشریح میں عرفانی شہرت حاصل کی اردو زبان میں ہونے کے باعث دنیائے عرب کے لئے غیر مفید تھی۔ ادھر مرکزی دارالعلوم کے شعبہ "دارالترجمۃ والتالیف" سے عرب کے بعض ممتاز اہل علم نے پیہم خواہش ظاہر کی کہ اس کتاب کی افادیت کو عام کرنے کے لئے اس کا عربی ترجمہ شائع کیا جائے۔ ان کی خواہش پر مرکزی دارالعلوم کے استاذ مولانا عبدالوحید صاحب رحمانی نے اسے عربی کا جامہ پہنایا اور اب شعبہ نشر و اشاعت اسے شائع کر رہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرعاۃ المفاتیح ۔ مشکوۃ کی مشہور شرح مرعاۃ المفاتیح (مصنفہ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب رحمانی مدظلہ) اپنی منفرد خصوصیات کی وجہ سے اہل علم میں انتہائی مقبول ہے۔ لیکن اس کی پہلی جلد پاکستان میں طبع ہونے کے باعث دستیاب نہیں ہوتی اور اس کے حصول میں بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لئے المکتبۃ السلفیہ کی طرف سے چھوٹی تقطیع پر ٹائپ کے حروف میں اس کی طباعت شروع ہو چکی ہے اور جلد ہی یہ کتاب بھی منظر عام پر آجائے گی انشاء اللہ۔

یہ کتابیں الجامعۃ السلفیہ (مرکزی دار العلوم) کے شعبۂ دار الترجمہ والتالیف کی ابتدائی مگر بڑی اہم پیش کش ہیں۔ قارئین دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس ادارہ کو اور تیزی سے کام کرنے کی توفیق بخشے۔

جب کوئی کام اپنے ابتدائی مراحل میں ہوتا ہے تو نئی نئی دشواریاں بھی سامنے آتی رہتی ہیں۔ ابتداءً مرکزی دار العلوم کے شعبۂ نشر و اشاعت کو بھی ان سے دوچار ہونا پڑا۔ اس لئے ان کتابوں کی اشاعت میں اگر کسی طرح کی تاخیر ہوئی ہے تو اس میں غیر متوقع حالات کا دخل زیادہ ہے۔ امید ہے کہ آیندہ بھی یہ ادارہ ملک و بیرون کے سامنے ایسے ہی نادر اور قیمتی تحفے پیش کرتا رہے گا۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہماری مدد فرمائے۔ آمین

دار الترجمہ والتالیف

الجامعۃ السلفیہ (مرکزی دار العلوم) پوسٹ بکس ۱۹ بنارس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین اہلحدیث اور سیاست

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی رحمہ اللہ

ماحول ——— اور اشارے

زیر نظر کتاب استاذ الاساتذہ حضرت مولانا نذیر احمد صاحب الرحمانی علیہ الرحمۃ تعالیٰ کی آخری تصنیف ہے۔ مرحوم نے اس کتاب میں اہلحدیثوں پر لگائے جانے والے اس الزام کا جائزہ لیا ہے کہ

"ہندوستان کی تحریک آزادی اور ملک کی سیاسی زندگی میں جماعت اہلحدیث کا کوئی کردار یا حصہ نہیں ہے"

ہم مرحوم کی اس کتاب کا تعارف کرانے سے پیشتر آپ کی حیات طیبہ کا ایک اجمالی خاکہ ناظرین کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ مرحوم کی یہ کتاب "تحریک اہلحدیث" "آزادیٔ وطن" اور "مجاہدین وطن" سے تعلق رکھتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ آپ کے حالات زندگی پیش کرنے سے پہلے اس ماحول پر بھی مختصر سی روشنی ڈال دی جائے۔ جس میں حضرت مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی رحمہ اللہ کی پرورش و پرداخت ہوئی تاکہ ناظرین اس بات کو بہ آسانی سمجھ سکیں کہ اس موضوع پر قلم اٹھانے سے پہلے "تحریک آزادی وطن" اور "تحریک اہلحدیث" کے سلسلہ میں آپ کے جذبات کیا ہو سکتے ہیں اور آپ کے دل میں استخلاص وطن "

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تڑپ کتنی شدت سے جاگزیں رہی ہوگی؟

یہ موضوع ایک ایسا موضوع ہے جو پوری شدت کے ساتھ "تحریک مجاہدین آزادی" کی منظر کشی اور عکاسی کا متقاضی ہے تاکہ یہ بات پوری طرح واضح ہو سکے کہ "تحریک اہلحدیث" کا ایک بڑا مقصد کتاب وسنت کے احیاء کے ساتھ ساتھ غیر ملکی جور، استبداد اور اغیار کے استیلاء و استحصال سے ملک کو آزادی دلانا بھی تھا۔ لیکن طوالت کا خوف دامنگیر ہونے کے سبب سے ہم مختصر نگاری سے کام لیں گے اور صرف چند جزئی واقعات کا ذکر کرکے مولانا رحمانی مرحوم کے حالات زندگی سے ناظرین کو روشناس کرائیں گے۔

ماحول اور ولادت حضرت مولانا نذیر احمد صاحب مرحوم کی جائے ولادت ضلع اعظم گڑھ کا ایک موضع ہے جسے املو کے نام سے جانا اور پہچانا جاتا ہے یہ موضع شہر اعظم گڈھ سے جانب مشرق سات آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اعظم گڈھ کے مشہور قصبات میں ایک قصبہ مبارکپور بھی ہے۔ جہاں عرصۂ دراز سے مشہور اساطین علم وفن اور یکتائے روزگار اعاظم رجال پیدا ہوتے رہے ہیں (جامع ترمذی کے مشہور شارح، خاتم المحدثین، علامۂ زماں حضرت مولانا ابوالعلی عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری صاحب تحفۃ الاحوذی وابکار المنن ومصنف تصانیف کثیرہ مبارکپور ہی کے تھے، حضرت مولانا عبدالسلام صاحب مبارکپوری مرحوم ومغفور (مصنف سیرۃ البخاری ومصنف تاریخ التمدن وتاریخ المنوال) کا تعلق بھی اسی مبارکپور سے تھا اور اس وقت تو حضرت الشیخ، استاذ الاساتذہ مولانا عبیداللہ صاحب رحمانی حفظہ اللہ ورعاہ مصنف مرعاۃ المفاتیح (شرح مشکوٰۃ المصابیح) کی مغتنم ہستی ایسی ہے کہ آپ کے باعث قصبہ مبارکپور خواص وعوام کے لئے اپنے اندر ایک خاص کشش اور جاذبیت رکھتا ہے۔

قصبہ مبارکپور کا پنچائتی نظام عرصۂ دراز سے ۲۸ محلوں پر مشتمل چلا آتا ہے، اس حیثیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے موضع املو بھی اس کے پنچائتی نظام کا ایک جز ہے۔ گویا موضع املو اپنی جداگانہ حیثیت رکھتے ہوئے بھی مبارکپوری کا ایک حصہ ہے۔

موضع املو، مبارکپور سے عین جانب مشرق کم و بیش ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس موضع پر "تحریک اہلحدیث" اور "تحریک حریت و استخلاص وطن" کا سایہ اسی وقت سے پڑنا شروع ہو گیا تھا جب ہندوستان میں یہ تحریکیں شروع ہوئیں۔ اسی لئے جب ملک کی خاطر قربانیوں کی ضرورت تھی، مجاہدین آزادی کی سپاہ تیار ہو رہی تھی اور لام بندی کا بگل بج رہا تھا تو غازی محمد اسمٰعیل۔ غازی عبدالسبحان پسر بابو اور غازی محمد اکبر مرحوم مجاہدین آزادی کی صفوں میں شامل ہو کر میدان کارزار کیلئے روانہ ہو گئے۔

واقف حال لوگوں کا بیان ہے کہ غازی عبدالسبحان نے رات میں یہ خواب دیکھا کہ وہ مجاہدین آزادی کا کھانا تیار کر رہے ہیں اسی اثنا میں ان کو غنیم کی فوج کی گولی لگتی ہے اور وہ جان بحق ہو جاتے ہیں۔ دوسرے دن ان کے ساتھ بعینہٖ یہی واقعہ پیش آیا اور اس طرح وہ جام شہادت نوش کر کے شہیدوں میں شامل ہو گئے۔

غازی محمد اسمٰعیل محاذ جنگ پر گئے تو آج تک ان کی کوئی اطلاع نہ مل سکی کہ انھوں نے جام شہادت کب نوش کیا اور اپنی جان، جان آفریں کو کب سونپی؟ غازی محمد اکبر مرحوم البتہ دو مرتبہ محاذ جنگ سے واپس آئے۔ تیسری مرتبہ جاتے ہوئے پٹنہ میں گرفتار ہو گئے تو شہادت کے لئے املو سے جناب محمد موسیٰ، عبدالقدیر اور عبدالغفار صاحبان پٹنہ گئے۔ ان لوگوں کی شہادت پر غازی صاحب موصوف کو قید فرنگ سے رہائی تو مل گئی مگر ان کی پیشانی کو جلتے ہوئے سرخ لوہے سے داغدار بنا کر انھیں حریت پسندوں کا تمغہ دیدیا گیا۔

اس کے بعد غازی محمد اکبر مرحوم کا سرحد جانا مشکل ہو گیا۔ لیکن اپنے وطن میں رہ کر بھی وہ مجاہدین حریت کی امدادی خدمات انجام دیتے رہے۔ سچ ہے من المؤمنین رجال صدقوا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ما عاھدوا اللہ علیہ پ ۲۱ ع ۱۹

غازی محمد اکبر مرحوم کی تنہا یادگار ان کے ایک صالح فرزند میاں جی محمد یحییٰ مرحوم تھے جو نہایت پرہیزگار، متقی، دیندار اور خدا رسیدہ انسان تھے۔ ان کی پوری زندگی علم دین کی خدمت میں گذری۔ ان کی موت بھی اپنے مسکن سے دور، موضع شاہ پور میں ہوئی۔ جہاں وہ تعلیم کے فرائض انجام دیتے تھے۔ اس طرح ان کی تدفین بھی وطن سے دور عمل میں آئی غازی محمد اسمٰعیل اور غازی عبدالسبحان کے خاندان اور رشتہ دار اب تک موضع املو اور لوہیا میں آباد ہیں۔

مالی تعاون ملک میں جذبۂ جہاد و حریت پیدا کرنے اور غازیوں کے سامان جہاد کی تیاری کے لئے کثیر مال و دولت کی ضرورت تھی اس بارے میں جہاں ملک کے بہت سے حریت پسندوں نے مجاہدین آزادی کی اعانت و کفالت کا بار اٹھایا "موضع املو" بھی اپنی حیثیت کے مطابق اس تعاون میں برابر شریک رہا۔ راس العلماء استاذ الاساتذہ حضرت مولانا حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری رحمہ اللہ مجاہدین سے بڑی محبت رکھتے تھے "سر گذشت مجاہدین" کے ص ۳۷۷ پر مولانا غلام رسول مہر مرحوم لکھتے ہیں۔

"مولانا رحیم آبادی جب دہلی تشریف لاتے تو شیخ عطاء الرحمٰن کے یہاں پھاٹک حبش خاں میں قیام فرماتے۔ جمعہ پڑھاتے تو خطبے میں سورہ ق اول سے آخر تک پڑھتے اور مختصر سی تقریر فرماتے پھر وہ اور حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری اور دوسرے علماء و رؤسا راوکھلا میں جمع ہوتے وہاں بنوٹ کے کرتب دکھائے جاتے جنھیں دیکھ کر بہت خوش ہوتے انھیں اور حافظ صاحب غازی پوری کو مجاہدین سے بڑی الفت تھی اور جہاد کا بہت شوق تھا اسی خیال سے وہ موزوں جوانوں کو منتخب کر کے ان کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے سپاہیانہ فنون کے سیکھنے کا انتظام فرمایا کرتے تھے "

پھر مہر صاحب ص ۶۵۳ پر لکھتے ہیں ۔

"صوفی[1] صاحب کے بیان کے مطابق مندرجہ ذیل حضرات جماعت مجاہدین کی امداد و استعانت کے ستون تھے "

مذکورہ بالا عبارت کے بعد موصوف نے ۳۲ آدمیوں کے نام تحریر فرمائے ہیں۔ ان میں دوسرا نام حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی کا ہے گیارہواں نام جناب شیخ عطاء الرحمن مرحوم مہتمم مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی کا اور بائیسویں نمبر پر حضرت حافظ صاحب غازی پوری ہیں رحمہم اللہ اجمعین ۔

ان اقتباسات اور تفصیلوں کے پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت علامہ حافظ صاحب غازی پوری رحمہ اللہ نے موضع املو کو اپنی تشریف آوری سے بارہا نوازا ۔ ایک ایسے دور میں جب فضا میں ہر طرف آزادیٔ وطن اور جہاد کے دل نواز نغمے گونج رہے ہوں ، فداکاری و جاں نثاری کا جذبہ ہر رگ و ریشہ میں سمایا ہوا ہو، اللہ کی راہ میں جان و مال کو نثار کر دینا اور

---

[1] صوفی صاحب سے مراد صوفی عبداللہ صاحب ہیں جو مولوی ولی محمد فتوحی والا اور مولوی فضل الٰہی کی تقریروں سے متاثر ہو کر جماعت مجاہدین میں شامل ہو گئے۔ اس کے بعد مولوی فضل الٰہی کے ساتھ چندہ اکٹھا کرنے کے لئے دورے کیا کرتے تھے ان کے قید ہو جانے پر اس خدمت کو تنہا انجام دیتے رہے۔ بعد میں چمرکنڈ جا کر وہاں کے مجاہدین کی خدمت کو خود پر لازم کر لیا ۔ وہاں سے واپس آ کر رجب ۱۳۵۷ھ ستمبر ۱۹۳۸ء میں لائل پور میں جماعت اہل حدیث کی ایک درسگاہ قائم کی ۔ رفتہ رفتہ اس درسگاہ کا حلقۂ فیض بہت وسیع ہو گیا ۔

صوفی صاحب سرگرم ۔ خلوص ، پاکبازی اور حرکت و عمل کا پیکر ہیں ۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو سرگذشت مجاہدین ص ۶۵۲ - ۶۵۴ ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حق کے غازیوں کو دولت دنیا سے بے نیاز بنا کر جہاد فی سبیل اللہ کے لیے آمادہ کرنا ہی سب سے بڑی سعادت ہو تو ایسے حالات میں حضرت حافظ صاحب غازیپوری جیسے مخلص، باکباز اور مجاہد فی سبیل اللہ کا املو اور مبارکپور جیسے مقامات میں بار بار تشریف لانا مصلحت سے خالی نہیں ہو سکتا تھا۔ آپ کی انھیں مساعی کا نتیجہ تھا کہ غازی محمد اسمٰعیل اپنے رفقاء کے ساتھ عازم میدان کارزار ہوئے۔ مبارکپور، املو اور لوہیا سے مستقل اعانتی رقمیں عرصہ دراز تک مرکز مجاہدین کو بھیجی جاتی رہیں۔ حضرت غازیپوری رحمہ اللہ کے علاوہ ابھی میرے ہوش سنبھالنے تک مولوی اسداللہ صاحب روانوی مجاہدین سرحد کی مالی اعانت کے سلسلہ میں برابر مذکورہ مقامات کے دورے کیا کرتے اور مخیر حضرات سے تعاون کی رقوم حاصل کر کے معینہ مقامات کو بھیجتے رہے ہیں۔ لیکن چونکہ اس وقت اس طرح کا ہر کام انتہائی رازداری سے انجام پاتا تھا اس لئے آج ان کی تفصیلات سے پردہ اٹھانا آسان کام نہیں ہے۔

موضع املو علمی اور دینی اعتبار سے بھی ایک نمایاں حیثیت رکھتا تھا

املو میں علمی اور دینی سرگرمیاں مولانا عبداللہ صاحب جھاؤ (الٰہ آبادی) نے ایک عرصہ تک اس بستی کو اپنا مستقر بنائے رکھا۔ موصوف املو میں مقیم رہ کر یہاں اور اس سے متصل دوسری بستیوں میں عمل بالکتاب والسنۃ کا بیج بوتے رہے۔ آپ شیخ الکل فی الکل حضرت میاں سید نذیر حسین صاحب رحمہ اللہ دہلوی کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ دینداری اور تقویٰ شعاری میں آپ کی مثال کم ہی ملے گی۔ فرض نمازوں میں موضع املو و لوہیا کے عاملین بالحدیث کے اندر امام کے پیچھے رکوع کے بعد جہری تحمید (ربنا لک الحمد الخ) کا جو دستور ہے وہ آپ ہی کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ بنگال میں بھی جہاں جہاں آپ مقیم رہے وہاں کے لوگوں میں جہری تحمید کا رواج ابتک موجود ہے۔

ان کے علاوہ مولانا عبد الجبار عمرپوری ثم الاعظمی مرحوم بھی یہاں تشریف لا کر فریضہ تبلیغ دین ادا فرما

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چکے ہیں۔ حضرت مولانا سیف بنارسی مرحوم کی تبلیغی سرگرمیاں تقریباً یہیں سے شروع ہوئیں آپ کی سب سے پہلی تقریر اس کے قریب موضع چکیا میں ہوئی جسے مولانا سیف اپنے آخری ایام تک موقع موقع سے یاد دلایا کرتے تھے۔

فتاویٰ نذیریہ میں بہت سے سوالوں کے جواب میں مجیب کا نام "العبد عبدالحق اعظم گڈھی" یا "ابو محمد عبدالحق اعظم گڈھی" مرقوم ہے۔ یہ مولانا عبدالحق صاحب موضع املو کے باشندے تھے تحصیل علم کے بعد سند فراغت کی خاطر حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مدت العمر کیلئے دہلی ہی کو اپنا مستقر بنالیا اور اپنے وطن لوٹ کر واپس نہ آئے۔ بزرگوں سے سنا ہے کہ خانگی الجھنوں سے مجبور ہو کر انھوں نے ایسا کیا تھا واللہ اعلم۔

میاں صاحب نور اللہ[1] تحصیل علم کے شوق میں املو سے پاپیادہ دہلی گئے اور عرصہ تک حضرت میاں صاحب دہلوی مرحوم کی خدمت میں حاضر رہ کر علمی تربیت و تعلیم حاصل کرتے رہے۔ واپسی کے بعد ان سے قرب و جوار کے علماء بحث و مناظرہ کی تاب نہ لانے اس لئے مخالفت کے باوجود کسی کو ان سے گفتگو کی ہمت نہ ہوتی تھی۔

غرض کہ موضع املو اسی دور سے تحریک اہلحدیث اور تحریک آزادی وطن کا ایک متوسط مقام رہا ہے جب ہندوستان میں سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہید رحمہما اللہ

حاشیہ صلاک کا ئے

مولانا عبدالحق مدنی ایک عرب تاجر تھے جو قیمتی پتھروں اور موتیوں کی تجارت کرتے تھے [illegible] املو آئے تو یہاں عمل بالکتاب والسنۃ کا جذبہ و شوق دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور ایک عرصہ تک یہاں مقیم رہ گئے۔ میرے والد محترم ان کے فیض یافتگان میں اب تک موجود ہیں۔

[1] میاں صاحب نور اللہ موضع املو کے ایک بزرگ تھے جنکو علوم شرعیہ سے بڑا شغف تھا۔ تعلیم زیادہ نہیں تھی مگر علماء کی صحبت بہت مرغوب تھی اسی شوق میں وہ دہلی تشریف لے گئے۔ اور عرصہ تک حضرت میاں صاحب دہلوی مرحوم کی خدمت میں [illegible] ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی زیر قیادت استخلاص وطن اور احیائے توحید و سنت کا شعور پورے شباب پر تھا۔

اس طرح کی دینی اور اصلاحی تحریکیں مرور ایام کے باعث چاہے دھندلی پڑجائیں لیکن ان کے اثرات اتنے گہرے ہوتے ہیں کہ فوراً مٹائے نہیں جا سکتے۔ حضرت مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی مرحوم نے جس ماحول میں آنکھیں کھولیں اور جس آب و ہوا میں آپ کی پرورش و پرداخت ہوئی وہ تحریک استخلاص وطن کا وہ پختہ ماحول اور احیائے کتاب و سنت کی وہ پاکیزہ اور عطر بیز آب و ہوا تھی جس میں للّٰہیت، خلوص، ایثار، حق پسندی و باطل شکنی پوری طرح سرایت کیے ہوئے تھی۔ آپ کا گھرانا عمل بالکتاب والسنہ کی روایت کو معلوم نہیں کب سے گلے لگا چکا تھا اس لیے یہ باتیں مولانا کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھیں اور آپ اپنی وضع پر آخیر عمر تک بڑی شدت سے قائم رہے۔

جن لوگوں نے مولانا کو قریب سے دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ آپ کے اندر ایمانی غیرت اور اسلامی حمیت کتنی زیادہ تھی؟ معمولی بات کو بھی آپ سنت کے خلاف دیکھنے کے روادار نہ تھے۔ حق گوئی میں بڑے بے باک اور جری تھے۔ حالات کتنے ہی مختلف ہوں اغیار کی کتنی ہی کثرت ہو، مجمع خواہ کیسا ہی ہو حق کے اعلان میں کبھی آپ کو تردد نہ ہوا۔ سچی بات علی رؤوس الاشہاد کہتے اور کبھی اس کی پرواہ نہ کرتے کہ اس سے کسی کو خوشی ہوگی یا ناخوشی ؎

کیوں کر خس و خاشاک سے دب جائے مسلماں
مانا کہ تب و تاب نہیں اس کے شرر میں

مولانا کی زندگی کے اس پس منظر میں ہم مولانا کے حالات زندگی اختصار کے ساتھ ہدیۂ ناظرین کر رہے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمۂ مؤلف

ولادت ۶ر فروری ۱۹۰۶ء مطابق ۱۰ر ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کو ہوئی اور سانحہ ارتحال ۲۰ر مئی ۱۹۶۵ء مطابق ۲۸ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ روز یکشنبہ کو ۳ بجے دن میں پیش آیا والد کا نام عبدالشکور اور دادا کا نام شیخ جعفر علی تھا آپ کا گھرانا یہاں کے مقتدر گھرانوں میں شمار ہوتا تھا۔

خاندانی حالات مولانا عراقی برادری سے تھے کسی زمانہ میں اس برادری کے لوگ تجارت پیشہ، نیل سازی اور نیل کی کاشت کرانے میں مشہور تھے ان کے یہاں نیل سازی کے بڑے بڑے گودام اور کارخانے چلتے تھے۔ یہ لوگ زمینداریوں کے بھی مالک ہوا کرتے تھے خود مولانا کے دادا شیخ جعفر علی مرحوم کے متعلق تحقیق سے معلوم ہوا کہ کسی وقت موضع املو کی زمینداری میں ۱/۲ حصہ کے مالک و زمیندار تھے۔ ان تمام باتوں کے باوجود مولانا کے والد شیخ عبدالشکور شہر اعظم گڈھ کے مشہور علاقہ دار قادر بخش کی جبین حیات تک ان کے علاقہ کے کارپرداز اور ان کی وفات کے بعد ان کے نابالغ لڑکے احسان اللہ کے مختار عام تھے اسی طرح شیخ عبدالشکور کے بھائی حاجی عبدالسلام مرحوم علاقہ رسڑا (ضلع بلیا) کے رئیس امجد علی، امانت علی کے علاقہ کے کارپرداز تھے اور ان کا قیام موضع بھولی (اسٹیشن چلکہر ضلع بلیا) میں رہا کرتا تھا۔ مولانا کے والد شیخ عبدالشکور مرحوم کی تقریباً ۱۲ بیگہہ ذاتی زمین بھی اعظم گڈھ سے متصل واقع تھی جس کی پیداوار ابھی حال تک مولانا اور ان کے بھائی نصیر احمد کو ملتی تھی۔ زمینداریوں کے الٹ پھیر کے دور میں وہ ساری زمین انھیں کاشتکاروں کے پیچھے چڑھ گئی جو اس پر کاشت کرتے تھے۔

مولد و منشاء مولانا کا مولد و منشاء املو، ہے یہ موضع قصبہ مبارکپور سے سمت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشرق ایک میل اور شہر اعظم گڈھ سے ۷ - ۸ میل کی دوری پر ہے ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ یہ قصبہ عرصہ دراز سے علم وفن کا گہوارہ رہا ہے اور یہاں بڑے بڑے علماء دین اور اساتذۂ علم وفن گذرے ہیں گویا یہ جگہ اپنی ممتاز علمی خصوصیات کے اعتبار سے عرصہ دراز سے مرجع خلائق ہے۔

موضع املو، مبارکپور سے ٹھیک مشرق میں واقع ہے یہاں کے توحید وسنت کے شیدائی اپنے دینی مسائل میں جس طرح مقامی اہل علم سے مستفیض ہوتے رہے ہیں اس سے کہیں زیادہ فیض ان کو مبارکپور کے ممتاز ارباب فضل وکمال سے پہونچا ہے اور پہونچ رہا ہے۔ ایک میل کی مسافت کوئی مسافت نہیں ہے اس لئے اگر ایک جگہ کسی طرح کی کوئی مختلف بات پیش آجائے تو اس کے اثرات دوسری جگہ فوراً نمایاں ہو جاتے ہیں گویا یہ دونوں مقامات ایک دوسرے سے پوری طرح وابستہ ہیں۔

تعلیم وتربیت مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی مرحوم کی ابتدائی تعلیم مبارکپور میں ہوئی اس کے بعد آپ نے مدرسۃ الاصلاح سرائے میر میں داخلہ لے لیا یہاں سے کچھ ہی دنوں کے بعد مدرسہ فیض عام مئو میں داخل ہو گئے۔ مدرسۃ الاصلاح کی بہ نسبت فیض عام کے قیام کی مدت زیادہ ہے یہاں آپ کو صدر المدرسین حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمہ اللہ کی تعلیم وتربیت سے مستفیض ہونے کا موقع ملا۔ حضرت مولانا محمد احمد صاحب مرحوم مئو کے ان برگزیدہ اعاظم رجال میں ہیں جن کی وجہ سے مئو میں علم وفن کو زندگی ملی۔ آپ کی شان میں یہ کہنا زیادہ موزوں ہے کہ ؎

آناں کہ خاک را بنظر کیمیا کنند

گویا دار الحدیث رحمانیہ دہلی کے قیام کے اعلان تک آپ کی تعلیم آپ ہی کے ضلع (اعظم گڈھ) کے مختلف مقامات میں ہوتی رہی۔

دار الحدیث رحمانیہ دہلی کا قیام شوال ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۱ء میں مدرسہ دار الحدیث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رحمانیہ دہلی کے قیام کا اعلان ہوا، اس وقت مولانا کی عمر ۱۵-۱۶ سال کی تھی آپ نے اسی سال دہلی جاکر دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں داخلہ لے لیا۔ اور اس ممتاز علمی مرکز کی ابتدائی زندگی سے لیکر انتہا تک اس سے وابستہ رہے آپ کے بقیہ تعلیمی ایام یہیں گذرے الا یہ کہ شیخ عطاء الرحمن مرحوم کے مشورے سے آپ نے معقولات کی تکمیل کے لئے تھوڑے دنوں تک رامپور، بدایوں میں قیام کیا جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

دہلی کے مشہور تاجر جناب حاجی شیخ عبدالرحمان وعطاء الرحمان برادران کو حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب محدث رحیم آبادی (صاحب حسن البیان) سے بڑی عقیدت تھی مولانا غلام رسول مہر کے حوالہ سے ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ مولانا رحیم آبادی جب دہلی تشریف لاتے تو آپ کا قیام پھاٹک حبش خاں میں شیخ عبدالرحمن وعطاء الرحمن مرحومین کے یہاں ہوا کرتا تھا۔

مولانا رحیم آبادی اپنے وقت کے بے مثال عالم، عدیم النظیر مناظر، جلیل القدر مفسر اور قادر الکلام خطیب وواعظ تھے دوران قیام دہلی میں خطبہ جمعہ کے علاوہ عموماً مجالس وعظ وتذکیر بھی منعقد ہوا کرتی تھیں اور فن سپہ گری کی تربیت کے لئے اکھاڑے بھی جمتے تھے مولانا کے صحبت یافتگان اور ہم جلیسوں میں فن سپہ گری کا شوق اتنا غالب تھا کہ جس زمانہ میں میں دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں زیر تعلیم تھا (۳۹ تا ۴۴ء کا زمانہ) اس کے مہتمم جناب شیخ عطاء الرحمان مرحوم نے فن سپہ گری اور بنوٹ کے لئے باقاعدہ ایک استاذ کا انتظام کر رکھا تھا۔ جو جماعت مجاہدین کی یادگار تھے۔ اور بعد نماز عصر طلبار کو دارالحدیث کے وسیع ہال میں بنوٹ وغیرہ کی عملی تعلیم دیتے تھے۔

بعض لوگوں کے بیان کے مطابق دارالحدیث رحمانیہ دہلی کا قیام مولانا رحیم آبادی مرحوم کے ایمار سے عمل میں آیا تھا۔ لیکن اس مرکز علم وفن کی بنیاد آپ کی حیات مستعار میں نہ پڑ سکی اس لئے کہ ... بعض وقائع نگاروں کے بیان کی رو سے آپ کی وفات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۳۳۶ھ میں ہوئی اور رحمانیہ کا قیام ۱۳۳۹ھ میں عمل میں آیا۔ بہر کیف اس بیان کی صحت کو تسلیم کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ ہی کی رہنمائی اس کے قیام کی اصل محرک ہوئی اور آپ ہی کے ارشاد کے مطابق الحاج شیخ عبدالرحمان مرحوم نے اوسے قائم کیا جو آگے چل کر ملک میں تحریک اہلحدیث اور احیائے کتاب وسنت کا ایک مضبوط مرکز بن گیا۔ اور اس نے علم دین کی حفاظت کے لئے ملک میں ایسے جلیل القدر علماء پیدا کئے کہ جن سے تحریک اہلحدیث ایک نئے دور میں داخل ہوگئی۔

حضرت مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی مرحوم اس عظیم علمی ادارے سے مہد سے لیکر لحد تک وابستہ رہے اور اس کی پوری تاریخ آپ کی نگاہوں کے سامنے مرتب ہوتی رہی رحمانیہ دہلی میں مولانا کے تحصیل علم کا مشغلہ سات سال تک جاری رہا یعنی ۱۳۳۹ھ میں آپ نے وہاں داخلہ لیا اور ۱۳۴۶ھ میں سند فراغت حاصل کی اپنے داخلہ کی بابت مولانا خود رقم طراز ہیں[1]

"مدرسہ رحمانیہ دہلی کا افتتاح شوال ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۱ء میں ہوا اور اسی سال تقریباً دو مہینے[2] کے بعد ذی الحجہ میں میں مدرسہ میں بغرض تعلیم داخل ہوگیا۔ ابتدا سے انتہا تک اپنی دینی تعلیم کا بیشتر حصہ یہیں مکمل کرنے کے بعد شعبان ۱۳۴۶ھ میں میں نے مدرسہ سے سند فراغت حاصل کی اور پھر اسی سال مدرس کی حیثیت سے مدرسہ کی خدمت پر مامور ہوگیا اور اب تک بحمداللہ اسی درجے پر فائز

---

[1] رحمانیہ کے قیام کی بابت مولانا کی تحریر کا اقتباس پیش کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ مولانا ابویحییٰ امام خاں نوشہروی مرحوم کی بعض تحریروں میں کاتب کی لغزش سے دارالحدیث رحمانیہ دہلی کا سن تاسیس ۱۳۲۹ھ تحریر ہوگیا ہے آگے چل کر یہ معمولی سی لغزش ایک تاریخی غلطی بن سکتی ہے اس لئے اسکی نشاندہی کردی گئی

[2] مولانا کی اس تحریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قیام رحمانیہ کے صرف دو ماہ بعد آپ نے وہاں داخلہ لیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں اس اٹھارہ سالہ زندگی میں شاید ایک آدھ سال میں مدرسہ سے غیر حاضر رہا ورنہ اکثر حصہ اسی گلشن علم کی بلبلوں، باغ حکمت کے پھولوں اور ریاض ملت کی کیاریوں میں گذرا ہے ۔۔

(رسالہ محدث جولائی ۱۹۳۹ء / جمادی الاول ۱۳۵۷ھ)

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں داخلہ کے وقت آپ کے زیر درس عربی کی کون سی کتابیں رہی ہوں گی ؟

بہرکیف دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں آپ نے جلیل القدر اساتذہ علم وفن کے زیر تربیت اپنے تعلیمی مشاغل جاری رکھے اس وقت رحمانیہ میں جید علمائے درس وتدریس اکٹھا تھے استاذ الاساتذہ حضرت مولانا احمد اللہ صاحب پرتاپگڈھی شیخ الحدیث دارالحدیث رحمانیہ دہلی، جامع المعقول والمنقول مولانا غلام یحیی صاحب پنجابی کانپوری، ادیب شہیر مولانا عبدالرحمن صاحب نگرنہسوی جیسی جیسی گرانمایہ اور سرآمد روزگار شخصیتیں مسند درس و تدریس کی زینت تھیں۔ ان کے زیر سایہ تربیت پانے والا ہر جوہر قابل فضل وکمال کی جن بلندیوں تک نہ پہنچ جائے تھوڑا ہے ۔ حضرت الشیخ مولانا عبیداللہ صاحب مبارکپوری مدظلہ کا سن تکمیل ۱۳۴۵ھ ہجری ہے اور مولانا نذیر احمد رحمانی مرحوم کا ۱۳۴۶ھ ہجری یعنی صرف ایک سال کے تفاوت سے دارالحدیث رحمانیہ دہلی نے ملک کو دو ایسے انمول جوہر دیئے جو تقسیم ہند کے بعد ملک کی تحریک اہلحدیث کی روح اور کتاب وسنت کی خدمت، اور دین خالص کی ترویج واشاعت میں حرف آخر کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ مولانا املوی مرحوم نے مسند درس وتدریس سنبھالی تو علم دین کی خدمت کیلئے ملک کے کونے کونے کو علمائے دین سے نہال اور آسودہ کر دیا ۔ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب رحمانی نے تصنیف وتالیف کے میدان میں قدم رکھا تو مرعاۃ المفاتیح میں علم ومعرفت کے وہ دریا بہائے جس سے برصغیر ہند وپاک کے شائقین علم ودانش کے علاوہ عرب اور دوسرے ممالک کے لوگ بھی مستفیض

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو رہے ہیں (خدا اس شرح کو جلد اتمام تک پہنچانے کے اسباب فراہم کرکے امت مرحومہ کی اصلاح و ہدایت کا سامان بہم پہنچائے)

امتیازی شان دار الحدیث رحمانیہ دہلی کا یہ امتیاز تھا کہ امتحانات کے اندر جماعت میں اول آنے والے طلباء کو نقد انعامات دیئے جاتے اسی طرح جو پورے مدرسہ میں ممتاز ہوتا یا سال کے اندر نماز باجماعت کی پابندی میں سبقت لے جاتا اسے بھی انعامات سے نوازا جاتا حضرت مولانا العلوی مرحوم کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ آپ رحمانیہ کے اندر جماعت میں ہمیشہ اول آتے اور انعامات حاصل کرتے رہے جس سال آپ نے وہاں سے تکمیل کی ہے آپ کو دار الحدیث کی طرف سے بخاری شریف کامل کے علاوہ مبلغ چالیس روپے نقد اور ایک جیبی گھڑی سے بطور انعام مشرف کیا گیا۔

مولانا تکمیل کے بعد جب دہلی سے اپنے وطن واپس آئے تو فراغت کی خوشی میں آپ کے والد محترم جناب شیخ عبدالشکور نے ایک جلسہ وعظ و تبلیغ منعقد کیا۔ اس جلسہ میں علامہ زماں مولانا عبدالرحمان صاحب محدث مبارکپوری رحمہ اللہ کے علاوہ آپ کے استاذ مولانا عبدالغفور صاحب جیراجپوری مرحوم اور مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی مرحوم نے بھی شرکت فرمائی۔ احقر کی عمر اسوقت ۱۲ سال کی تھی اس کے باوجود اس جلسہ میں موجود تھا۔ جلسے کی کاروائی ۱۲ بجے رات تک چلتی رہی پھر شیخ الکل مولانا مبارکپوری کی دعاؤں پر اس کا اختتام ہوا۔

مولانا کی اوپر کی تحریر سے معلوم ہوا کہ شعبان ۱۳۴۹ھ میں فراغت کے بعد اسی سال شوال سے جب عربی مدارس کا نیا تعلیمی سال شروع ہوتا ہے آپ نے مشہور زمانہ درسگاہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی میں مسند تدریس سنبھالی اور آپ کے اوپر تعلیم و تدریس کی ذمہ داریاں ڈال دی گئیں اس وقت آپ عمر کی بیسویں منزل میں تھے۔

آپ کو معقولات سے فطری لگاؤ تھا اور اسی میدان میں آپ کی طبیعت کا جوہر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اچھی طرح کھلتا تھا اس لیے دارالحدیث رحمانیہ میں مسند تدریس سنبھالنے کے بعد کتب احادیث کے ساتھ ساتھ نورالانوار اور رشیدیہ وغیرہ کی تعلیم بھی آپ کو سونپی گئی ۔ لیکن عالیجناب شیخ عطاء الرحمان مرحوم کی جو اس وقت دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے مہتمم تھے یہ خواہش تھی کہ مولانا معقولات میں پوری دسترس اور کمال حاصل کر کے کبار کتب معقولات مروجہ کا بوجھ سنبھال لیں ۔ اس لئے آپ نے انھیں معقولات کی تعلیم کے لئے رامپور بھیج دیا[1]

بدایوں میں تحصیل علم | عالی جناب شیخ عطاء الرحمان مرحوم کی خواہش کے مطابق مولانا نذیر احمد رحمانی رامپور راسٹیٹ میں مولانا فضل حق خیرآبادی کی خدمت میں تشریف لے گئے جو اس وقت مدرسہ عالیہ رامپور کے پرنسپل اور خیرآبادی سلسلہ کے ایک نامور عالم تھے مگر وہاں ریاضی کی تعلیم نہ ہونے کے باعث آپ مدرسہ شمس العلوم بدایوں چلے آئے ۔ یہاں جامع العلوم مولانا عبدالسلام صاحب تندھاری افغانی معقولات و ریاضی میں یگانۂ روزگار تھے اور بڑے نظم و اہتمام سے فنون کی تعلیم ہوتی تھی یہاں ایک سال قیام فرما کر آپ نے معقولات و ریاضی کی بہت سی درسی اور غیر درسی کتابوں کی تکمیل فرمائی ۔ شمس العلوم بدایوں کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ تمام طلبہ و اساتذہ افغانی تھے صرف مولانا کی ایک ہستی ایسی تھی جو ہندوستانی ہو کر ان افغانیوں کی بستی میں مقیم تھی آپ نے یہاں کے دوران قیام کا ایک واقعہ ایک روز درس

---

[1] اگست ۶۲ء سے مارچ ۶۳ء تک میرا تعلق "اخبار الہدیٰ، لہریا سرائے دربھنگہ" کی ادارت سے تھا اپریل ۶۳ء میں "دارالعلوم نمبر" کے نام سے اس کا ایک خاص شمارہ شائع کیا گیا اس میں بہت سے علماء موجودین و مرحومین کے ترجمے بھی شائع ہوئے تھے میری درخواست پر استاذ محترم مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی نے مجھے اپنی زندگی کے حالات پر مشتمل ایک خود نوشت یادداشت مرحمت فرمائی تھی اسی کی روشنی میں میں نے موصوف کا ترجمہ ترتیب دیا تھا جو آپ کے ملاحظہ سے گذرنے کے بعد دارالعلوم نمبر میں شائع ہوا تھا ۔ رامپور اور بدایوں کی تمام تر تفصیلات اسی سے ماخوذ ہیں ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں بیان فرمایا جو دلچسپ ہونیکے ساتھ ساتھ پر مذاق بھی ہے. آپ نے فرمایا کہ ایک روز بعد نماز عصر میں کتابوں کے مطالعہ میں مشغول تھا کہ کچھ افغانی لڑکے کمرے میں داخل ہوئے اور مجھے مطالعے میں مشغول دیکھ کر انتہائی حیرت سے بولے. آپ اسوقت مطالعہ کر رہے ہیں؟

آپ نے کہا آخر اس میں حرج ہی کیا ہے؟

یہ سن کر ایک افغانی نے انتہائی جوش کے عالم میں کہا.

"کیا آپ کو معلوم نہیں کہ خاص امام اعظم رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جو شخص بعد عصر مطالعہ کرے وہ کند ذہن ہو جاتا ہے" مولانا کو انکی اس گفتگو سے حیرت ہوئی. لیکن ان اکھڑ مزاجوں سے الجھتا کون؟ اس لئے آپ نے کتاب بند کر دی اور کمرے سے باہر نکل آئے. ان حالات میں آپ نے ایک سال ان کی صحبت میں گذارا غنیمت تھی کہ مدرسہ شمس العلوم میں اساتذہ کی تقریریں اردو میں ہوتی تھیں. یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس مدرسہ کا اہتمام ملک کے نامور لیڈر جناب عبدالماجد بدایونی کے سپرد تھا (موصوف بعد میں پاکستان منتقل ہو گئے) اور جب کبھی وہ مدرسہ میں تشریف لاتے تو مولانا سے بڑی شفقت و محبت سے پیش آتے تھے. دستار بندی اور سند فراغت دیتے وقت تو انھوں نے آپ کو بہت سی دعائیں بھی دیں. آپکو مدرسہ کی جانب سے جو سند دی گئی اس میں چند وصیتیں بھی ہیں آخری وصیت میں آپ کو تلقین کی گئی ہے کہ "ولیشتغل حسب استطاعته فی اشاعة الاسلام واحیاء سنن الدین والسد علی الکفرة واھواء اھل الضلال من النیاشرة والرافضة والنجدیة وغیر المقلدین" (یعنی ہم ان کو وصیت کرتے ہیں کہ یہ اپنی حسب استطاعت اسلام کی اشاعت اور دین کی سنتوں کے احیاء میں مشغول رہیں نیز نیچریوں، رافضیوں، نجدیوں اور غیر مقلدوں کی جو گمراہ فرقے ہیں برابر تردید کرتے رہیں.

بدایوں میں بدعتوں کا خاصا زور ہے مولانا عبدالماجد خود اپنے حلقے کے پیر تھے ان حالات میں آپ نے اتنے دنوں کس طرح گذر کیا یہ مولانا ہی سمجھ سکتے تھے. رہا وصیت کا معاملہ تو الحمد للہ. اللہ نے آپ کو جتنی توفیق اور وسعت بخشی تھی اس کے مطابق درس و تدریس اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقریر وتحریر کے ذریعہ اشاعت اسلام اور احیاء سنت کی خدمت انجام دیتے رہے، نیچریوں اور رافضیوں کے خلاف ایسے ٹھوس اور مدلل مضامین لکھے جن پر آپ کو قارئین نے مبارکباد کے خطوط لکھے جن میں سے بعض میری نظروں سے بھی گذرے ہیں۔ اسی طرح جامد اور غالی مقلدین پر بھی آپ پوری طرح اتمام حجت فرماتے رہے۔ وصیت میں نجدیوں اور غیر مقلدین کے بارے میں بڑی بے انصافی کی گئی ہے اس لئے قرآن کی ہدایت کے مطابق اسمیں اصلاح ضروری تھی کہ فمن خاف من موص جنفا او اثما فاصلح بینھم فلا اثم علیہ

دارالحدیث میں مراجعت اور مسند تدریس

بدایوں سے فراغت کے بعد آپ مستقل طور سے دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں اپنی مسند تدریس پر واپس آ گئے اور اکتوبر ۱۹۴۷ء کے انقلاب تک جب تک دارالحدیث قائم رہا آپ بھی اس سے برابر وابستہ رہے۔ رحمانیہ کی ۲۷ سالہ زندگی میں سے اگر آپ کی طالب علمی کے ۷ سالہ زمانہ کو وضع کر دیا جائے تو گویا مستقل طور پر آپ نے ۲۰ سال تک دارالحدیث رحمانیہ دہلی کی خدمت کی ہے۔ مشغلہ درس وتدریس کے علاوہ اس دوران میں آپ کے فرائض میں رحمانیہ کے عظیم وجلیل القدر کتب خانہ کی دیکھ ریکھ اور اس کی نگرانی بھی تھی۔ علاوہ ازیں دارالحدیث کا مشہور ماہنامہ "محدث" بھی اس کے ایڈیٹر مولانا عبدالحلیم ناظم صدیقی کے انتقال[1] کے بعد آپ کی ادارت میں آ گیا۔ اس وقت سے اخیر تک آپ برابر اس کے مدیر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ آپ کی ادارت کے زمانہ میں اس میں دوسرے اہل قلم کے بیش قیمت مضامین کے علاوہ آپ کے اثر انگیز اور دلگداز اداریے اور مختلف مسائل پر محققانہ مضامین نے محدث کی قدر وقیمت کو بہت بڑھا دیا۔ آپ کی ادارت

---

[1] آپ کا انتقال ۲۲ اگست ۱۹۳۵ء کو ہوا ہے یعنی دو سال دو مہینہ کے بعد محدث کی ساری ذمہ داری مولانا الطوی مرحوم پر آ گئی یوں ناظم مرحوم کی علالت کے دوران بھی آپ ہی ادارت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے زمانہ میں "محدث" کے اندر فتاوی کے باب کا اضافہ ہوا۔ استفسارات کے جواب میں حضرت مولانا عبید اللہ صاحب رحمانی مدظلہ العالی کی جامع اور پر از تحقیق نگارش نے اس رسالہ کی افادیت کو اس قدر وسیع کر دیا تھا کہ ایک موقع سے مولانا ابویحیٰی امام خاں نوشہروی مرحوم جیسے صاحب علم اور اہل قلم کو فرماتے ہوئے میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ

"میں جب تک محدث کے استفسارات اور ان کے جوابات پڑھ نہیں لیتا مجھے نیند نہیں آتی"۔

مولانا کے زمانہ میں جہاں دارالحدیث رحمانیہ کے کتب خانہ میں بیش قیمت علمی نوادرات اور جلیل القدر شہ پاروں کا اضافہ ہوتا رہا وہاں رسالہ محدث نے بھی بڑی ترقی کی مولانا کی مشہور تصنیف "رد عقائد بدعیہ" کی تخلیق و تسوید محدث کے دوران ادارت ہی میں عمل میں آئی تھی بعد میں مزید اضافے کے ساتھ آپ نے اسے کتابی شکل دیدی۔

تعلیمی امور میں مولانا کی ہمہ گیر انتظامی صلاحیتیں مسلم تھیں۔ طلبا کی اخلاقی تربیت اور تعلیم کی دیکھ ریکھ جس طرح دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں آپ کے سپرد تھی اسی طرح جامعہ رحمانیہ بنارس میں بھی ان امور میں آپ کو پورا اختیار حاصل تھا اور سچی بات یہ ہے کہ آپ نے ان امور کو جس دل سوزی، خلوص اور للہیت کے ساتھ انجام دیا وہ آپ ہی کا حصہ تھا سیجزیہم اللہ احسن ما کانوا یعملون۔

شیخ عطاء الرحمٰن کی وفات اور نئی ذمہ داریاں

یکم جون ۱۹۳۸ء میں آپ کے مربی اور محسن جناب شیخ عطاء الرحمٰن نے جب دار آخرت کا سفر اختیار کیا تو دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے فرزندوں اور ہمدردوں پر کیا گذری؟ اس کے بیان کرنے سے قلم کی زبان قاصر ہے محدث کے جولائی ۱۹۳۸ء کے شمارہ میں مولانا نے اپنی قلبی واردات کو جن الفاظ میں قلمبند کیا ہے آج بھی اسے پڑھکر آنکھیں نمناک ہو جاتی ہیں۔ ہم نے دارالحدیث کے افتتاح کے سلسلہ میں ادیر محدث کا جو اقتباس پیش کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے وہ مولانا کی اسی تحریر کا ایک حصہ ہے مہتمم دارالحدیث رحمانیہ دہلی کی وفات کے بعد مولانا املوی مرحوم اور مولانا مبارکپوری مدظلہ پر نئی ذمہ داریاں عائد ہوگئیں موصوف کی وفات کے وقت میں رحمانیہ میں زیر تعلیم تھا اس حادثہ فاجعہ کے بعد دارالحدیث میں دو ایک روز تعلیم بند رہی اس کے بعد شیخ عبدالوہاب اور شیخ حبیب الرحمٰن (پسران جناب شیخ عطاء الرحمٰن مرحوم) رحمانیہ تشریف لائے صبح آٹھ بجے کا وقت رہا ہوگا پورے ماحول پر اداسی طاری تھی، طلبار اور اساتذہ یکساں غم و اندوہ کا شکار تھے ان کے آتے ہی مدرسہ کا گھنٹہ بجا اور رحمانیہ کا ہر متنفس خاموشی کے ساتھ شیخ الحدیث کی درسگاہ میں سمٹ آیا مولانا نے غم و اندوہ میں ڈوبی ہوئی ایک اثر انگیز تقریر کی جس میں طلبہ اور اساتذہ سے مرحوم کی شفقت اور محبت کا ذکر تھا، ان سے فرزندوں اور عزیزوں کی طرح مرحوم کے برتاؤ کی یاد تھی ان کی لغزشوں اور معمولی معمولی غلطیوں پر مرحوم کے عفو و درگذر کے تذکرے تھے مرحوم کے نوازش و اکرام کے نہ بھلائے جانے والے واقعات کا اعادہ تھا - آپ کی وفات سے ملت اسلامیہ کو جو صدمہ پہنچا تھا اس کے واضح اشارے تھے اور مرحوم کے حق میں دعاء مغفرت تھی غرضیکہ مولانا کی اس تقریر نے ہر شخص کو آبدیدہ کر دیا شیخ عبدالوہاب اور شیخ حبیب الرحمٰن کی آنکھوں میں تیرتے ہوئے آنسوؤں کا منظر اب تک میری نگاہوں میں گھوم رہا ہے -

مولانا کی تقریر کے بعد شیخ عبدالوہاب نے گلوگیر اور بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا "اب صبر و شکر کے سوا چارہ نہیں ہم یہاں اس لئے آئے ہیں کہ کل سے مدرسہ کی تعلیم سابقہ معمول کے مطابق شروع کر دی جائے - میں مدرسہ کے لئے اتنا وقت تو نہیں دے سکتا - جتنا والد مرحوم دیا کرتے تھے لیکن کوشش کروں گا کہ ہر روز کسی نہ کسی وقت آکر یہاں کے انتظامات کی دیکھ بھال کیا کروں، سابقہ معیار اور انتظام میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہونے دی جائے گی - انشاء اللہ"

اس کے بعد دعاؤں پر اس جلسے کا اختتام ہوا - اور دوسرے دن سے رحمانیہ معمول کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطابق اپنے کام میں لگ گیا لیکن شیخ عبدالوہاب اپنی کاروباری مصروفیات سے اتنا وقت نہ نکال سکے کہ ہر روز رحمانیہ تشریف لاتے تیسرے چوتھے دن تشریف لاتے اس لئے مدرسے سے متعلق ساری ذمہ داریاں مولانا مبارکپوری مدظلہ اور مولانا املوی مرحوم پر آپڑیں اور آپ حضرات نے اس بار کو اس طرح اٹھایا کہ دارالحدیث رحمانیہ کے معمول میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ھو خیرا واعظم اجرا۔

دورِ ابتلاء و آزمائش

اگست و ستمبر ۱۹۴۷ء میں دہلی کا ہولناک انقلاب دہلی کے مسلمانوں کیلئے قیامتِ صغریٰ سے کم نہ تھا اس وقت دہلی کے مسلمان جس مصیبت سے گذرے اس کا ایک مختصر سا خاکہ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی مشہور کتاب۔ " انڈیا ونس فریڈم "، یا اس کے ترجمہ۔ " ہماری آزادی " (شائع کردہ جامعہ ملیہ دہلی) میں دیکھا جا سکتا ہے۔ دارالحدیث رحمانیہ دہلی بھی اس انقلاب سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اس سلسلہ میں میں نے دارالعلوم نمبر کیلئے مولانا کی اپنی سوانح حیات سے متعلق عنایت کی ہوئی تحریر کی بنیاد پر جو مضمون مرتب کیا تھا (اور جو مولانا کی وفات کے بعد شائع ہوا تھا) اس کا اقتباس یہاں درج کر رہا ہوں۔

اگست ۱۹۴۷ء میں جب ملک تقسیم ہوا اور اس کے نتیجہ میں دہلی کے مسلمانوں پر قیامت ٹوٹی تو اس زمانہ میں مولانا دہلی ہی میں تھے مدرسہ کا [illegible] سال شروع تھا۔ تعطیل کلاں کے بعد آپ مدرسہ پہنچ چکے تھے کیونکہ طلبا کے داخلہ کا کام آپ ہی کے ذمہ تھا دوسرے مدرسین ابھی نہیں پہنچے تھے۔ ستمبر کے شروع ہی میں مختلف محلوں سے گڑبڑ کی خبریں ملنے لگیں یہاں تک کہ ۸ ستمبر کو ۸ بجے شب میں خود مدرسہ پر جنوبی طرف سے ہندوؤں نے خشت باری شروع کی۔ مدرسہ کے لوگوں نے بھی اپنی مدافعت کی۔ دیر تک معرکہ آرائی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہی۔ مدرسہ کا پھاٹک بند تھا۔ آپ دوسرے لوگوں کے ساتھ مدرسہ کی چھت پر تھے اور وہیں سے مدافعت کر رہے تھے۔ نعرۂ تکبیر کی صدا سنکر ملیٹری پہنچ گئی۔ اس نے مدرسہ کے باہر ہی سے کئی مرتبہ اشک آور گیس چھوڑی گولیاں چلائیں مگر الحمد للہ کہ کوئی زخمی نہیں ہوا۔ جب ہنگامہ فرو ہوا تو آپ عشاء کی نماز کے لئے مسجد تشریف لے گئے جو مدرسہ سے قریب مگر اس کے احاطہ سے باہر تھی۔ آپ کے ساتھ دو آدمی اور تھے۔ یہ لوگ نماز سے جوں ہی فارغ ہوئے مسلح پولیس پہنچ گئی اور اس نے مسجد کو گھیر لیا۔ محلہ کے کچھ دوسرے آدمیوں کی گرفتاری بھی ہوئی۔ سب کو پولیس لاری میں بٹھا کر تھانہ پہنچایا گیا۔ تھانہ والے شہر کے ہنگاموں کی وجہ سے اس قدر مصروف تھے کہ ان کو ان اسیران بلا کے متعلق ضابطہ کی کوئی کاروائی کرنے کی فرصت ہی نہ ملی چنانچہ دوسرے دن ۸ بجے صبح کو ان لوگوں کے پتے وغیرہ لکھے گئے اور پھر یہ لوگ دوپہر کے بعد حوالات میں بند کئے گئے۔ سنا ہے کہ ۲۴ گھنٹے سے زیادہ حوالات میں رکھنے کا قانون نہیں ہے۔ لیکن یہ لوگ تین روز تک حوالات ہی میں رہے۔ حوالات کی لمبائی زیادہ سے زیادہ چار گز اور چوڑائی ڈھائی گز رہی ہوگی۔ شہر میں برابر گرفتاریاں ہو رہی تھیں اور سب کو اسی میں لا کر بند کیا جا رہا تھا۔ کمرہ بالکل بھر گیا۔ ۲۴ گھنٹوں میں صرف ایک مرتبہ صبح کے وقت قضائے حاجت کیلئے باہر نکالا جاتا تھا۔ پیشاب کیلئے ایک مٹی کی چھوٹی سی ناند رکھی ہوئی تھی جو پیشاب سے بھر جاتی تھی تو سارا کمرہ گندہ اور متعفن ہو جاتا تھا۔ تین دن میں صرف ایک وقت حوالاتیوں کی چیخ پکار کے بعد پولیس نے انھیں چنے ابال کر کھانے کو دیا۔ طلبہ بیچارے صبح کے وقت جب کرفیو کھلتا تھا تو کچھ روٹیاں پہنچا جاتے تھے۔ مگر دوسرے حوالاتیوں کے گھروں سے کچھ نہیں آتا اس لئے وہ سب بیچارے بھی بھوکے تھے انھیں چند

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روٹیوں کو ٹکڑے ٹکڑے بانٹ کر تسکین کر لیا کرتے تھے ،،

،، ایسی گندی اور بدبودار جگہ میں آپ کو لیٹنے کی ہمت نہ ہوتی جب نیند کے غلبے سے مجبور ہو جاتے تھے تو ایک کونے میں ٹیک لگا کر سہارا لے لیا کرتے تھے اور کچھ دیر تک غفلت ہو جاتی تھی۔ حوالاتیوں میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو اس سے پہلے جیل جا چکے تھے اور وہاں کی زندگی کا تجربہ رکھتے تھے انھوں نے آپ سے کہا کہ مولوی صاحب تھانیدار سے کہئے کہ ہم لوگوں کو جیل بھیج دیا جائے وہاں آرام رہے گا چنانچہ سب لوگوں نے باتفاق اور باصرار مطالبہ کیا کہ ہم کو یہاں سے نکال کر جیل بھیج دیا جائے۔ اس کے بعد سب کو دہلی سنٹرل جیل بھیج دیا گیا ،،

،، ایک مہینہ کے بعد جب عدالتیں کھلیں تو ان زندانیوں کا مقدمہ پیش ہوا۔ عدالت کے سامنے جب آپ لائے گئے تو اس نے آپ کا نام لے کر کہا کہ آپ پر چھ ہندوؤں کے قتل کا الزام ہے۔ اتنا کہہ کر عدالت خاموش ہو گئی اور آپ بھی چپ رہے۔ دو منٹ کی خاموشی کے بعد عدالت نے خود کہا ،، لیکن پولیس کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اس لئے میں آپ کو بری کرتا ہوں۔ ہتھکڑیاں کھول دی جائیں ،، چنانچہ آپ کے ہاتھوں کی ہتھکڑیاں کھول دی گئیں اور مجسٹریٹ کے اشارہ سے آپ ایک کرسی پر بیٹھ گئے ،،

رہائی کے بعد جب آپ مدرسہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ مہتمم صاحب مدرسہ اور اس کے کتب خانہ کو جامعہ ملیہ کے حوالہ کر کے مع اہل وعیال کراچی چلے گئے۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد جامعہ کی لاری آئی اور کتابیں بھر بھر کر لیگئی،،

اوپر کی تحریر سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ذمہ داروں میں مولانا مرحوم ہی کی ایک ہستی ایسی تھی جو اس اجڑے اور لٹے ہوئے گلستانِ علم وفن پر آنسو بہاتی۔ ان شدائد ومصائب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تپ کر مولانا کی امانت و دیانت اور نکھر گئی۔ آپ کا یہ حال تھا کہ پورے کتب خانہ کو از اول تا آخر جامعہ کے سپرد فرما دیا۔ اگر کسی نے کام کی کوئی کتاب یا کاغذ کا کوئی ٹکڑا رکھنا چاہا اور آپ کو اس کی خبر ہوگئی تو بڑی سختی کے ساتھ اس حرکت سے روک دیا۔ گویا اس وقت آپ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامٰنٰت الی اھلھا کی پوری عملی تفسیر تھے۔

رہائی کے بعد دارالحدیث رحمانیہ کی خانہ ویرانی کو آپ کس دل وجگر سے دیکھتے؟ اس کا بچپن، شباب اور اس کی اخیر دور کی تمام بہاریں آپ کے سامنے گذری تھیں یہاں آپ نے اپنی عربی تعلیم کا ابتدائی دور بھی گذارا تھا، وسط دور بھی اور اخیر زمانہ بھی، اس کے ذرے ذرے سے آپ کو محبت تھی اس لئے اسیری سے رہائی کے بعد اپنے گھر میں اجنبی بنکر رہنا کیسے گوارا ہوتا۔ مجبوراً آپ نے دھڑکتے دل اور نمناک آنکھوں کے ساتھ اسے الوداع کہا اور گھر جانے کے لئے روانہ ہوئے۔ اللہ کی جانب سے آپ کا جسمانی اور ذہنی امتحان تو ہو چکا تھا مگر ابھی مالی امتحان باقی تھا۔ ایک دن سب سامان لیکر اسٹیشن پہنچے تو ریلوے افسران نے کہا کہ آگے کا راستہ محفوظ نہیں ہے ٹرینیں لوٹ لی جاتی ہیں اور مسافروں کو قتل کر دیا جاتا ہے اس لئے ٹکٹ نہیں ملے گا۔ مجبوراً مدرسہ واپس آنے کے لئے ایک تانگہ پر سامان بار کیا اور اسٹیشن سے واپس ہوئے۔ تانگہ والا شاید گنڈوں سے ملا ہوا تھا واپسی میں وہ آپ کو اسٹیشن سے کمپنی باغ لایا جہاں گنڈوں نے آپ کو گھیر لیا اور چشم زدن میں سارا سامان لوٹ لیگئے۔ اس طرح تباہی کی رہی سہی داستان پوری ہوگئی اور آپ کے پاس بدن کے کپڑوں کے سوا اور کچھ نہیں رہ گیا

ایک مہینہ کے بعد جب ٹرینوں میں مسلمانوں کے لئے ڈبے مخصوص کئے گئے اور حفاظتی پولیس کا انتظام ہو گیا تب آپ نومبر ۱۹۴۷ء میں اپنے وطن واپس پہنچے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسری آزمائش

مولانا کو ایک دوسری آزمائش سے اس وقت گذرنا پڑا جب جامعہ رحمانیہ مدنپورہ بنارس میں تدریسی خدمات خدمات انجام دے رہے تھے۔ کسی دشمن کی غلط اطلاع پر حکومت نے آپ کو پاکستانی قرار دیکر آپ پر کسٹوڈین میں مقدمہ دائر کر دیا۔ حالانکہ متحدہ ہندوستان میں بھی آپ کو شاید کبھی ان علاقوں میں جانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا جو آج پاکستان کے زیر نگیں ہیں۔ تقسیم کے بعد پاکستان جانا تو بہت دور کی بات تھی مولانا پر اگر پاکستان جانے کا الزام ثابت ہو جاتا تو اس کا صاف اور واضح مطلب یہ ہوتا کہ آپ کا مکان جائداد اور باغات سب کی مالک حکومت ہو جاتی اور نیلام پر چڑھا کر انہیں اونے پونے فروخت کر دیا جاتا اس کے علاوہ آپ پر وطن دشمنی کا داغ الگ سے لگ جاتا۔

اعظم گڈھ میں کسٹوڈین عدالت اندرون شہر ایک عظیم کوٹھی میں قائم تھی۔ اس عدالت میں پبلک کیسوں کے خاص پیروکار ایک مشہور وکیل شاہ عبدالخالق مرحوم تھے مولانا کا کیس بھی انہیں کے سپرد تھا، حاکم ایک رفیوجی سندھی تھا جس کے بارے میں مشہور تھا کہ جلاوطنی کی زندگی گذارنے کے باعث وہ اعصابی اور ذہنی تناؤ کا شکار ہے اور کسی مسلمان کے حق میں اس نے تعصب سے بری ہو کر حق و انصاف کے مطابق کبھی کوئی فیصلہ نہیں دیا۔

دہلی کی واپسی کے بعد سے تاریخ مقدمہ تک مولانا کو اپنے ہندوستان میں رہنے کا ثبوت دینا تھا یعنی سنہ ۴۷ء سے سنہ ۵۳ء تک ہندوستان میں رہنے اور اس سے باہر نہ جانے کا بار ثبوت آپ کے ذمہ تھا۔ چھ سات سال کی طویل مدت اور یہ ثابت کرنا کہ اس پورے زمانہ میں آپ نے ایک دن کیلئے بھی ملک نہیں چھوڑا۔ کس قدر دشوار کی بات تھی؟ لیکن مولانا اس مشکل کے وقت بھی ثابت قدم رہے۔ آپ نے عدالت میں گیارہ سو سے زیادہ خطوط، منی آرڈر کی ابتدائی اور واپسی کی رسیدیں اور دوسرے ثبوت کے کاغذات اتنی وافر مقدار میں پیش کیے کہ حاکم کے ہوش اڑ گئے ان خطوط میں ملک کی مشہور ہستیوں سے لیکر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر معروف لوگوں تک کے خطوط تھے ۔ مولانا ابوالکلام آزاد کا ایک خط جب عدالت کو پڑھ
کر سنایا گیا تو اس نے کہا کہ اس مقدمہ میں ثبوت کے جو کاغذات داخل کیے گئے ہیں ان سے ان
چھ سات سالوں کی ملک کی تاریخ مرتب ہو سکتی ہے ۔ میری خواہش ہے کہ میں ان تمام خطوط
کو پڑھوں لیکن میں اردو سے ناواقف ہوں اس لئے اصل کے ساتھ ان تمام کاغذات کے
انگریزی یا ہندی ترجمے بھی داخل عدالت ہوں ۔

راقم الحروف کو بھی اس مقدمہ میں بطور گواہ پیش ہونا تھا اس لئے کہ مولانا ۴۸-۱۹۴۹ء
میں ایک سال تک دارالعلوم احمدیہ سلفیہ میں مقیم رہ چکے تھے ۔ وہاں کا رجسٹر حاضری ،
رجسٹر قبض الوصول اور معائنہ کا وہ رجسٹر جس پر اسلامک انسپکٹر صوبہ بہار کے
رجسٹرار کے معائنہ کے وقت کے دستخط تھے سب داخل عدالت تھے اور میں اس وقت
سلفیہ میں ملازم تھا ۔ مولانا نے مہتمم سلفیہ کو لکھا کہ تاریخ مقدمہ سے دو روز پیشتر مجھے ان
رجسٹروں کی تصدیق کیلئے بھیج دیں ۔ اس طرح وہاں سے میں آیا ۔ بنارس سے ماسٹر عبدالحمید
صاحب جونپوری جامعہ رحمانیہ کے بہت سے کاغذات لیکر پہنچے ۔ اس طرح عدالت پر کاغذات
اور گواہوں کی ایک یلغار ہوگئی اور حاکم حیران و ششدر ہو کر کہنے لگا کہ آج تک میرے سامنے
ایسا کوئی کیس نہیں پیش ہوا جس میں اتنے ثبوت پیش کیے گئے ہوں ۔

حاکم نے اپنے فیصلہ میں مولانا کو ان پر لگائے گئے الزام سے بے داغ بری کر دیا
اور مولانا اس دوسری آزمائش سے بھی بحمد اللہ پوری طرح کامیاب ہو کر نکلے ۔ زندگی کے
یہ دو واقعات آپ کی زندگی میں بڑے دشوار گذار ، پریشان کن اور اضطراب انگیز
تھے ۔ لیکن جب خدا کی امداد شامل حال ہو تو دہکتے ہوئے انگارے اور بھڑکتی ہوئی آگ
بھی گلزار بنجاتی ہے ۔ ان حالات میں جس طرح رحمت خداوندی نے آپ کی دستگیری کی اس
پر بے اختیار دل سے اللہ کی تعریف اور اس کی سپاس گذاری کی دعائیں نکلتی ہیں ۔

وطن کی واپسی اور بیکاری | نومبر ۱۹۴۷ء میں جب آپ دہلی سے وطن واپس آئے تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقریباً ایک سال تک گھر رہے۔ یہاں کوئی علمی شغلہ نہیں تھا اس لئے یہ وقت بیکاری میں گذرا آپ کے برادر نسبتی نے ہمدرد کی ایجنسی لے رکھی تھی آپ کا بیشتر وقت اسی میں گذرتا تھا اواخر ۱۹۴۸ء میں جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب مرحوم کی خواہش اور طلب پر آپ دارالعلوم احمدیہ سلفیہ تشریف لے گئے اور دسمبر ۱۹۵۹ء تک یہاں درس وتدریس کی خدمات انجام دیتے رہے پھر جنوری ۱۹۶۰ء سے جامعہ رحمانیہ بنارس تشریف لائے تو اخیر عمر تک اسی سے متعلق رہے۔ یہاں تک کہ ۲۰ مئی ۱۹۶۵ء کو جان جاں آفریں کو سونپ دی۔

تعلیم کی خصوصیات مولانا کی زندگی علم دین کی خدمات کیلئے وقف تھی آپ کے تربیت یافتہ علماء ملک کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں ان میں کتنے ایسے ہیں جن کے زور بیان اور خطابت کا سکہ ہر طرف جما ہوا ہے۔ کتنے ایسے ہیں جو صاحب قلم اور اچھے انشا پرداز و اہل تحریر ہیں۔ نہ معلوم کتنوں نے مسند درس وتدریس کو زینت دی رکھی ہے۔ کتنے صاحب محراب ومنبر ہیں کچھ صاحب تصنیف وتالیف بھی ہیں۔ یہ سب آپ کی للہیت اور خلوص کا کرشمہ تھا کہ ۹۰ سال کی تدریسی زندگی میں آپ نے اتنے اہل علم اور صاحب فضل وکمال پیدا کئے آپ کی تعلیم کی خصوصیات میں یہ بات داخل تھی کہ طلباء کو ہمیشہ مطالعہ کی تاکید فرماتے، اگر طلباء دوران درس جاندار سوالات نہ کریں تو بڑے کبیدہ خاطر ہوتے اور یہ سمجھتے کہ یہ لوگ مطالعہ نہیں کرتے۔ ان کی عبارتوں پر خاص توجہ دیتے مجال نہیں کہ کوئی طالب علم غلط عبارت پڑھکر آگے بڑھ جائے۔ اسی کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت پر خاص نگاہ رکھتے راتوں کو ان کے مطالعہ اور کتب بینی کی نگرانی فرماتے۔ دوران درس اگر کسی طالب علم کے بارے میں یہ محسوس ہوتا کہ وہ استاد کی تقریر کی طرف دھیان نہیں دیتا تو سرزنش کے ساتھ ساتھ بسا اوقات اسے جسمانی سزا دینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ ہمیشہ یہ کوشش فرماتے کہ کتاب کا کوئی گوشہ تشنۂ تشریح نہ رہ جائے اور طلباء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوری طرح کتاب کو سمجھ کر سبق سے اٹھیں۔ حدیث و تفسیر کے اسباق میں مذاہب اور ان کے مدارو ماخذوں کی تشریح کے ساتھ صحیح مذہب کے دلائل ہمیشہ بیان فرماتے۔ طلبا کے لباس وضع قطع اور نماز باجماعت کی حاضری پر ہمیشہ آپ کی نظر رہا کرتی تھی اوران باتوں کے لئے ہمیشہ انھیں فہمائش کیا کرتے تھے۔ غرضیکہ مولانا ایک شفیق مربی اور عاقبت اندیش استاد کی حیثیت سے ہمیشہ طلبار کی نگرانی فرمایا کرتے اور ان کی فلاح و کامرانی میں برابر کوشاں رہتے۔

تقریر و تحریر آپ کی تقریر میں بلا کی اثر انگیزی تھی جو بات کہتے دلوں میں اترتی جاتی زور بیان ایسا کہ سننے والے دم بخود رہ جاتے۔ اظہار حق میں کبھی آپ نے مداہنت نہیں کی نہ تو ملامت گروں کی ملامت کا ڈر اور نہ کسی کی خوشی اور ناخوشی کی پرواہ۔ بزرگوں کے بھرے مجمعوں میں اظہار حق سے باز نہ رہتے۔ بنارس کی مسجد اہلحدیث میں جب آپ نے پہلا خطبہ دیا تو سمجھدار اور سنجیدہ لوگ کہنے لگے کہ تقریریں تو بہت سی سنی ہیں لیکن مولانا کا انداز بیان جداگانہ اور نرالا ہے۔ ایسی تقریر زندگی میں پہلی بار سننے کا اتفاق ہوا ہے۔

مولانا لکھنؤ کی دینی تعلیمی مجلس کے ممبر تھے۔ علی میاں مولانا منظور نعمانی قاضی عدیل عباسی اور دوسرے نامور اہل علم کے ساتھ آپ بھی اس کی نشستوں میں شریک ہوتے رہے بچوں کیلئے ابتدائی نصاب تعلیم کی ایسی کتابوں کی تصنیف کا مسئلہ درپیش تھا جو سب کے لئے قابل قبول ہوں۔ بات یہ چل رہی تھی کہ دینیات کی تصنیف کس ڈھنگ سے کیجائے؟

کسی ممبر نے مشورہ دیا کہ دیوبندی عقائد کے مطابق انھیں لکھوایا جائے۔ مولانا نے فرمایا کہ اس میں تمام مذاہب کی نمائندگی نہیں ہوتی اس لئے یہ کتابیں دوسرے اہل مذاہب کے لئے قابل قبول نہ ہونگی۔ اس پر یہ ترمیم پیش ہوئی کہ دوسرے مذاہب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی باتیں حاشیہ پر لکھ دی جائیں ۔

مولانا نے فرمایا کہ سب سے بہتر یہ ہے کہ کتابیں قرآن وسنت کے مطابق لکھوائی جائیں دیوبندی اور دوسرے مکتبۂ فکر کی وضاحت اس کے حاشیہ پر کر دی جائے ۔ بالآخر بات اس پر ختم ہوئی کہ ہر مکتبۂ فکر کو آزادی دیدی جائے کہ وہ اپنے مسلک کے مطابق اپنی کتابیں تصنیف کر کے داخل نصاب کر لے ۔

مولانا کی تحریر بھی بڑی دلگداز اور پر اثر ہوا کرتی تھی ۔ زیر نظر کتاب سے ناظرین آپ کے انداز تحریر کا بخوبی پتہ چلا سکتے ہیں ۔ اس کے علاوہ مولانا کی متعدد دیگر تصنیفات ہیں ۔ تراویح سے متعلق آپ کی معرکۃ الآراء تصنیف الیسی مسکت دنداں شکن اور پر از معلومات ہے کہ اس بحث کو آپ نے آخری حد تک پہنچا دیا ہے ۔

اس کے علاوہ " رد عقائد بدعیہ " اپنے موضوع پر ایک نرالی کتاب ہے جب آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس میں بچوں کی درسی کتابوں کی تصنیف کا مسئلہ پیش ہوا تو یہ خدمت آپ کو سونپی گئی ۔ آپ نے " چمن اسلام " کے متعدد حصوں کو رمضان کی تعطیل میں مرتب فرما کر اسے کانفرنس کے حوالے فرما دیا ۔ اور احتیاط یہ کی کہ مصنف کی حیثیت سے آپ کا نام کہیں نہ آنے پائے ۔ جس زمانے میں آپ اس کی تصنیف فرما رہے تھے مجھ سے فرمایا کہ بچوں کے معیار کے مطابق کچھ نظمیں لکھو تاکہ ان کو شامل کتاب کیا جائے میں نے چند نظمیں آپ کی خدمت میں پیش کیں ۔ فرمایا کہ اس کی زبان بچوں کے معیار سے کچھ بلند ہے لیکن مضائقہ نہیں ۔ دو نظموں کو آپ نے تیسرے حصہ میں شامل فرمالیا اس حصہ کے ابتدا کی حمد و نعت آپ ہی کی فرمائش پر لکھی گئی تھی ۔

مولانا کی تحریر حشو و زوائد سے پاک ہوا کرتی تھی ۔ جب کسی کی بات کی گرفت کرتے تو اس کے فرار کے تمام راستے مسدود ہو جایا کرتے ۔ تردید میں دلائل کے انبار لگا دیتے تھے اور تمام دلیلیں مستند اور معتبر ہوا کرتی تھیں ۔ حوالوں میں بڑی احتیاط

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برتتے۔ کسی کی کوئی بات کسی دوسرے شخص کی تحریر سے ثبوت میں پیش کرنی ہوتی تو جب تک اصل مرجع سے اس کا مقابلہ نہ کر لیتے مطمئن نہ ہوتے ایک مرتبہ ایک بڑے مصنف کے بارے میں فرمایا کہ ان کے حوالوں پر مجھے اعتماد نہیں ہے۔ بار بار کے تجربوں کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ تم بھی اصل سے مقابلہ کئے بغیر ان کے حوالوں پر اعتماد نہ کرو۔

غرضیکہ مولانا اپنی خصوصیات کے اعتبار سے یگانۂ روزگار شخصیت کے مالک تھے۔ مجھ سے بار بار فرمایا کہ جب کسی کے رد میں مجھے کوئی جوابی مضمون لکھنا ہوتا ہے تو جب تک تمام دلائل نہ لکھ لوں مجھے چین نہیں آتا۔ مختصر الفاظ میں ایسا ٹھوس، معقول اور دندان شکن جواب دیتے کہ آپ کی قادرالکلامی پر حیرت ہوتی۔

حالات اور وقت کے تقاضوں کے مطابق مولانا کے بہت سے قیمتی مضامین ملک کے مختلف اخبارات و رسائل میں شائع ہوتے رہے دارالحدیث رحمانیہ دہلی کا ماہنامہ رسالہ "محدث" محرم ۱۳۵۲ھ مطابق مئی ۱۹۳۳ء سے ستمبر ۱۹۴۲ء تک برابر شائع ہوتا رہا۔ دوسری جنگ عظیم کے زمانہ میں جب کاغذ کی نایابی شباب پر پہنچ گئی تو مجبوراً جنوری ۱۹۴۳ء سے اس کی اشاعت ملتوی کر دینی پڑی۔ پھر جب حالات کچھ سازگار ہوئے تو اپریل ۱۹۴۶ء سے اس کی اشاعت دوبارہ شروع ہوئی اس میں مولانا کے قلم سے جو مضامین شائع ہوئے ان کی جامعیت اور افادیت کا فیصلہ ناظرین خود فرما سکتے ہیں۔ دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ میں قیام کے دوران آپ نے الہدیٰ کی خدمت بھی کی ہے اس میں کتنے مضامین ایسے ہیں جن پر موصوف کا نام نہیں ہے مثلاً ۱۶ مئی ۱۹۴۹ء کا افتتاحیہ بعنوان "تذکار شہیداں اور اہلحدیث" یا ۱۶ مئی ۱۹۴۹ء کی اشاعت میں فتنۂ اشتراکیت کے عنوان سے جو مضمون شروع ہوا ہے اور پانچ قسطوں میں اختتام پذیر ہوا ہے وہ بھی آپ ہی کا لکھا ہوا ہے۔

ملک کے دوسرے اخبارات و رسائل مثلاً "زندگی" رام پور اخبار "مدینہ" بجنور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"مصباح"، "شستشہنیاں" "انصاف"، الہ آباد، مرحوم "اہلحدیث"، امرتسر، موجودہ "اہلحدیث"، دہلی، "ترجمان"، دہلی، الاعتصام لاہور، اخبار محمدی، مرحوم وغیرہ میں بھی وقتاً فوقتاً آپ کے مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔

جماعتی درد انقلاب ۱۹۴۷ء کے بعد جماعت اہلحدیث کا واحد تبلیغی ادارہ "آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس"، انحطاط کی زد میں آگیا۔ تقسیم کی وجہ سے جماعت کے بہت سے جید علماء ہندوستان سے کٹ گئے۔ جو لوگ یہاں رہ گئے تھے ان میں سے بھی بہت سے لوگ ترک وطن کر کے پاکستان کے شہری بن گئے۔ دہلی کا شہر جو جماعت کا علمی گہوارہ تھا تقریباً قابل ذکر علماء سے خالی ہو گیا۔ یوپی اور بہار وغیرہ میں چند گنی چنی شخصیتیں رہ گئی تھیں۔ اس لئے کانفرنس بھی انحطاط کا شکار ہو گئی سالہا سال تک اسکی تمام سرگرمیاں موقوف رہیں بالآخر مولانا اور آپ کے کچھ رفقاء نیز حضرت مولانا عبدالوہاب آروی مدظلہ کو کانفرنس کے احیاء کا خیال پیدا ہوا۔ کافی جدوجہد کے بعد اس کا دستور اساسی مرتب ہوا۔ ممبر سازیاں ہوئیں نئے انتخابات عمل میں آئے اور حرکت و عمل کے آثار پیدا ہوئے مولانا نے اس سلسلہ میں زبان و قلم اور دواد و دہش سے کانفرنس کی جو خدمتیں انجام دی ہیں ان کی تفصیلات ایک مستقل عنوان کی طالب ہیں۔ مختصر یہ کہ آپ کو جماعت کا جتنا درد تھا۔ اور اجتماعی حیثیت سے عملی جدوجہد کے آپ جتنے خواہشمند تھے۔ اب وہ درد اور خواہش دوسروں میں بہت کم نظر آتی ہے۔

اتفاق کی بات ہے کہ ۳۰ مئی ۱۹۶۵ء کو جب "صوبائی جمعیۃ اہلحدیث یوپی" کا انتخابی اجلاس بنارس میں ہو رہا تھا عین کاروائی کے دوران مولانا کی خطرناک علالت کی اطلاع بذریعہ ٹیلیفون و ٹیلیگرام بنارس پہنچی اور مقامی و غیر مقامی تمام شرکاء اجلاس انتخابی کاروائی کو نشستہ چھوڑ کر بسوں اور ٹیکسیوں کے ذریعہ آپ کے وطن کو روانہ ہو گئے۔ بالآخر اسی دن آپ کا وصال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرکزی دار العلوم اور نصاب تعلیم کمیٹی

مولانا کو مرکزی دار العلوم کے قیام سے جو لگاؤ تھا اسکی عکاسی ہمارے حیطۂ امکان سے باہر ہے نہ معلوم جمعہ کے کتنے خطبات میں آپ نے اس کی ترغیب و تحریص دلائی۔ اس کی میٹنگوں میں برابر شریک ہوتے رہے اس سے متعلق شائع ہونے والے تمام پوسٹر اشتہارات اور اعلانات آپ کی نگاہوں سے گذرتے۔

مولانا مرکزی دار العلوم کی نصاب تعلیم کمیٹی کے کنوینر تھے اور سخت علالت کے باوجود اس کی پوری نشستوں میں شرکت فرمایا کرتے تکلیف کیوجہ سے بیٹھنا دوبھر ہوتا لیکن تکیہ کے سہارے لیٹ کر اسکی کارروائی میں حصہ لیتے۔ اس طرح آپ کی سرکردگی میں دار العلوم کا پہلا نصاب تعلیم مرتب ہوا۔

علالت اور وفات

مولانا کی علالت بہت پہلے شروع ہوئی، بیماری کی پہلی تکلیف اس وقت محسوس ہوئی جب آپ رمضان کی تعطیل میں گھر تھے۔ پھر کچھ افاقہ ہوگیا۔ تعطیل ختم کرکے جب آپ عازم بنارس ہوئے تو راستہ میں پھر یہ تکلیف عود کر آئی۔ ایک جانب کے پہلو میں شدید قسم کا درد اٹھتا جو آپ کو بے چین بنا دیتا۔ سینکنے اور مالش کرنے سے کمی ہوجایا کرتی تھی۔ بنارس میں یونانی اور ایلوپیتھک علاج برابر ہوتا رہا۔ جامعہ رحمانیہ کے سرپرستوں نے مولانا کے علاج و معالجہ کے سلسلہ میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ ناقابل فراموش ہیں اللہ انھیں اسکا اجر دے۔

علاج کے ساتھ ساتھ مرض بڑھتا گیا۔ جامعہ رحمانیہ کے طلبا اور اساتذہ بیشتر اوقات آپ کی خدمت میں حاضر رہتے اور آپ کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھتے۔ جب بیماری نے بہت طول کھینچا تو لوگوں کی رائے ہوئی کہ آپ کو ہندو یونیورسٹی کے سرسندر ہسپتال میں داخل کردیا جائے۔ اس کے لئے ایک پرائیوٹ کمرہ لیا گیا اور مولانا کو کار کے ذریعہ وہاں پہنچایا گیا۔ ڈاکٹروں نے پہلے ہی معائنہ میں شبہ ظاہر کیا کہ آپ کو کینسر کی شکایت ہے یہ سنکر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کے ہوش اڑ گئے۔ بہر صورت وہاں علاج ہوتا رہا۔ ڈاکٹروں نے آپ کے آپریشن کی تجویز رکھی اور آخر وہ تاریخ آگئی جب مولانا کا آپریشن ہونا تھا۔ آپ کو آپریشن کے تھیٹر روم میں لیجایا گیا اور گھنٹوں کے بعد واپس لایا گیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد لوگوں میں یہ خبر گشت کرنے لگی کہ مقام ماؤف کو کھول کر ڈاکٹروں نے آپ کا مرض دیکھا اور کسی عمل جراحی کے بغیر اسی طرح ٹانکے لگا دیئے۔ اس لئے کہ مرض لاعلاج حد تک ترقی کر گیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

مولانا آپریشن کا زخم بھرنے تک ہسپتال کے نرسنگ ہوم میں زیر علاج تھے جب ڈاکٹروں نے جانے کی اجازت دیدی تو آپ دارالاقامہ منتقل ہو گئے نقاہت اور کمزوری حد سے زیادہ تھی کچھ دنوں دارالاقامہ میں رہنے کے بعد آپ اپنے وطن آنے کے لئے پریشان ہو گئے۔ آپریشن سے لیکر گھر آنے تک آپ کو آپ کے مرض کی اطلاع نہیں دیگئی کہ مبادا آپ کی پریشانی بڑھ جائے۔ ویسے ملاقات کیلئے آنیوالے مختلف حضرات کی زبانی آپ کو معلوم ہو گیا کہ میرا مرض ڈاکٹروں نے کینسر بتایا ہے اور بغیر کسی عملی جراحی کے مجھے ہسپتال سے رخصت کیا گیا ہے۔ ہسپتال کی ایمبولینس کار کے ذریعہ آپ کو راتوں رات بنارس سے گھر لایا گیا اور چند ہی دنوں کے بعد آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ الخ

شادی اور اولاد

مولانا نے اپنی زندگی میں تین شادیاں کیں۔ پہلی شادی کاٹھ راؤیں ہوئی جس کا ریلوے اسٹیشن بلتھرا روڈ ہے جو بھٹنی کی لائن میں مئو سے تین چار اسٹیشن آگے ہے اس شادی سے مولانا کے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو سات آٹھ سال کی ہو کر انتقال کر گئی اس بیوی کے انتقال کر جانے کے بعد دوسری شادی بھوجاپور ہوئی۔ جو ضلع غازیپور کا ایک موضع ہے اور اس کا اسٹیشن پیپری ڈیہہ ہے اس شادی سے بھی ایک لڑکی تھی جس کا نام زیب النساء تھا لیکن یہ بچی بھی کم عمری ہی میں انتقال کر گئی یہ بیوی خوش آیند شاہتانہ ہو سکی اس لئے مولانا نے طلاق دیکر اسے علیحدہ کر دیا۔ تیسری شادی گاؤں میں شیخ عبدالرحمن کی لڑکی صالحہ خاتون سے ہوئی جو اب تک بقید حیات ہیں ان سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا کی تین اولاد نرینہ اور ۲ لڑکیاں ہیں لڑکوں کے نام علی الترتیب آفتاب احمد، ہلال احمد اور نہال احمد ہیں بڑی لڑکی کا نام عابدہ خاتون اور چھوٹی کا رضیہ خاتون ہے۔
آفتاب احمد سوناتھ بھنجن میں ایک جگہ ملازم ہیں اور نہال احمد تحصیل معاش کیلئے دوکانداری میں مصروف - البتہ ہلال احمد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فراغت کے بعد جامعہ ہی کے تبلیغی مشن پر نیجیریا (افریقہ) میں مامور ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں مولانا کا صحیح جانشیں بنائے۔ آمین

زہد و تقویٰ حق گوئی و بیباکی

پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں کہ مولانا بڑی شدت کے ساتھ سنت کی پابندی فرماتے تھے۔ کتاب و سنت کیخلاف کوئی بات گوارہ نہ کرتے، فرائض، واجبات و سنن کی رعایت میں ہمیشہ سبقت فرماتے، میں نے دسیوں سال سے زیادہ سفر و حضر میں آپ کی خدمت کی ہے اور آپکے ساتھ رہا ہوں بلکہ فارسی کے کچھ حصہ کی تعلیم سے لیکر عربی کی تکمیل تک مجھے آپ کی شاگردی کا فخر حاصل ہے جامعہ رحمانیہ بنارس میں تدریسی خدمات انجام دیتے وقت بھی میں مولانا ہی کے سایۂ عاطفت میں رہا۔ اس لئے میں نے مولانا کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ آپ کے اندر ایمانی حرارت اور دینی گرمی اتنی زیادہ تھی کہ لوگ آپکے سامنے جاتے گھبراتے تھے آپکی شخصیت بڑی پُروقار تھی، گم گوئی عادت میں داخل تھی مگر جب کوئی ناگوار بات دیکھتے یا سنتے تو خاموش نہ رہ سکتے اور کھل کر اسکی مذمت کرتے اتباع حق ہی ایک مسلمان کی سب سے بڑی سعادت ہے اس لئے مولانا جیسا متقی اور پرہیزگار مشکل سے ملیگا۔

مولانا کی حق گوئی و بیباکی کے بہت سے واقعات ہیں ان تمام کی تفصیل طوالت کا سبب ہوگی اس لئے صرف ایک بات کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں۔ مولانا حفظ الرحمٰن کے انتقال پر بنارس میں ایک تعزیتی جلسہ ہوا۔ صدر مولانا عبد المتین صاحب مرحوم رئیس بنارس تھے مقررین میں ہر طبقہ اور ہر خیال کے لوگ تھے اس لئے یہ جلسہ ہر فرقہ کا نمائندہ جلسہ تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مقرر نے مولانا حفظ الرحمٰن کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے جنگ آزادی سے متعلق دارالعلوم دیوبند کی طرف کچھ غلط باتوں کا انتساب کیا۔ اس کے بعد مولانا کی باری تھی آپ نے جنگ آزادی کی پوری تاریخ ادھیڑ کر رکھدی، اور اچھی طرح واضح کر دیا کہ فرط عقیدت میں لوگ کتنی غلط بیانیاں کرتے ہیں؟

آپ کی تقریر سے جلسہ کی فضا بدل گئی اور لوگوں کو جنگ آزادی کی صحیح تاریخ معلوم ہو گئی۔ یہ تقریر ریکارڈ ہو کر اتبک اصحاب مدن پورہ کے پاس محفوظ ہے۔

مولانا نے جس ماحول میں پرورش پائی، اور آپ کی زندگی پر جو باتیں اثر انداز ہوئیں اسکا لازمی نتیجہ تھا کہ حق پسندی، صدق شعاری آپ کی طبیعت ثانیہ بن جاتی ایسی حالت میں یہ تہمت اور اتنا بڑا الزام کہ "ہندستان کی تحریک آزادی اور ملک کی سیاسی زندگی میں جماعت اہلحدیث کا کوئی کردار یا کوئی حصہ نہیں ہے" کس طرح برداشت کر سکتے تھے یہ تہمت آپکی غیرت کیلئے ایک کھلا ہوا چیلنج تھی۔ اس لئے آپ نے اس الزام کو دفع کرنے کے لئے قلم اٹھایا۔ موجودہ کتاب مولانا کے اسی جواب کی عکاسی کرتی ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد ناظرین کرام خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ الزام دینے والوں کی بات میں کتنا وزن ہے؟

دارالحدیث رحمانیہ دہلی اور اس کے مہتمم جناب شیخ عطاء الرحمان مرحوم اس "تحریک جہاد و حریت وطن" کے علمبرداروں میں تھے۔ اس لئے مولانا کی روح کو یہاں سے بھی غذا ملی اور مولانا اس میدان کے مجاہد بن گئے۔

مولانا کی ہستی ایک مغتنم ہستی تھی اگر آپ کی زندگی اور صحت کچھ دنوں اور ساتھ دیتی تو معلوم نہیں آگے آپ دین و ملت کی کتنی خدمتیں انجام دیتے۔ اللھم اغفر له وارحمه واکرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد۔

(آزاد رحمانی)

۷ر جولائی ۱۹۷۲ء
۲۵ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین. والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین محمد وآلہ وصحبہ واتباعہ اجمعین، اما بعد

متحدہ ہندوستان کی سب سے پہلی وہ انقلابی تحریک جس کی بابت یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ وہ اپنے نصب العین اور مقاصد کے لحاظ سے صحیح معنی میں دینی بھی تھی اور سیاسی بھی۔ وہ ہے سید احمد بریلوی اور مولینا اسماعیل الشہیدین کی تحریک جہاد وتجدید دین۔ یہ تحریک اب کافی متعارف ہو چکی ہے۔ اس پر اخبارات اور رسائل میں بھی مضامین لکھے گئے ہیں اور کتابیں بھی شائع ہوئی ہیں۔ کسی نے بسط وتفصیل سے لکھا ہے اور کسی نے تلخیص واختصار کے ساتھ۔

اس میں شبہ نہیں کہ اس تحریک کے قائدین میں بھی اور اس کے متبعین ومعاونین میں بھی احناف اور اہل حدیث دونوں مسلک کے افراد شامل تھے لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس تحریک کو چلانے اور اس کو ایک عرصہ تک باقی رکھنے کیلئے اہلحدیثوں کی جانی اور مالی قربانیاں ایک نمایاں شان رکھتی ہیں۔ بالخصوص بالاکوٹ میں شہادت کا حادثہ (۱۸۳۱ء ۱۲۴۶ھ میں) پیش آجانے کے بعد تو اس کے جھنڈے کو اونچا رکھنے کی سعادت جن بزرگوں کو حاصل ہوئی وہ صادق پور (پٹنہ) کے اہل حدیث ہی تھے۔ یہاں تک کہ انگریز حکومت کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دورِ استبداد میں جب اس تحریک کا ظاہری سطح پر باقی رکھنا دشوار ہو گیا تو وہ اہلحدیث ہی تھے جنکے سینوں میں اس کے شرار سے سلگتے رہے۔ انھوں نے کبھی بھی اس تحریک سے کلی طور پر اپنا تعلق منقطع نہیں کیا۔ وہ نہایت خفیہ طریقے پر سرحد کے پار بقیۃ السلف مجاہدین کو برابر ہر قسم کی امداد پہونچاتے رہے اس کے علاوہ بھی انگریزی حکومت کے خلاف ملک میں جب کبھی کوئی شورش برپا ہوئی اور کوئی سیاسی تحریک چلائی گئی تو اہلحدیث اپنے تناسب آبادی کے لحاظ سے برابر اس میں شریک ہوتے رہے۔ متحدہ ہندوستان کی کوئی ایسی انقلابی تحریک نہیں بتائی جا سکتی جس میں اہلحدیث افراد شامل نہ رہے ہوں۔ مگر تاریخ کے ساتھ یہ بے انصافی اور تنگ نظری دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا ہے کہ اہلحدیث کی جہادی اور سیاسی خدمات کو چھپانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اتنا ہی نہیں کہ متعصب تاریخ نگار ان کا ذکر نہیں کرتے، بلکہ نوبت یہاں تک آگئی ہے کہ کہنے والوں نے برملا کہہ دیا کہ :-

"۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے لیکر اب تک اہلحدیث کے علماء و مشائخ نے سیاست اور عملی جہاد میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ نہ سیاست سے از آں دم تا ایں دم ان کو کوئی لگاؤ ہے۔ بہت عرصہ ہوا جماعت اہلحدیث سیاست سے الگ ہو چکی ہے، اسکو بالاکوٹ سے آج کچھ بھی لگاؤ اور نسبت نہیں رہ گئی ہے"

(اخبار اہلحدیث دہلی بابت یکم دسمبر سنہ ۱۹۶۱ء)

میں نے اس مکروہ اور غلط الزام کے خلاف اخبار میں پر زور احتجاج کیا۔ اور جواب میں "اہلحدیث اور سیاست" کے عنوان سے مسلسل کئی قسطوں میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین لکھے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ان مضامین کے حق میں بہت سے اہل علم اور اصحاب ذوق حضرات نے صدائے تحسین بلند کی۔ زبانی اور خطوط کے ذریعہ میری حوصلہ افزائی کی۔ اور مطالبہ کیا کہ یہ مضامین کتابی شکل میں مرتب کرکے شائع کئے جائیں، چنانچہ اس مشورے کے بعد میں نے اخبار میں اس مضمون کی اشاعت بند کردی اور کتابی ترتیب کیطرف متوجہ ہو گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

اہلحدیث اور سیاست

اخبار اہل حدیث دہلی بابت یکم دسمبر ۱۹۶۱ء میں "سفر مالیر کوٹلہ پنجاب" کے عنوان سے مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی جھنڈانگری کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں انھوں نے دہلی کے مشہور محلہ پھاٹک حبش خاں کی مسجد محتسب میں ایک کشمیری فاضل سے اپنی ملاقات اور کشمیری صاحب کے گھر سے "تاریخی انکشافات" اور "قیمتی علمی افادات" سے مستفیض ہونے کا تذکرہ بڑے شاندار الفاظ میں کیا ہے۔ کشمیری فاضل نے مولانا جھنڈانگری کی معرفت جماعت اہل حدیث کے نام اپنا ایک "پیغام" بھی بھیجا ہے جسکو بڑی سعادت مندی کے ساتھ ہمارے عزیز محترم مولانا جھنڈانگری نے اخبار اہلحدیث کے ذریعہ جماعت کو پہونچایا ہے۔ مولانا جھنڈانگری لکھتے ہیں۔

۱۰ اپریل کی شب میں مسجد محتسب میں جماعت اہل حدیث کے ایک ممتاز اور بالبصیرت عالم و ممبر پارلیمنٹ مولانا عبدالرحمٰن صاحب کشمیری سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے خاکسار سے جماعتی حالات پر بہت دیر تک بہت دلچسپ باتوں کا سلسلہ قائم رکھا ...... الخ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ فرمایا کہ آج کے موجودہ بے عمل اہلحدیث افراد کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ شیخی اڑاتے ہوئے بالاکوٹ سے اپنی نسبت کی لن ترانیاں سناتے رہیں ...... مولانا کشمیری نے کہا کہ سرخیل جماعت سیّد الطائفہ مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی نے بھی سیاست سے کنارہ کشی کرلی ۔ انگریزوں کے خلاف فتویٰ جہاد پر دستخط نہیں کئے ...... اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مولانا نے ایک میم کی جان بچائی تھی اور اس کے معاوضہ میں ان کو کئی کئی بار انعام ملا ۔ یہ بھی فرمایا کہ یہ تمام حالات اشاعۃ السنہ میں موجود ہیں ۔ سرخیل علماء مولانا سید نذیر حسین کے وقت سے لیکر اب تک آپ کے علماء و مشائخ نے سیاست اور عملی جہاد میں کوئی حصہ نہیں لیا ...... نہ سیاست سے از آں دم تا ایں دم کوئی لگاؤ ہے ۔ کہنے لگے میرا پیغام پہونچا دیا جائے کہ جماعت اہلحدیث بہت عرصہ ہوا سیاست سے الگ ہو چکی ہے ، اسکو بالاکوٹ سے اور سیاست و عملی اقدام سے آج کچھ بھی لگاؤ اور نسبت باقی نہیں رہ گئی "

ہم نے اس پیغام رسانی کی خدمت کو مولانا جھنڈانگری کی سعادتمندی اس لئے کہا ہے کہ انھوں نے کشمیری صاحب کے اس " پیغام " کو جماعت اہلحدیث تک پہونچا دینے ہی پر اکتفا کر لینا مناسب نہیں سمجھا ، بلکہ ساتھ ہی یہ بھی ضروری سمجھا کہ اس کے آخر میں اپنا تائیدی و تصدیقی دستخط بھی ثبت فرمادیں ، چنانچہ لکھتے ہیں ۔

" ممکن ہے ماحول کی عدم مساعدت کا عذر کیا جائے لیکن بہرحال یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح ہے کہ میدانِ سیاست ومعرکۂ بالاکوٹ جیسے عملی اقدام سے جماعت اہلحدیث ایک عرصہ سے علحدہ ہوچکی ہے"

ہم چونکہ کشمیری صاحب کے متعلق اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہیں کہ وہ اہلحدیث ہیں اس لیئے ان کے تاثرات اور ارشادات کی بابت تو ہمیں کوئی تعجب نہیں ہوا لیکن اپنے عزیز بھائی مولانا جھنڈانگری کی اس تائید وتصدیق کو پڑھکر افسوس ضرور رہا۔ اور کسی کا یہ شعر یاد آیا ؎

خندۂ اہل جہاں کی مجھے پروا کیا تھی
تم بھی ہنستے ہو مرے حال پہ رونا یہ ہے

ہم نہیں کہہ سکتے کہ مولانا جھنڈینگری کن اطلاعات کی بنا پر محترم ممبر پارلیمنٹ موصوف کو "جماعت اہل حدیث کا ممتاز اور بالبصیرت عالم" سمجھ رہے ہیں۔ حالانکہ وہ صرف انگریزی تعلیم یافتہ ہیں اور اپنے مسلک کی بابت برابر اسکا اظہار کرتے رہتے ہیں کہ "میں اہلحدیث نہیں ہوں" ابھی تین چار مہینے پہلے (ستمبر ۱۹۶۱ء میں) آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کی مجلس عاملہ کی ایک میٹنگ میں شرکت کیلئے میرا دہلی جانا ہوا تھا۔ میرے ساتھ رفیق مکرم حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مبارکپوری مدظلہ العالی بھی تھے پھاٹک حبش خاں میں ایک اہل حدیث رئیس کے مکان پر تمام ممبران عاملہ ناشتہ پر مدعو تھے، وہیں ممبر پارلیمنٹ موصوف بھی تشریف لائے تھے اور مولانا مبارکپوری سے گفتگو کرتے ہوئے انھوں نے صاف صاف فرمایا کہ "میں اہلحدیث نہیں ہوں" اس کے علاوہ درایۃً بھی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ سکولر حکومت کی پارلیمنٹ کا ممبر ہوتے ہوئے موجودہ حالات میں اہلحدیث کہلانا گوارہ بھی کیسے کریں گے ؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جبکہ اس جماعت میں نہ جہاد کی روح ہے اور نہ سیاست میں عملی اقدام کی جرأت۔ وہ تو شاید پارلیمنٹ میں اپنے "مجاہدانہ عزائم" کی تکمیل ہی کیلئے تشریف لے گئے ہیں۔ اللہ ان کی مدد فرمائے۔

میں جانتا ہوں کہ باوجود انگریزی تعلیم یافتہ ہونے کے مذہبیات کے متعلق بھی موصوف کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔ عربی کتابوں کے اردو ترجمے انھوں نے خوب پڑھے ہیں۔ بہت سی عربی کتابوں کی نسبت ہم نہیں جانتے کہ ان کا اردو ترجمہ ہوا ہے یا نہیں۔ لیکن وہ پوری بصیرت کے ساتھ بتا سکتے ہیں کہ کب ہوا ہے اور کس نے کیا ہے۔ مذہبی کتابوں کے مطالعہ کا بڑا شوق ہے۔ برابر ایسی کتابوں کی جستجو اور تلاش میں رہتے ہیں۔ اس لحاظ سے وہ بلاشبہ قابل قدر اور لائق احترام ہیں۔ اگرچہ عربی کی استعداد اتنی نہیں کہ عربی کتابوں سے براہ راست خاطر خواہ استفادہ کر سکیں تاہم مذہب سے شغف اور شوق مطالعہ کی فراوانی کا یہ اثر ہے کہ بعض مسائل کی واقفیت میں وہ ہم سے بہت آگے ہیں۔ مگر ساتھ ہی مجھے اس حقیقت کا اظہار کرنے میں بھی کوئی تامل نہیں ہے کہ ہندوستان[1] کی تحریک اہلحدیث کی بابت موصوف کے خیالات ہرگز صحیح نہیں ہیں۔ اور اطلاق و عمومیت کے ساتھ ان کا یہ الزام لگا دینا کہ عرصہ ہوا جماعت اہلحدیث سیاسیات سے عملاً الگ ہو چکی ہے، واقعات کے بالکل خلاف ہے۔ ہم فاضل کشمیری کے اس تاثر پر کیا تعجب کریں کہ شیخ الکل حضرت مولانا سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ انگریز کے خلاف نہ تھے، جبکہ کہنے والوں نے

---

[1] ہندوستان سے میری مراد غیر منقسم ہندوستان ہے۔ اس لئے ملک کا وہ حصہ جسکو آج "پاکستان" کہا جاتا ہے وہ بھی اسمیں داخل ہے۔ یہ نکتہ آئندہ بھی ملحوظ خاطر رہے ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خود حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت بھی کہہ دیا کہ وہ انگریز کے مخالف نہیں تھے ان کی تحریک جہاد انگریزوں کے خلاف نہیں بلکہ صرف سکھوں کے خلاف تھی۔ مولانا ابوالحسن علی میاں نے "سیرت احمد شہید" میں اسکا رد کیا ہے اور مولانا غلام رسول مہر نے تو "جماعت مجاہدین" کا پہلا باب خاص اسی مبحث پر لکھا ہے اور "سید احمد شہید" کی پہلی جلد میں اس تحریک کے مقصد اور نصب العین پر بڑی مبسوط گفتگو کی ہے

اہلحدیث کی مجاہدانہ خدمات کو چھپانے کی ناروا کوشش | تاریخ پر ظلم اور | ہندوستان کی سب سے خالص دینی اور اسلامی تحریک کی تاریخ کی بابت

جس کا ماضی نہایت شاندار اور درخشاں ہے مختلف قسم کی ریشہ دوانیاں برابر جاری ہیں۔ اس تحریک کی اصلی دعوت اور اس کے حق پرست داعیوں کے خلاف انگریز مورخوں کی غلط بیانیوں اور علماء اہل بدعت کی افترا پردازیوں کا تو شکوہ نہیں کہ ان سے اس کے علاوہ کسی چیز کی توقع ہی کب تھی ؛ لیکن اس وقت جذبات پر قابو رکھنا مشکل ہو جاتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ حق و انصاف کے خون کی چھینٹیں ان کے دامن پر بھی ہیں جو آج ہندوستان میں تمام مسلمانوں کے مذہبی، سیاسی اور تاریخی حقوق کے تحفظ کا دعویٰ رکھتے ہیں۔

جمعیۃ علماء ہند کے ایک بڑے عہدہ دار اور ممتاز رکن جناب مولانا سید محمد میاں نے "علمائے ہند کا شاندار ماضی" لکھا ہے اور تقریباً ایک ہزار صفحات میں پھیلا کر لکھا ہے۔ اس کا تیسرا حصہ "علماء حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے" کے عنوان سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معنون کیا گیا ہے۔ جس میں ۱۸۵۷ء کے بعد سے ۱۹۴۷ء تک کے علمائے کرام کی خدمات اور ان کے سیاسی حالات کا تذکرہ ہے۔ لیکن تنگ نظری اور عصبیت کا یہ حال ہے کہ تاریخ ہند کے اس طویل دور میں علمائے دیوبند کی چند مخصوص شخصیتوں کے سوا ہمارے مولانا کی نگاہ میں نہ تو کوئی اہلحدیث عالم "عالم حق" تھا اور نہ اس کا کوئی کارنامہ "مجاہدانہ کارنامہ"، علمائے صادق پور کا جو حال لکھا ہے اس میں اس بات کی پوری "احتیاط" کی ہے کہ کسی نوع سے انکا اہلحدیث ہونا ظاہر نہ ہو سکے

یاد ہو گا کہ نومبر ۱۹۵۵ء میں نجد و حجاز کے والی جلالۃ الملک سعود بن عبدالعزیز ہندوستان تشریف لائے تھے اور سترہ روز اس ملک میں قیام کیا تھا اس اثناء میں مختلف مقامات کا دورہ کیا، اور متعدد جماعتوں نے ان کی خدمت میں سپاسنامے پیش کئے۔ آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس نے بھی ان کا استقبال کیا تھا اور دہلی کے لال قلعہ میں ان کی خدمت میں ایک مختصر سا سپاسنامہ بھی پیش کیا تھا جمعیۃ علمائے ہند نے جو سپاسنامہ پیش کیا تھا اس کی بابت مدیر "الجمعیۃ" نے ۲۳ دسمبر ۱۹۵۵ء کی اشاعت میں لکھا ہے کہ اس "سپاس نامہ میں نہ صرف اعلیٰ حضرت کا خیر مقدم ہی کیا گیا، بلکہ ہندوستان، مسلمانان ہند اور جمعیۃ علمائے ہند کی پوری تاریخ بھی پیش کر دی گئی ہے" مگر یہ "پوری تاریخ" کیا ہے؟ وہی مولانا محمد میاں کی مذکورہ بالا کتاب "شاندار ماضی" کا پورا چربہ اور بس۔ بالفاظ دیگر ہندوستان کی، مسلمانان ہند کی، اور جمعیۃ علمائے ہند کی، "پوری تاریخ" میں جماعت اہلحدیث اور علمائے اہل حدیث کا کوئی حصہ ہی نہیں۔ بتلائیے یہ تاریخ کے ساتھ بے انصافی اور ظلم نہیں تو کیا ہے؟ حالانکہ جمعیۃ علماء کی تاسیس اور اس کی ترقی میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکابر اہل حدیث کی خدمات کو بھی بہت کچھ دخل ہے جیسا کہ ہم آگے بتائیں گے۔

یہاں یہ تاویل بھی نہیں کی جا سکتی کہ یہ جمعیۃ کے کسی فرد کی انفرادی حرکت ہے کیونکہ یہ سپاسنامہ ادارہ کی طرف سے پیش کیا گیا تھا۔

دیوبندی ہی مکتب فکر کے ایک مشہور عالم مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی گذرے ہیں۔ ان کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد یکم ستمبر ۱۹۵۷ء کے اخبار "نوائے پاکستان" لاہور میں ان کا ایک خط شائع کیا گیا تھا جو انھوں نے فروری ۱۹۵۲ء میں کسی صاحب کو تحریر فرمایا تھا۔ اس خط میں مولانا مرحوم نے سر سید احمد خاں مرزا غلام احمد قادیانی، عنایت اللہ مشرقی، سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تحریکوں کا ذکر کیا ہے اسی کے ساتھ وہ اہل حدیث کو بھی گھسیٹ لائے ہیں اور فرماتے ہیں:

> ایک بات کہتے کہتے ڈر لگتا ہے مگر حقیقت حال کو چھپایا نہیں جا سکتا کہ اہل حدیث کے نام سے جو تحریک مدراس سے شروع ہوئی تھی اسکا مقصد بھی اس وہابی تحریک کو ختم کرنا تھا جسکو حضرت سید احمد شہید بریلویؒ اور حضرت اسماعیل شہیدؒ نے شروع کیا تھا جسکا مقصد ہندوستان کو انگریزی اقتدار سے پاک کرنا تھا ..... (الاعتصام ۶ ستمبر ۱۹۵۷ء)

جس زمانے میں یہ خط شائع ہوا تھا اسی زمانے میں اس کے متعدد جوابات الاعتصام اور ماہنامہ "رحیق" وغیرہ جماعتی پرچوں میں دیئے گئے تھے۔ اس محولہ بالا اشاعت میں ہی الاعتصام نے لکھا ہے۔

> افسوس ہے مرحوم آج اس دنیا میں نہیں اور یہ خط ان کی موت کے ایک عرصہ بعد شائع کیا گیا ہے ورنہ ہم ان سے ادب کے ساتھ پوچھتے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہلحدیث کی وہ کون تحریک تھی جو مدراس سے اٹھی تھی، اور جس کا مقصد حضرت سید احمد شہیدؒ اور حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کی تحریک کو ختم کرنا تھا؟ یوپی میں اہل حدیث کی کثیر تعداد تھی، بہار اور بنگال میں بیشمار اہل حدیث تھے۔ دہلی اور پنجاب میں وسیع تعداد میں اہل حدیث تھے اور وہ سب کے سب انگریز کے مخالف تھے۔ انھوں نے نہ صرف یہ کہ حضرات شہیدین کی تحریک کی مخالفت نہیں کی۔ بلکہ ان کی حمایت میں ہمیشہ انگریزی اقتدار کے ساتھ ٹکراتے رہے۔ کالا پانی ان سے آباد ہوا، پھانسیوں پر یہ لٹکے سرحد پار انھوں نے انگریز کے خلاف دست بدست جنگ لڑی اور حضرات شہیدین کی تحریک جہاد کو پوری ہمت وجرأت سے جاری کئے رکھا۔ لیکن آج آپ فرماتے ہیں یہ انگریز کے ساتھ تھے۔ فرمایا جائے کس دور میں انھوں نے انگریز کا ساتھ دیا؟ اور کب انھوں نے مدراس سے کوئی تحریک جاری کی؟

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی عصر حاضر کے ایک ممتاز فاضل ہیں، کسی زمانے میں وہ اہل حدیث سے بہت قریب تھے۔ مگر اب وہ دیوبندیت سے کافی متاثر ہیں ان کے اسی تاثر کا نتیجہ ہے کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء قریب قریب دارالعلوم دیوبند کا ضمیمہ بنکر رہ گیا ہے۔ اب اس کے اساتذہ اور طلبہ میں ذہن وفکر کی وہ وسعت نہیں باقی رہی جو کبھی ندوہ کا امتیازی نشان تھا فقہی اعتبار سے اب یہاں بھی عصبیت پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ اہل حدیث طلباء کے ساتھ اساتذہ کا سلوک مشفقانہ اور ہمدردانہ نہیں ہے۔ اسی لئے اہلحدیث طلبہ وہاں انبساط

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور انشراحِ قلب کے ساتھ نہیں رہتے بلکہ ذہنی طور پر وہ اپنے اندر ایک قسم کی گھٹن اور اجنبیت محسوس کرتے ہیں۔ مولانا علی میاں کے ذہنی انقلاب کا ایک نمایاں اثر ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ وہ عام مجالس میں ہندوستان کے علماء کی دینی اصلاحی، علمی، سیاسی خدمات کا جب تذکرہ کرتے ہیں تو علمائے اہلحدیث کے خدمات کو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ایک دور تھا کہ ہندوستان میں مذہبی مناظروں کی خوب دھوم تھی، عیسائیوں اور آریوں کے ساتھ بڑے اہم اور معرکے کے مناظرے ہوئے ہیں۔ جن کے متعلق بعض علمائے احناف کی خدمات بھی بلاشبہ قابل قدر ہیں۔ لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ علمائے اہلحدیث کی خدمات بھی اس سلسلے میں وزن رکھتی ہیں، بالخصوص مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ تو اس میدان کے شہسوار ثابت ہو چکے ہیں۔ زبان خلق نے آپ کو "شیر پنجاب" کا لقب دیا۔ ایسے بھی موقعے آئے ہیں جہاں علمائے دیوبند کی موجودگی میں مولانا امرتسریؒ ہی کو مناظر بنایا گیا اور مولانا نے بڑی کامیابی کے ساتھ ان مورچوں کو فتح کیا ہے۔ مگر حیرت ہے اور انتہائی حیرت ہے کہ مولانا علی میاں اس سلسلے میں مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رحمت اللہ کیرانوی وغیرہ کا ذکر تو کرتے ہیں لیکن مولانا امرتسریؒ ان کو یاد نہیں آ گئے۔

ان کے ایک عربی مضمون کا ترجمہ قاضی محمد اسلم صاحب سیف فیروزپوری نے کیا جو "الاعتصام" لاہور کی متعدد اشاعتوں میں "برصغیر پاک و ہند میں اسلامی دعوت کے مختلف دور" کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس کی آخری قسط ۸ جنوری ۱۹۶۱ء کے "الاعتصام" میں شائع ہوئی ہے اسمیں علی میاں نے ان تمام دینی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریکوں اور دعوتوں کا ذکر فرمایا ہے جو گذشتہ سو سال یعنی ۱۸۵۷ء سے لیکر ہمارے اس زمانے تک برصغیر پاک وہند میں اٹھیں اور ان سے عوام کو فائدہ پہونچا۔ اسمیں مدارس اور اداروں کا ذکر بھی ہے اور افراد کے نام بھی ہیں۔ مگر داد دینی چاہیئے علیٔ میاں کی اس "احتیاط" کی کہ اس دور کی مختلف علمی اور سیاسی مساعی کے کسی حصہ میں بھی اہلحدیث کے کسی شخص یا ادارہ کا ذکر انھوں نے نہیں آنے دیا۔

"الاعتصام" نے اپنی ۱۵ جنوری ۱۹۶۰ء کی اشاعت میں اس کے خلاف احتجاجی اداریہ لکھا ہے جس میں تفصیل سے اپنی شکایات علی میاں کی خدمت میں پیش کی ہیں اور اہلحدیث کی دینی، اصلاحی اور سیاسی خدمات کیطرف اشارات بھی کیئے ہیں۔

ایک کتاب "ہندوستانی مسلمان" کے نام سے منظر عام پر آئی ہے۔ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ نے اسکو شائع کیا ہے۔ مختلف اخبارات اور رسائل نے اس پر تبصرے لکھے ہیں۔ رسالہ معارف اعظم گڈھ کے تبصرہ نگار مولانا حافظ مجیب اللہ صاحب ندوی نے اس کی بابت لکھا ہے کہ یہ "کتاب مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی چند عربی تقریروں کا مجموعہ ہے جسے محمود الحسن صاحب ندوی نے اردو کے قالب میں ڈھال دیا ہے۔ اس کتاب میں گیارہ ابواب ہیں جنمیں ہندوستانی مسلمانوں کے علمی، فکری اور تمدنی اثرات وکارناموں کی تفصیل بیان کی گئی ہے" معارف نے اسکی بابت اپنی رائے بھی لکھی ہے اور آخر میں بتایا ہے کہ کتاب میں بعض ضروری باتیں چھوٹ گئی ہیں۔ چھوٹی ہوئی باتوں کی نشاندہی کرتے ہوئے اس نے لکھا ہے۔

"دینی وعلمی مراکز کے تذکرہ میں انجمن ترقی اردو اور جماعت اہلحدیث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور انکے اداروں کا ذکر نہ کرنا تعجب خیز معلوم ہوا، حالانکہ سید صاحب کے بعد اس تحریک کو واقعی اسی جماعت کے افراد نے زندہ رکھا.... (معارف بابت ماہ دسمبر ۱۹۶۱ء)

اس شکوے کیساتھ ہمیں یہ اعتراف بھی کرنا چاہیئے کہ محترم مولانا علی میاں نے اہل حدیث کے ساتھ یہ بے انصافی صرف عام مجالس ہی میں روا رکھتے ہیں۔ اہلحدیث کی مجلسوں اور اداروں میں جب کبھی وہ تشریف لے جاتے ہیں تو وہاں کھل کر اہلحدیث کے بزرگوں کی اصلاحی، تبلیغی اور سیاسی خدمات کا اعتراف اور اعلان کرتے ہیں۔ ہم نے دیکھا ہے کہ وہ بنارس کئی دفعہ تشریف لائے اور مدن پورہ کی جامع مسجد اہلحدیث میں ان کی تقریر ہوئی تو انھوں نے علمائے صادق پور، مولانا عبداللہ الغزنوی، مولانا عبدالجبار الغزنوی مولانا حافظ عبداللہ صاحب غازیپوری وغیرہ کے متعلق بڑی اثر انگیز تقریر کی یہی بات مدیر الاعتصام نے بھی لکھی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

"غالباً دسمبر ۱۹۵۶ء کی بات ہے کہ مولانا ابوالحسن لاہور تشریف لائے تو طلبا جامعہ سلفیہ کیطرف سے دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں ان کے اعزاز میں عصرانہ دیا گیا تھا جسمیں جماعت کے متعدد ارکان اور شہر کے معززین شریک ہوئے تھے۔ مولانا کی خدمت میں ایک سپاسنامہ بھی پیش کیا گیا تھا جسمیں ان کی خدمات کا ذکر تھا۔ اس سپاسنامہ کے جواب میں مولانا نے جو تقریر ارشاد فرمائی تھی اسمیں پوری وضاحت سے اہلحدیث کی دینی خدمات کا تذکرہ فرمایا تھا۔ اور خاندان غزنویہ ولکھویہ اور دیگر معروف اہل علم کی صاف الفاظ میں تحسین کی تھی اور کہا تھا کہ ان کا قلبی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"واقعہ یہ ہے کہ ان چاروں خصوصیتوں کی جامعیت کے بغیر کوئی بڑا کام نہیں ہوسکتا، اور بڑی سے بڑی تحریکیں ان کے بغیر کسی طرح کے ٹھوس نتائج پیدا نہیں کرسکتیں، جو ان سحر ہوا، طبیعتوں کو بدلنا، رسموں کو پھیر دینا، اور قلوب کو حرارت ایمانی سے بھر دینا نہ تو اعلانات سے ہوتا ہے اور نہ کسی دوسری چیز سے۔ یہ اسی جامعیت سے ہوتا ہے جس کے متعلق کہا گیا ہے ھُمْ باللیل رھبان و بالنھار فرسان لوگوں میں جب تک یہ جھلک نظر نہ آئے کچھ نہیں ہوسکتا"

"سید صاحب کی جماعت کے اندر دعوت و عزیمت کا خاص وہی اہتمام تھا جو کئی سو سال پہلے کے مسلمانوں کا امتیاز تھا۔ اصحاب صادقپور کے حالات پڑھیے جو واقعات "الدر المنثور" میں لکھے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے یہ لوگ بڑے بڑے اہل قلوب سے کسی طرح کم نہ تھے۔ مولانا نے بعض بزرگوں (مولانا یحییٰ علی صادق پوری) کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ انھیں قید و بند کی زندگی بھی گذارنی پڑی۔ وہ قید خانوں میں بند رکھے جاتے تھے، لیکن وہ وہاں اس طرح رہتے تھے کہ پہرہ کیلئے جو پہریدار مقرر ہوتے جب ان کے تبادلہ کا وقت آتا تو وہ روتے ہوئے رخصت ہوتے تھے۔ ایک روز ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ کے عنوان پر ایسی پُر اثر تقریر فرمائی کہ اپنی ڈیوٹی ختم کرکے کسی طرح پہرہ دار جانے پر راضی نہ ہوتا تھا جب رخصت ہوا تو بے اختیار رو رہا تھا۔ جیل خانہ میں دوسرے قیدیوں کے اندر بھی ان لوگوں نے دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیا"۔[۱]

وہ ایک بلوچ تھا جو بڑا سرکش اور شریر تھا، اتفاق سے اس کا بستر مولانا کے بستر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے قریب پڑ گیا، معلوم نہیں ایک رات اس پر کیا اثر ڈالا کہ بے اختیار روتا جاتا تھا سید صاحب کے حالات پڑھئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس پر ان کا سایہ پڑ گیا وہ سدھر گیا، یہ حضرات اتباع سنت کے عامل تھے ۔ علاوہ ازیں ایک رنگ مولانا ولایت علی کا تھا اور ایک رنگ مولانا کرامت علی کا تھا۔ مگر دعوت وعزیمت میں سب لوگ متفق تھے اور اندر سے سب کے قلوب منصبغ لصبغۃ اللہ تھے ،،

،، یہ ایک بڑا سانحہ ہے کہ اب کچھ کمزوریاں پیدا ہو گئی ہیں اور جو مجموعہ تیار ہوا تھا وہ باقی نہیں ہے کسی نے عقیدۂ توحید کو لے لیا تو کسی نے اعلاء کلمۃ اللہ کو ۔ اگر کہیں نعرۂ جہاد ہے تو سنت کی جزئیات کا تتبع نہیں۔ اب کسی میں پہلے جیسا کامل نمونہ نظر آئے ایسا بہت کم ہے ،،

،، ہر جماعت اپنے آئیڈیل پر زندہ رہتی ہے آپ کو بھی خود کو نمونہ بنانا چاہیئے ۔ آپ نے یہ مثل تو سنی ہوگی کہ ایک من علم کیلئے دس من عقل کی ضرورت ہے۔ یہ اپنی جگہ بالکل صحیح ہے اگر ایسا نہ ہو تو طبیعتوں میں توازن قائم نہیں رہتا۔ اور جب کوئی اقدام کیا جائے تو کمزوری آجاتی ہے ۔ چنانچہ حضرت سید شہید رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت میں جو توازن قائم ہوا اگر اس طرح کا توازن نہ ہو تو تعلق مع اللہ کی کیفیت وہ نہیں ہوتی جو ہونی چاہیئے ۔ جسطرح کوئی شخص روزمرہ کی غذا کھائے تو قوت ہاضمہ کا جائزہ لینے کی ضرورت نہیں ہے ۔ لیکن اگر وہ معمول کے خلاف کوئی اعلیٰ قسم کا میوہ کھائے تو پہلے اسے اپنی قوت ہاضمہ کا جائزہ لینا چاہیئے کہ یہ غذا ہضم بھی ہوتی ہے یا نہیں،،

،، سید شہیدؒ کی جماعت نے ہندوستان میں اسلام کی بقاء و استحکام کیلئے جو بیڑہ اٹھایا اسمیں ضرورت تھی حافظ عبداللہ صاحب غازیپوری اور مولانا عبدالعزیز صاحب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محدث رحیم آبادی جیسے لوگوں کی، کہ انھوں نے نماز کے جملہ احکام و مسائل کو قرآن و سنت سے براہ راست اخذ کیا۔ رفع یدین کا بھی التزام کیا اور تہجد کا بھی۔ اگر آج ہم رفع یدین کا اہتمام کرتے ہیں تو تہجد کا اہتمام کیوں نہیں کرتے، رفع یدین تو ایسی چیز ہے جسے ہر شخص دیکھ سکتا ہے لیکن ان کی تہجد گذاری اور احیائے لیل ایسی چیز ہے جسے کسی نے نہیں دیکھا، پس اسطرح کا توازن جب تک نہیں ہوگا کوئی کام نہیں ہو سکتا تہجد پر اتنی بڑی بڑی بخشیں ہوتی ہیں، مگر نہ اسے آٹھ رکعت والے پڑھتے ہیں اور نہ تیرہ رکعت والے۔ جب پڑھنے کا وقت آتا ہے تو سب آرام سے سوتے رہتے ہیں۔ یہ عدم توازن صرف یہیں نہیں ہے بلکہ تمام جماعتوں میں ہے۔ میں یہاں انھیں باتوں کو کہوں گا جو یہاں کی مناسبت سے ہوں۔ رفع یدین کی بحث میں تو اختلاف ہو سکتا ہے۔ جن کے یہاں ثابت ہے، ثابت ہے۔ جن کے یہاں بہ ثابت نہیں ان کے یہاں اسکا نسخ ثابت ہے لیکن لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواك میں تو کوئی اختلاف نہیں کرتا۔

"مولانا شیروانی کی زبان سے ایک واقعہ سنا ہے کہ مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی علی الحیاۃ تھے، روزانہ قرآن کا درس دیتے تھے۔ مولانا شبلی نعمانی ان کی زندگی میں ایک مرتبہ امرتسر تشریف لے گئے۔ مولانا شبلی اگرچہ علوم و فنون میں درک رکھتے تھے مگر ان چیزوں سے انھیں زیادہ شغف نہیں تھا، جب مولانا غزنوی کے درس سے واپس آئے تو کہنے لگے کہ یہ شخص جب اللہ کہتا تھا تو دل چاہتا تھا کہ سر اس کے قدموں پر رکھ دوں۔ یہ تھا ان لوگوں کے تعلق مع اللہ کا حال۔"

"ایک دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک صاحب کے یہاں کچھ مہمان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئے تھے، مہمان بیٹھے ہوئے تھے، بیچ میں پارٹیشن تھی، وہ صاحب پوچھنے لگے کہ فلاں کے بعد کون بیٹھا ہوا تھا؟ جواب ملا کہ فلاں تھا۔ انھوں نے پوچھا کہ اس کے بعد؟ جواب ملا کہ فلاں تھا۔ علی ہذا القیاس انھوں نے دریافت کیا کہ اخیر میں کون تھا؟ تو معلوم ہوا کہ مولانا عبدالجبار صاحب تھے۔ وہ کہنے لگے کہ اسی لئے دل بے اختیار ادھر کھینچا جارہا تھا" مسلمانوں میں کفِ لسانی وغیرہ کا جو توازن پہلے تھا اب باقی نہیں ہے کم از کم اسے معیار کے طور پر ہمیں اپنانا ہے۔ اس بارے میں تو بہت وسیع القلبی کی ضرورت ہے آپکو سوچنا چاہیئے کہ اگر نماز رہ گئی تو جو شخص جس طرح چاہے گا نماز پڑھے گا۔ لیکن اگر اسلام اور ایمان ہی باقی نہ رہا تو نماز کہاں رہ سکتی ہے اور اس کے اندر یہ اختلافات کہاں جائیں گے۔ اسی لئے اسوقت سب سے بڑی ضرورت اسکی ہے کہ اسلام اور ایمان باقی رہے"

اپنا شکوہ! سچ پوچھئے تو دوسروں کی بے انصافیوں کا شکوہ کرنے کا ہمکو حق بھی نہیں ہے جبکہ خود ہم نے اپنے آپ کو بھلا رکھا ہے۔ یہ ہمارا کام تھا کہ ہم اپنے اسلاف کے تذکار کو باقی رکھتے اور ان کی صحیح تاریخ سے دنیا کو روشناس کراتے تاکہ ایک طرف اگر دشمنوں کی پیدا کردہ غلط فہمیوں کا ازالہ ہوتا تو دوسری طرف اپنے نوجوانوں کے "داغہائے سینہ" کو بھی تازہ رکھا جاتا جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

لیکن ہم اپنی بے شعوری کا ماتم کریں یا اپنی بدقسمتی کا رونا روئیں کہ ہمیں آج تک بھی اسکی ضرورت کا احساس نہیں ہو رہا ہے۔ ابھی حال کی بات ہے کہ میں نے حضرت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا حکیم عبدالخبیر صاحب صادقپوری (پٹنہ) کو ایک خط لکھا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں اس خط کو یہاں نقل کر دوں، میں نے لکھا تھا.........

"مولانا المکرم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بڑی دلسوزی کے ساتھ آپ کی خدمت میں ایک درخواست پیش کرنے کی جرأت کر رہا ہوں امید ہے آپ اسکی اہمیت محسوس فرمائیں گے اور اسکو شرف قبولیت بخشیں گے آپ سے زیادہ اس حقیقت کو کون جان سکتا ہے کہ حادثۂ بالاکوٹ کے بعد اس مقدس دینی اور انقلابی تحریک کی قیادت کا بار آپ ہی کے بزرگوں نے اپنے کندھوں پر اٹھالیا تھا اور اسمیں شبہ نہیں کہ ان مردان باخدا نے پوری دیانتداری کے ساتھ اس کا حق ادا کر دیا۔ یہ بھی آپ سے مخفی نہیں ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد یہ تحریک حالات کے دباؤ کی وجہ سے ظاہری سطح پر باقی نہیں رہی تھی، لیکن اندرونی طور پر کبھی بھی ختم نہیں ہوئی۔ مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی اور ان کے جانباز رفقاء کے سینوں میں اس کے شرارے باقی رہے۔ دھلی، یوپی، بہار، اور بنگال وغیرہ کے اہلحدیثوں نے اس کے لئے جانی اور مالی ہر طرح کی بڑی بڑی قربانیاں دیں۔

ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ایک مدت تک اس تحریک کی سربراہی آپ بھی فرماتے رہے۔ ہندوستان کی آزادی کے بعد اب اس تحریک کا تعلق سرحد پار کے لوگوں سے باقی نہیں رہا ہے۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ جنگ آزادی کی تاریخ میں اس تحریک کے پچھلے قریبی دور کا کہیں کوئی ذکر نہیں آتا۔ بلکہ اس کے برخلاف ہم کو طعنہ دیا جارہا ہے کہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کے زمانے سے لیکر آج تک اہلحدیث کے علماء رو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشائخ نے انگریز کے خلاف سیاست میں کبھی کوئی حصہ نہیں لیا اور عملی جہاد سے بالکل الگ رہے ہے۔ اس پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر خود ہمارے نوجوان بھی اپنے اسلاف سے بدظن ہو رہے ہیں اور احساس کمتری کا شکار ہوتے جا رہے ہیں۔ اب جبکہ ملک آزاد ہو چکا ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے بزرگوں کے ان کارناموں کو منظر عام پر نہ لے آئیں جو انگریز کی مخالفت میں انھوں نے انجام دیئے تھے۔

پس جناب والا کی خدمت میں میری پُرزور درخواست ہے کہ کم از کم مولانا رحیم آبادی اور اپنی قیادت کے دور کی تاریخ اسطرح مرتب کرنے کا کوئی انتظام فرمائیں جس کے مطالعے سے ہم ہو جائے کہ یہ تحریک اپنے پچھلے قریبی دور میں کن مراحل سے گذری اور کن کن افراد اور مقامات نے اسمیں حصہ لیا؟ اہلحدیث کے علاوہ دوسرے مکتب فکر کے مسلمانوں نے اس کام سے کس حد تک دلچسپی لی؟ اگر آپ کی موجودگی اور نگرانی میں یہ اہم تاریخ مرتب ہو جائے تو مسلمانوں بالخصوص اہلحدیث کے حق میں مفید ثابت ہوگی اور آپ کے باقیات صالحات میں اس کا شمار ہوگا۔

والسلام

خاکسار نذیر احمد رحمانی۔ بنارس ۱۹ دسمبر ۱۹۶۲ء

یہ خط مولانا کی خدمت میں بذریعہ ڈاک بھیجدیا گیا۔ اس کے بعد یکم فروری ۱۹۶۳ء کے اخبار اہلحدیث دہلی میں شائع بھی کر دیا۔ اخبار میں شائع کرنے سے میرا مقصد یہ تھا کہ جماعت کے عام افراد کے علاوہ مولانا کے حلقۂ ارادت کو خاص طور پر اسکی اطلاع ہو جائے۔ لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ نہ مولانا نے میری اس درخواست کو قابل اعتنا سمجھا اور نہ ان کے ارادتمندوں میں سے کسی صاحب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اسکی طرف کوئی توجہ مبذول کی۔ حالانکہ بنگال اور بہار میں خراسانی تحریک کے نام سے جو نظام قائم ہے اور اس نظام کے تحت انگریزی حکومت کے زمانے میں عشر اور زکوۃ کی جو بے شمار رقمیں وصول کی گئیں ان کی بابت عوام سے یہی کہا گیا کہ یہ ساری رقمیں سرحد پار "مجاہدین" کو بھیجی جارہی ہیں "مجاہدین" ہی کی خدمت کا جذبہ تھا جسکی بنا پر اہلحدیث اس نظام سے وابستہ رہے۔ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی مرحوم ہندوستان کی تحریک اہلحدیث کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

> اس تحریک کی ہمہ گیر تاثیر یہ بھی تھی کہ وہ "جہاد" جسکی آگ اسلام کے مجسمہ میں ٹھنڈی پڑگئی تھی وہ پھر بھڑک اٹھی۔ یہاں تک کہ ایک زمانہ گذرا کہ وہابی اور باغی مترادف لفظ سمجھے گئے اور کتنوں کے سر قلم ہوگئے، کتنوں کو سولیوں پر لٹکنا پڑا۔ اور کتنے پابجولاں دریائے شور عبور کرو یئے گئے یا تنگ کوٹھریوں میں انھیں بند ہونا پڑا۔ اور اب پردہ کیسا! صاف کہنا ہے کہ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کی زندگی تک تحریک کے علم برداروں میں یہ روح کام کر رہی تھی۔ افسوس "کز قبیلہ مجنوں کسے نماند" (مقدمہ تراجم علمائے حدیث ہند)

مولانا رحیم آبادی کی زندگی تک جو "روح" کام کر رہی تھی اسی "روح" کو باقی رکھنے کیلئے امارت اور سرداری کا نظام چلایا گیا اور اسی کا نام "خراسانی تحریک" رکھا گیا اسی خراسانی تحریک" کے سلسلے کے "امیر" ہیں مولانا حکیم عبدالخبیر صاحب صادقپوری اسی لئے میرے نزدیک اس نظام کی تاریخ مرتب کرنے کی ذمہ داری سب سے زیادہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی پارٹی پر عائد ہوتی ہے۔ اسی احساس کی بنا پر میں نے مولانا موصوف کو مذکورہ بالا خط لکھا تھا۔

مولانا رحیم آبادی کی وفات کے بعد جو لوگ اس تحریک کے علم بردار بنے ہیں۔ میں ان سے کہنا چاہتا ہوں کہ اگر سید صاحب کا یہ اظہار افسوس کہ "از قبیلہ مجنوں کسے نہ ماند"، (مجنوں کے قبیلے کا اب کوئی باقی نہیں رہا) آپ کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور آپ درحقیقت "قبیلہ مجنوں" سے تعلق رکھتے ہیں تو اسکے جواب میں خاموش کیوں ہیں؟ انگریز کے زمانے میں خاموش رہ جانے کی مصلحت تو خیر کچھ سمجھ میں آسکتی ہے مگر ہندوستان کے آزاد ہو جانے کے بعد خاموش رہنے کے تو کوئی معنی نہیں ہیں۔ اب تو ملت اور جماعت کی خیر خواہی اسی میں ہے کہ اپنی انقلابی کوششوں اور سیاسی کارگذاریوں کی ایک ایک بات منظر عام پر لائی جائے۔ بالخصوص ایسی صورت میں جبکہ معاندین الٹا پروپیگنڈہ کر کے ہمیں بدنام کر رہے ہیں اور ہمارے اکابر کے وقار کو گرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

---

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان میں تحریکِ اہلِ حدیث

اس تحریک کی عمارت اصول کے لحاظ سے ٹھیک انھیں بنیادوں پر قائم ہے جن پر خود اسلام کی بنیاد کھڑی ہے اس لئے اس کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی خود اسلام کی۔ لیکن میرا موضوع محدود ہے مجھے صرف ہندوستان[1] کی تحریک اہل حدیث پر (اور وہ بھی سیاسی خدمات کے نقطۂ نظر سے) ایک سرسری نگاہ ڈالنی ہے۔ اس لئے اسکی عمومی تاریخ سے قطع نظر کرتے ہوئے میں اپنے موضوع کے حدود میں رہ کر ہی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

تحریک کا اجمالی تعارف

تحریک اہل حدیث اور اس کی دعوت کے تعارف، اور اس کے اثرات اور کارناموں کے متعلق ہم اپنی طرف سے کچھ کہنے کی بجائے ہندوستان کے ایک ایسے عالم کی تحریریں کے کچھ اقتباسات پیش کردینا مناسب سمجھتے ہیں جنکی علمی جلالت اور تاریخی بصیرت کا لوہا دنیا مان چکی ہے وہ ہیں مولانا سید سلیمان صاحب ندوی مرحوم، سید صاحب لکھتے ہیں۔

---

[1] ہندوستان سے میری مراد غیر منقسم ہندوستان ہے اس لئے ملک کا وہ حصہ جو آج پاکستان کے نام سے موسوم ہے وہ بھی اس میں داخل ہے ۱۲، منہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان پر اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہوئی کہ عین تنزلی اور سقوط کے آغاز میں شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے وجود نے مسلمانوں کی اصلاح و دعوت کا ایک نیا نظام مرتب کر دیا تھا، اور وہ "رجوع الی دین السلف الصالح" ہے اس دعوت نے ہندوستان میں فروغ حاصل کیا۔ اور گو سیاسی حیثیت سے وہ ناکام رہا: تاہم نظری و مذہبی و علمی حیثیت سے اسکی جڑیں مضبوط بنیادوں پر قائم رہیں، جنکو ہندوستان کا سیاسی انقلاب بھی اپنی جگہ سے ہلا نہ سکا ....

اس تحریک کا اولین اصول یہ تھا کہ اسلام کو بدعات سے پاک کر کے علم و عمل میں سلف صالحین کی راہ پر چلنے کی دعوت مسلمانوں کو دی جائے اور مسائل فقہیہ میں فقہائے محدثین کے طرز کو اختیار کیا جائے‌ؒ۔

اسی زمانے میں یمن اور نجد میں اس تحریک کی تجدید کا خیال پیدا ہوا جسکو

عہ یہاں سید صاحب ہی کی طرف سے ایک حاشیہ ہے جس میں وہ فرماتے ہیں "لوگوں نے اس کو بھی مختلف فیہ مسئلہ بنا رکھا ہے کہ وہ فقہ میں کیا تھے؟ حضرت شاہ صاحب نے اپنے سوانح حیات "الجزء اللطیف" کے آخر میں اپنے کو خود ہی بتا دیا ہے کہ وہ کیا تھے فرماتے ہیں:۔ "و بعد ملاحظہ کتب مذاہب اربعہ و اصول فقہ ایشاں و احادیثے کہ متمسک ایشاں است قرار داد خاطر بمدد نور غیبی روش فقہاء محدثین افتاد" (یعنی مذاہب اربعہ کی فقہ اور ان کی اصول فقہ کی کتابوں اور ان احادیث کے غائر مطالعہ کے بعد جن سے وہ حضرات اپنے مسائل میں استناد فرماتے ہیں نور غیبی کی مدد سے فقہاء محدثین کا طریقہ دل نشیں ہوا)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتویں صدی کے آخر اور آٹھویں کے شروع میں علامہ ابن تیمیہ اور ابن قیم نے مصر و شام میں شروع کیا تھا۔ اور جس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو ائمہ مجتہدین کی مجرد تقلید اور بے دلیل پیروی سے آزاد کر کے عقائد و اعمال میں اصل کتاب و سنت کی اتباع کی دعوت دی جائے۔ مولانا اسماعیل شہیدؒ کے عہد میں یہ تحریک ہندوستان تک بھی پہونچی اور خالص ولی اللہی تحریک کے ساتھ آکر منضم ہو گئی۔ اسی کا نام ہندوستان میں اہلحدیث ہے" (مقدمہ سندھی افکار پر ایک نظر)

سید صاحب کے اس بیان کے مندرجہ ذیل چند فوائد خاص طور سے قابل توجہ ہیں۔

(الف) ہندوستان میں جس دینی تحریک اور دعوت و مسلک کا نام "اہلحدیث" ہے وہ "خالص ولی اللہی" تحریک ہے۔ بالفاظ دیگر ہندوستان میں اس تحریک کے داعی اول حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ ہیں۔

(ب) اس تحریک کا اولین اصول اور بنیادی مقصد یہ ہے کہ اسلام کو بدعات سے پاک کیا جائے اور مسلمانوں کو مجرد تقلید اور ائمہ مجتہدین کی بے دلیل پیروی سے آزاد کر کے عقائد و اعمال میں اصل کتاب و سنت کی اتباع کی دعوت دی جائے۔

(ج) اس تحریک کو فروغ اور عروج مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے عہد میں حاصل ہوا۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ کی پیدائش ۱۱۱۴ھ ۱۷۰۳ء اور وفات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱۷۶ھ ۱۷۶۲ء میں ہوئی۔ اس لحاظ سے آپ کی ولادت ہندوستان کے مشہور دیندار بادشاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کی وفات سے چار سال پہلے ہوئی۔ یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ اب تک ہندوستان کتاب وسنت کی روشنی سے یکسر محروم تھا۔ تاہم یہ ضرور ہے کہ تقلید جامد کے بندھنوں سے آزاد ہوکر فقہائے محدثین کے طریق پر براہ راست کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو متمسک قرار دینا۔ اس ذہن و فکر کی بنیاد حضرت شاہ صاحب ہی نے ڈالی ہے۔ اسلیئے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ ہندوستان میں مسلک اہلحدیث اور تحریک اہلحدیث کے سب سے پہلے مؤسس اور داعی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ ہی ہیں۔ شاہ صاحب موصوف نے اپنی تصانیف میں تقلید اور عمل بالحدیث کے مسلک کو خوب نکھارا ہے۔ بالخصوص حجۃ اللہ البالغہ میں تو حجت ہی تمام کردی۔ اسی لئے بقول مولینا عبیداللہ سندھی حضرت شاہ اسمٰعیل شہید نے یہ کتاب اپنے چچا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ سے پڑھی تو اس کا عملی نمونہ بنکر میدان میں آگئے۔ مولانا سندھی فرماتے ہیں۔

> جب مولانا محمد اسماعیل شہید نے حجۃ اللہ امام عبدالعزیز سے پڑھی تو اپنے جدامجد کے طریقہ پر عمل شروع کردیا۔ انھوں نے اپنی ایک خاص جماعت بھی تیار کی جو حجۃ اللہ البالغہ پر عمل کرے۔
>
> یہ لوگ شافعیہ کیطرح رفع یدین اور آمین بالجہر کرتے تھے جیسا کہ سنن میں مروی ہے۔ اس سے دہلی کے عوام میں شورش پھیلتی رہی مگر حزب ولی اللہ کا کوئی عالم مولانا اسماعیل شہید اور ان کی جماعت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر معترض نہ ہو سکتا تھا۔ (شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک طبع ثانی ص ۱۰۵)
یہ ان کی شہادت ہے جو مولانا اسماعیل شہید کی "خاص جماعت" (اہلحدیث)
سے سخت ناراض ہیں اس لئے کہنا چاہیئے کہ یہ الفضل ما شہدت بہ الاعداء
کی مصداق ہے۔

شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کی تحریروں سے تقلید جامد پر انکار اور کتاب و
سنت کے ساتھ براہ راست تمسک کی تاکید کے متعلق بکثرت اقتباسات
پیش کئے جا سکتے ہیں، لیکن اختصار کے خیال سے یہاں صرف ایک عبارت
نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

"ورب انسان منکم یبلغه حدیث من احادیث نبیکم فلا یعمل
به ویقول انما عملی علی مذهب فلان لا علی الحدیث ثم
احتال بان فهم الحدیث والقضاء به من شان الکمل المهرة
وان الائمة لم یکونوا ممن یخفی علیهم هذا الحدیث فما ترکوه
الا لوجه ظهر لهم فی الدین من نسخ او مرجوحیة اعلموا انه لیس
من الدین فی شیء ان امنتم بنبیکم فاتبعوه خالف مذهبا او
وافقه، کان مرضی الحق ان تشتغلوا بکتاب الله و سنة رسوله
ابتداء، فان سهل علیکم الاخذ بهما فیها ونعمت وان قصرت
انهامکم فاستعینوا برأی من مضی من العلماء ما ترونه احق و
اصرح واوفق بالسنة انتهی (تفہیمات الٰہیہ ص ۲۱۴ جلد اول)

(ترجمہ) تم میں بہت سے ایسے آدمی ہیں جن کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی حدیثوں میں سے کوئی حدیث پہنچتی ہے لیکن وہ اس پر عمل نہیں کرتے۔ بلکہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا عمل فلاں (امام) کے مذہب پر ہے حدیث پر نہیں ہے۔ اس کے لئے وہ حیلہ بیان کرتے ہیں کہ حدیثوں کا سمجھنا اور ان کے مطابق فیصلہ کرنا ماہرین اور باکمال (اماموں) کا کام ہے ہمارے امام ایسے نہ تھے جنکو یہ حدیثیں نہ معلوم رہی ہوں۔ اس لئے جب (جان بوجھکر) انھوں نے اس حدیث کو چھوڑ دیا ہے تو ضرور اس کی کوئی وجہ ہے۔ یا تو یہ حدیث منسوخ ہے یا مرجوح ہے۔ (شاہ صاحب اس حیلہ کے جواب میں فرماتے ہیں خوب جان لو کہ (تمہارے) اس (حیلہ) کا دین سے کچھ بھی لگاؤ نہیں ہے۔ اگر تم اپنے نبی علیہ السلام پر ایمان لائے ہو تو ہر حال میں ان کی اتباع کرو۔ خواہ ان کی بات کسی امام کے مذہب کے موافق ہو یا مخالف۔ (یہ بھی جان لو کہ) اللہ تعالےٰ کے نزدیک پسندیدہ بات یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے نبی علیہ السلام کی سنت کے ساتھ سب سے پہلے مشغولیت اختیار کرو۔ اگر قرآن اور حدیث کو خود سمجھ لو تو اس سے بہتر کیا ہے اور اگر تمہاری سمجھ اس سے قاصر ہو تو گذشتہ علماء کی رایوں سے مدد لو ان میں سے جس کی بات کو حق پاؤ اور سنت کے موافق دیکھو اسکو لے لو"

اس اقتباس میں شاہ صاحب نے کتاب و سنت کے ساتھ جسطرح کا اشتغال اختیار کرنے کو اللہ تعالیٰ کی "پسندیدہ بات" قرار دیا ہے۔ اور قرآن و حدیث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ جس طریق عمل کو اختیار کرنے کی مسلمانوں کو دعوت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اہلحدیث ٹھیک اسی بات کے قائل ہیں اور اسی کو اپنا مسلک جانتے ہیں اور دوسروں کو بھی اسی کی دعوت دیتے ہیں اس لئے بلاشبہ شاہ صاحب اہلحدیث مسلک کے داعی، مؤسس اور مقتدا تھے۔

مولانا اسماعیل شہیدؒ اور تحریک اہلحدیث کی قیادت

شاہ ولی اللہؒ کی تعلیمات کا ان کے بعد انکے سعادتمند پوتے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ پر ایسا گہرا رنگ چڑھا کہ ہزاروں مخالفتوں کے باوجود وہ دن بدن شوخ ہی ہوتا گیا۔ سید احمد شہید علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر امارت اور جہاد کی بیعت کر چکے ہیں اس کے باوجود اپنے مسلک پر پختگی کے ساتھ قائم ہیں سید شہیدؒ فقہی فروعات میں عملاً حنفی ہی تھے۔ مگر شاہ شہید کی دعوت سے اتنے متاثر ہوئے کہ ان کی جماعت (اہلحدیث) کے سرپرست بن گئے ایک انگریز (سر جیمس او کنلے .... کا بیان ہے۔

"سید احمد بریلوی کی جماعت دو مختلف اور متضاد گروہوں سے مرکب تھی۔ جنھیں متحد رکھنے میں وہ مدت العمر ساعی رہے ان میں سے ایک گروہ کے سردار مولوی عبدالحی اور مولوی کرامت علی جونپوری تھے جو اہل سنت کا طریقہ رکھتے تھے۔ اور دوسرے گروہ کے سردار مولوی اسماعیل تھے جو چاروں اماموں کی تقلید سے آزاد تھے اور براہ راست حدیث کو اپنا ماخذ قرار دیتے تھے۔ خود سید صاحب عمل کے اعتبار سے حنفی تھے مگر اسی کے ساتھ مولوی اسماعیل کی جماعت کی سرپرستی کرتے تھے جو اپنے کو محمدی کہتے تھے"۔ (روشن مستقبل ص)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم کے بیان کا ایک اقتباس اوپر نقل ہو چکا ہے جس میں انھوں نے صاف صاف تسلیم کیا ہے کہ "مولانا شہید نے ایک خاص جماعت تیار کی تھی جو حجۃ اللہ البالغہ پر عمل کرے۔ یہ لوگ شافعیہ کی طرح رفع یدین اور آمین بالجہر کرتے تھے"

یہی بات مولانا سندھی نے ایک دوسرے مقام پر بھی کہی ہے چنانچہ فرماتے ہیں :-

"مولانا شہید نے حجۃ اللہ پڑھنے کے بعد اس پر عمل کرنے والی ایک جماعت بنائی تھی یہ لوگ رفع یدین اور آمین بالجہر کیا کرتے"

(شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک ص ۱۳۰)

تقلید شخصی کی بابت شاہ شہیدؒ کیا عقیدہ رکھتے تھے، اس کا اندازہ مندرجہ ذیل عبارت سے ہو سکتا ہے۔ فرماتے ہیں۔ قد غلا الناس فی التقلید وتعصبوا فی التزام تقلید شخص معین حتی منعوا الاجتهاد فی مسئلة ومنعوا تقلید غیر امامه فی بعض المسائل وهذا هی الداء العضال التی اهلکت الشیعة فهؤلاء ایضا اشرفوا علی هلاك (تنویر العینین ص ۳۴)

(ترجمہ) "لوگوں نے تقلید کے بارے میں غلو کیا ہے اور کسی ایک شخص کی تقلید کا التزام کر کے تعصب برتا ہے۔ یہ لوگ کسی ایک مسئلہ میں بھی اجتہاد کو جائز نہیں سمجھتے اور اپنے امام کے علاوہ کسی دوسرے امام کی بات ماننے سے منع کرتے ہیں۔ یہی وہ خطرناک اور مہلک مرض ہے جس نے شیعوں کو ہلاک کر دیا پس یہ لوگ بھی ہلاکت ہی کے کنارے کھڑے ہیں"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی "تنویر العینین" میں شاہ شہید دوسری جگہ لکھتے ہیں کیف یجوز التزام تقلید شخص معین مع تمکن الرجوع الی الروایات المنقولۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصریحۃ الدالۃ خلاف قول الامام المقلد (ص ۳۸) یعنی کسی خاص شخص کی تقلید کو اپنے اوپر لازم کرلینا، کیسے جائز ہو گا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی صاف اور صریح احادیث ہم کو ملتی ہیں جو امام کے قول کے خلاف ہیں"

ان اقتباسات سے صاف واضح ہے کہ مولانا اسماعیل شہیدؒ اہلحدیث غیر مقلد تھے۔

رسالہ المفتی کا ایک غلط جواب

کسی زمانے میں دیوبند سے ایک رسالہ "المفتی" کے نام سے شائع ہوتا تھا اس میں مولانا اسماعیل شہیدؒ کے عقیدہ اور مسلک کے متعلق ایک فتویٰ شائع ہوا ہے، مفتی صاحب نے مولانا شہید کو حنفی مقلد بتایا ہے۔ سوال و جواب اصل الفاظ میں درج ذیل ہیں۔

"مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ کو غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ وہ غیر مقلد تھے دریافت طلب امر یہ ہے کہ حقیقت میں وہ غیر مقلد تھے یا حنفی تھے؟ جیسا کہ بعض علماء دیوبند کہتے ہیں۔ اگر حنفی المذہب تھے تو اسکے ثبوت میں ان کی کوئی تصنیف اردو یا بدرجہ مجبوری فارسی کی ہو جس سے ثابت ہوتا ہو کہ حنفی المذہب تھے۔ آپ پیش کر سکتے ہیں۔ اگر وہ خدانخواستہ غیر مقلد ہیں تو ان کی تصانیف کو دیکھنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیسا ہے۔ اور علماء دیوبند ان کی بہت حمایت کرتے ہیں اگر وہ غیر مقلد ہیں تو ان کی حمایت کرنے سے کیا فائدہ، مجھکو ایک شخص نے تقویۃ الایمان کا حوالہ دکھایا ہے جسمیں ایک فصل ہے بیان "در رد تقلید" اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بعض دیگر تصانیف مولانا مرحوم موجود ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اہل حدیث تھے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ دعویٰ ان کا صحیح ہے یا غلط؟ اور ان کی تصنیف علاوہ "تقویۃ الایمان" کے اور "صراط مستقیم" اور "منصب امامت" کے دوسری بھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اہلحدیث تھے؟

"منصب امامت" اور "صراط مستقیم" کے مسائل سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ حنفی المذہب ہونا؟

مہربانی فرماکر کے چاروں باتوں کا جواب دیا جائے کیونکہ ان کے متعلق متضاد حالات مشہور ہو رہے ہیں

الجواب حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ حنفی المذہب عالم ربانی اور بزرگ تھے۔ اور رد بدعات میں بہت زیادہ ساعی تھے۔ ہر دینی کام میں جہاں بھی خلل دیکھتے تھے اس کا رد فرماتے تھے۔ مسئلہ تقلید میں بھی ہندوستان میں افراط و تفریط سے کام لیا گیا ہے جیسا کہ غیر مقلدین نے تقلید میں تفریط کی، اور تقلید کو شرک، مقلدین کو مشرک قرار دیا۔ ائمہ سلف پر طعن و تشنیع کو شیوہ بنالیا۔ اسی طرح بعض مقلدین نے تقلید میں غلو اور افراط سے کام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیا کہ ائمہ مجتہدین کو چھوڑ کر ہر پیر و فقیر کی تقلید شروع کر دی خواہ اسکا فعل قول شریعت کے دائرہ میں ہو یا نہ ہو۔

تقویۃ الایمان میں چونکہ تمام رسوم بدعیہ پر رد لکھا گیا ہے اس لئے اس غلو اور افراط فی التقلید کو بھی منع فرمایا گیا ہے۔ اسی کے متعلق یہ فصل لکھی گئی ہے جیسا کہ خود تقویۃ الایمان کی عبارت مندرجہ ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔

"سو سننا چاہیئے کہ اکثر لوگ مولویوں اور درویشوں کے کلام اور کام کو سن کر سند پکڑتے ہیں (الی قولہ) ان مولویوں اور درویشوں کے قول و فعل کے خلاف کوئی آیت یا حدیث پڑھے تو اسکا انکار اور اسکے مطلب میں تکرار کرنیکو موجود ہوجاتے ہیں"

اس سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت شہیدؒ مطلقاً تقلید کو منع نہیں فرماتے بلکہ صرف اس غلو اور افراط کو روکتے ہیں کہ ائمہ دین مجتہدین سے گذر کر ہر کس و ناکس کی تقلید اختیار کر لی جائے۔ چنانچہ اسی فصل میں ائمہ مجتہدین کی تقلید کی خود ہدایت فرمائی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

"تو ایسی بات پر یعنی جسمیں کوئی نص صریح قرآن نہ حدیث و اجماع میں موجود نہ ہو مجتہدوں کے قیاس صحیح کے موافق عمل کرے، پر وہ مجتہد بھی ایسا ہو کہ جس کا اجتہاد امت کے اکثر عالم مسلمانوں نے قبول کیا ہو جیسے امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ الخ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم رسالہ المفتی دیوبند بابت ماہ ذیقعدہ و ذی الحجہ ۱۳۶۰ھ صفحہ ۳۰۸ م

رسالہ "المفتی" کا یہ سوال و جواب اخبار اہلحدیث امرتسر جلد ۹ ۳ ع ۱۱ (بابت ۴ ۲ صفر ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۳ مارچ ۱۹۴۲ء) سے ماخوذ ہے۔ اس جواب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یں مفتی صاحب نے عبارتوں کے نقل کرنے میں جو خیانت کی ہے اس کا پردہ فاش کرنے سے پہلے میں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ مفتی صاحب نے اہلحدیث پر یہ غلط الزام لگایا ہے کہ انھوں نے "ائمہ سلف پر طعن و تشنیع کو شیوہ بنالیا ہے" بلکہ یہ انھیں کے اکابر کا شیوہ ہے۔ ثبوت کیلئے "انتقاد صحیح بجواب ذیل رکعات تراویح" از ص۲۵ تا ص۴۳ ملاحظہ کیجیے۔ اس کتاب میں مولانا محمد قاسم نانوتوی۔ مولانا رشید احمد گنگوہی۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری۔ مولانا محمود حسن، مولانا حسین احمد مدنی۔ مولانا محمد حسن سنبھلی، ان سب حضرات کی کتابوں سے وہ عبارتیں نقل کردی گئی ہیں جن میں صرف طعن و تشنیع کے فقرے ہی نہیں ہیں بلکہ بعض ایسی گندی اور فحش گالیاں تک موجود ہیں جن کو پڑھکر شرافت اور انسانیت پانی پانی ہوجاتی ہے۔

اسی طرح اہلحدیث کے متعلق مفتی صاحب کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ وہ ہر قسم کی تقلید کو "شرک" قرار دیتے ہیں۔ اہل حدیث اُسی تقلید کو "شرک" قرار دیتے ہیں جسکو خود مولانا شہیدؒ نے بھی شرک ہی فرمایا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ مولانا شہید کا یہ ارشاد تقویۃ الایمان کی اُسی فصل میں موجود ہے جسکے حوالہ سے مفتی صاحب نے اپنے جواب میں عبارتیں نقل کی ہیں۔ چنانچہ مولانا شہیدؒ فرماتے ہیں۔

اور جیسے خدا کے حکم کو ماننا دیسے ہی اور کسی مولوی درویش کا حکم ماننا شرک ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تبارک وتعالیٰ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللّٰہ والمسیح ابن مریمؑ وما امروا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الا لیعبدوا الٰھاً واحداً لا الٰہ الا ھو سبحانہ عما یشرکون ٥۔

(اس آیت کا ترجمہ کرنے کے بعد فائدہ کے ذیل میں لکھتے ہیں)

یعنی اللہ کو تو بڑا مالک سمجھتے ہیں اور اس سے چھوٹے اور مالک ٹھہراتے ہیں۔ عیسیٰ مسیح پیغمبر اور مولوی اور درویش کہ ان کا بھی حکم اپنے اوپر واجب اور فرض سمجھتے ہیں جیسا اللہ کا حکم، حالانکہ اس بات کا ان کو حکم نہیں ہوا۔ اور اس سے ان پر شرک ثابت ہوتا ہے اور اللہ نرالا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔ نہ چھوٹا، نہ بڑا، نہ عیسیٰ مسیح پیغمبر، نہ مولوی، نہ درویش، بلکہ یہ سب اسکے بندے ہیں خود محکوم، پھر یہ کہاں سے خود حاکم و مالک ہو گئے کہ اپنی رائے سے مسئلہ بتا دیں۔ اور خدا کے حکم اور قرآن میں اپنے حکم کو دخل دیں "

تقویۃ الایمان کی چوتھی فصل میں مولانا شہید لکھتے ہیں۔

" اللہ کے نزدیک پہنچنے کی راہ بندوں تک رسول ہی کی ٹھہر دیتا ہے سو جو کوئی کسی امام کی یا مجتہد کی یا غوث و قطب کی یا مولوی و مشائخ کی ...... بات کو اور ان کی راہ و رسم کو رسول کے فرمانے سے مقدم سمجھے اور آیت و حدیث کے مقابل میں پیر و استاد کے قول کی سند پکڑے ... سو ایسی باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے "۔ بلکہ اصل حاکم اللہ ہے اور پیغمبر خبر دینے والا ہے۔ پھر جو کسی کی بات اس کی خبر کے موافق ہو تو مانئے اور جو موافق نہ ہو تو نہ مانئے "

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقلید کی اسی صورت کو اہلحدیث شرک کہتے ہیں۔ ہر قسم کی تقلید کو وہ شرک نہیں کہتے اور نہ ہر مقلد کو مشرک قرار دیتے ہیں۔ مفتی دیوبند کا یہ بہتان ہے" رہا مفتی دیوبند کا یہ دعوی کہ مولانا شہید حنفی المذہب عالم تھے اور تقویۃ الایمان میں ردِ تقلید کی جو فصل لکھی گئی ہے وہ ہر کس و ناکس کی تقلید سے روکنے کیلئے لکھی گئی ہے۔ اس سے ائمہ مجتہدین کی تقلید کا رد کرنا مقصود نہیں ہے کیونکہ ان ائمہ کی تقلید کرنے کی تو خود مولانا شہید نے اسی فصل میں ہدایت فرمائی ہے "۔ تو اس کے جواب میں ہم سب سے پہلے اپنے قارئین ہی کو تکلیف دینا چاہتے ہیں کہ ان کے پاس اگر "تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان" موجود ہو تو مہربانی کر کے وہ بلاواسطہ اس بحث کو اس کتاب میں پڑھیں۔ تاکہ ان کو پورا اندازہ ہو جائے کہ اس موقع پر مفتی دیوبند نے اپنے سائل کو کیسا فریب اور مغالطہ دیا ہے۔

تذکیر الاخوان (جو تقویۃ الایمان کے دوسرے حصہ کا ترجمہ ہے) میں ایک عنوان ہے "اَلْفَصْلُ السَّادِسُ فِی رَدِّ بِدْعَةِ التَّقْلِیْدِ" (فصل چھٹی تقلید کی بدعت کے رد کے بیان میں) اسی فصل میں شاہ شہید نے اس مسئلہ پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ سات صفحوں میں یہ بحث پھیلی ہوئی ہے۔ قرآن مجید کی بہت سی آیتیں اور حدیثیں اس سلسلہ میں انھوں نے ذکر کی ہیں یہ کتاب سب کے پاس موجود نہ ہوگی اس لئے کچھ اقتباسات ہم یہاں اس سے نقل کر دیتے ہیں جس سے مفتی دیوبند کے اس فریب کا حال معلوم ہو جائے گا کہ اس فصل میں ائمہ مجتہدین کی تقلید کا رد ہے یا نہیں؟ نیز شاہ شہید نے ائمہ کی جس تقلید کی "ہدایت" فرمائی ہے اسکی حقیقت کیا ہے؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے دعوے کے ثبوت میں مفتی دیوبند نے عبارت کا جتنا ٹکڑا پیش کیا ہے یہ بہت ناقص اور نامکمل ہے اس سے شاہ شہید کا مقصد پوری طرح ادا نہیں ہوتا اس کے ساتھ اس کے بعد والی عبارتوں کے ملانے سے پورا مطلب حل ہوتا ہے مندرجہ ذیل اقتباس پڑھیئے۔

"کوئی ان مولویوں ودرویشوں کے قول وفعل کے خلاف آیت اور حدیث پڑھے تو اس کا انکار اور اسکے مطلب میں تکرار کرنے کو موجود ہو جاتے ہیں اور ایمان کے جاتے رہنے کا کچھ لحاظ نہیں کرتے۔ اور اصل بات یہ ہے کہ حاکم مطلق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اسکے حکم کو ماننا چاہیئے اسکے سوا اور کسی کا حکم نہ مانئے اور رسول کا حکم ماننا بھی خدا ہی کا حکم ہے۔ خود پیغمبر بھی حاکم نہیں، پھر اور کوئی مجتہد اور فقیہہ اور مولوی، مفتی، قاضی، ملّا، طالب علم اور غوث قطب اور ولی اور پیر، شہید اور پیرزادے، خادم، مجاور، مرید تو کس گنتی اور شمار میں ہیں۔"

دیکھئے مولانا شہیدؒ نے مولوی، ملّا، مفتی، قاضی، شہید، پیر، ولی وغیرہ کے حکم کو جس درجہ میں رکھا ہے اسی درجہ میں مجتہد اور فقیہہ کے حکم کو بھی شمار کیا ہے اس لئے یہ تاویل کرنا کہ تقویۃ الایمان کی اس فصل کا تعلق صرف مولویوں اور درویشوں کی تقلید سے ہے۔ ائمہ مجتہدین کی تقلید سے نہیں ہے یقیناً باطل ہے۔ اسی فصل میں اور اسی سلسلۂ بحث میں مولانا شہید کی یہ صاف و صریح ہدایت موجود ہے۔

"غرضیکہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ جب تک مسئلہ قرآن وحدیث سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثابت نہ ہو تب تک مجتہد کی پیروی و تقلید نہ کرے، اور تحقیق کی فکر میں رہے اور کوشش کرے، محض تقلید ہی پر خاطر جمع کر کے نہ بیٹھ رہے۔ پھر جب قرآن و حدیث سے خلاف مجتہد کا..... ثابت ہو جاوے تو اسکے موافق عمل کرے پھر تقلید حرام ہے"

بتائیے ائمہ مجتہدین کی جامد تقلید کی تردید اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتی ہے، صاف صاف فرماتے ہیں کہ کسی امام اور مجتہد کی تقلید پر مطمئن ہو کر نہ بیٹھ رہے۔ تحقیق کی فکر میں رہے۔ قرآن و حدیث میں مجتہد اور امام کی بات کی دلیل تلاش کرے اگر اس کی بات قرآن و حدیث کے موافق ہو تو مانے اور اگر خلاف ثابت ہو تو اسکی بات چھوڑ دے۔ ایسی صورت میں اس مجتہد اور امام کی تقلید کرنا حرام ہے۔

اب خود فیصلہ کیجیے کہ مولانا شہید حنفی المذہب، عالم اور مقلد تھے یا اہلحدیث اور غیر مقلد تھے؟ نیز یہ بھی فیصلہ کیجیے کہ تقویۃ الایمان کی اس فصل کا تعلق ائمہ مجتہدین کی تقلید سے ہے یا نہیں۔ اسی فصل کے ذیل میں آگے چل کر لکھتے ہیں :۔

"یہ عجب حیرت کی بات ہے کہ آپ صرف و نحو و لغت و منطق و بیان و معانی و اصول و تفسیر و حدیث سب علم پڑھکر حقیقت کو دریافت نہ کریں کہ یہ مسئلہ کس آیت اور کس حدیث سے نکلا ہے؟ اور کہاں سے لکھا ہے؟ اور بنا اس مسئلہ کی کس بات پر ہے؟ اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اپنی آنکھیں بھینچ کے بند کر لے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندھے کی طرح اوروں کی آواز کے پیچھے چلے۔ مسائل فقہی انھیں لوگوں کے واسطے ہیں جو قرآن و حدیث کا مطلب سمجھ نہیں سکتے اور جو عالم اصول اور تفسیر اور حدیث و لغت و نحو جانتا ہو اسکو یہی چاہیئے کہ ہر مسئلہ کو اصول کے قواعد کے موافق قرآن و حدیث کے مقابل کرے اگر موافق پاوے تو عمل کرے اور اگر مخالف پاوے تو اسکو رد کرے اور نہ مانے پھر کسی کا قول ہو خواہ امام کا خواہ مشائخ کا۔ کیا تعجب ہے کہ اس امام و مشائخ کو غلطی ہو گئی ہو اس واسطے کہ سوائے پیغمبر کے کوئی معصوم نہیں۔ اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے کہ المجتھد یخطی یعنی مجتہد کبھی خطا بھی کر جاتا ہے تو واقف کار پر فرض ہے کہ اس خطا کو مٹا کر درست کر دے۔"

اس اقتباس کو بار بار پڑھیئے اور اندازہ کیجیئے کہ "المفتی" کے مجیب نے انصاف و دیانت کا کسطرح خون کیا ہے۔ اور اپنے سائل کو کیسا مغالطہ اور دھوکہ دیا ہے؟

اب آئیے ہم آپ کو بتائیں کہ مولانا شہیدؒ نے ائمہ مجتہدین کی تقلید کی جو "ہدایت" فرمائی ہے اسکی حقیقت کیا ہے؟ مفتی دیوبند نے اپنے دعوے کے ثبوت میں جو عبارت نقل کی ہے وہ ناقص ہے پوری عبارت پڑھیئے تو حقیقت واضح ہو۔ مولانا شہید فرماتے ہیں۔

"اور جو مسئلہ قرآن میں مفصل مذکور نہیں اس کا حال حدیث سے دریافت کرے اور جو حدیث میں بھی صریح بیان نہ ہو وہ پیغمبر خدا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابوں کے اجماع سے دریافت کر کے اس
اجماع کے موافق عمل کرے اسواسطے کہ حدیث کی رو سے صحابہؓ کے اجماع
کی پیروی کرنے کا حکم ثابت ہے۔ پھر جو مسئلہ اجماع سے ثابت
نہ ہو یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت میں ایسا واقع نہ ہوا ہو جو اسپر
وہ حکم ٹھہرا کر اجماع کرتے تو ایسی بات پر مجتہدوں کے قیاس صحیح کے
موافق عمل کرے پھر وہ مجتہد بھی ایسا ہو کہ جس کا اجتہاد امت کے
اکثر عالم مسلمانوں نے قبول کیا ہو جیسے امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ اور
امام مالکؒ اور امام احمدؒ اور قیاس بھی فاسد نہ ہو"......

غور کیجیے، مولانا شہید نے یہ "ہدایت" نہیں فرمائی ہے کہ اس زمانے میں چاروں
اماموں میں سے کسی ایک امام کے "قول" ہی کو حجت اور سند مانے اور ہر شرعی
مسئلہ میں انھیں کے "قول" کی اتباع اور پیروی کرے (جیسا کہ حنفی مذہب
کی کتابوں میں لکھا ہے) بلکہ مولانا شہید کی "ہدایت" تو یہ ہے کہ ہر شرعی مسئلہ
کا حکم پہلے قرآن پاک سے دریافت کرے اگر قرآن میں وہ مسئلہ مذکور نہ ہو
تب حدیث سے اسکا حال دریافت کرے اگر حدیث میں بھی اسکا صریح بیان
نہ ہو تب صحابہ کے اجماع سے دریافت کرے۔ اگر صحابہ کے اجماع سے بھی اس
مسئلہ کا حکم معلوم نہ ہو اس لئے کہ صحابہ کے زمانے میں کوئی ایسا واقعہ پیش ہی
نہ آیا تھا تب ایسی مجبوری کی صورت میں مجتہدوں کے قیاس پر عمل کرے۔
مگر اس کے لئے بھی مولانا شہید نے دو قیدیں بیان کی ہیں ایک یہ کہ وہ قیاس
"صحیح ہو فاسد نہ ہو" اور دوسری یہ کہ وہ مجتہد ایسا ہو جسکے اجتہاد کو اکثر مسلمانوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور عالموں نے قبول کیا ہو۔ اس موقع پر مولانا شہید نے چاروں اماموں کے ناموں کو بطور مثال کے پیش کیا ہے۔ یہ نہیں کہا ہے کہ اجتہاد انھیں چاروں پر ختم ہوگیا ہے اور ان چاروں کے علاوہ کسی دوسرے مجتہد کا اجتہاد نہ صحیح ہو سکتا ہے اور نہ قابل قبول۔

اب پوچھئے ان سے جو یہ کہتے ہیں کہ مولانا شہید نے ائمہ مجتہدین کی تقلید کی ہدایت فرمائی ہے کیا ان حضرات کے نزدیک بھی ائمہ کی تقلید کی یہی صورت ہے؟ کیا اس زمانے میں کسی عالم کے لیے ان کے نزدیک بھی یہ درست ہے کہ وہ براہ راست قرآن مجید اور حدیث اور اجماع صحابہ سے شرعی مسائل کو دریافت کرے یعنی استنباط کرے؟ کیا یہ بھی کہتے ہیں کہ ائمہ مجتہدین کے قیاسی مسائل کو قرآن اور حدیث سے مقابلہ کرکے جانچنا چاہیے کہ یہ قیاس صحیح ہے یا فاسد؟ اگر صحیح ثابت ہو یعنی قرآن اور حدیث کے موافق ہو تو قبول کرے اور اگر خلاف ہو تو رد کردے۔ اگر یہی وہ تقلید ہے جسکے علماء دیوبند قائل ہیں۔ تو ہم ہزار بار اسکو خوش آمدید کہتے ہیں۔ ہم ہرگز اس تقلید کے مخالف اور منکر نہیں ہیں۔ اس تقلید کا قائل ہونے کی وجہ سے اگر مولانا شہید حنفی المذہب عالم ہو سکتے ہیں تو پھر دنیا کا کوئی اہلحدیث عالم ایسا نہیں ہے جسکو "حنفی المذہب" نہ کہا جاسکے۔

یہ گفتگو تو "تقویۃ الایمان" کی عبارت پر ہوئی۔ اب مولانا شہید کی دوسری کتابوں کا حال سنیئے! قارئین کو یاد ہوگا کہ رسالہ "المفتی" کے سائل نے مولانا شہید کے حنفی المذہب ہونے کا ثبوت ان کی دوسری کتابوں سے بھی طلب کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا لیکن مفتی دیوبند نے اسکے جواب میں خاموشی اختیار کی ہے۔ جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ مفتی صاحب کے پاس اسکا کوئی جواب نہیں ہے۔ مگر الحمد للہ ہمارے پاس اسکا جواب موجود ہے اور وہ جواب یہ ہے کہ مولانا شہید کی دوسری کتابوں سے بھی ان کا اہلحدیث ہی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ ان کے رسالہ "تنویر العینین" کے حوالے سے دو عبارتیں ہم اوپر نقل کر چکے ہیں جنمیں مولانا شہید نے بڑے واضح الفاظ میں تقلید شخصی کے التزام کی مذمت کی ہے۔ اسی رسالہ میں مولانا شہید نے رفع یدین (نزاعی) کے بارے میں لکھا ہے یثاب فاعلہ یعنی نماز میں رفع یدین کرنا ثواب کا کام ہے۔ آج کون حنفی عالم ہے جو رفع یدین کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا ہے۔ مولانا شہید "صراط مستقیم" میں لکھتے ہیں۔

در اعمال، اتباع مذاہب اربعہ کہ رائج در تمام اہل اسلام است بہتر و خوب است لیکن علم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم را منحصر در علم یک شخص از مجتہدان نہ داند بلکہ علم نبوی منتشر در آفاق گردیدہ است بموجب مقتضیات وقت بہ ہر کس رسیدہ و بعد ازاں کہ کتب مصنفہ شدہ جمعیت آں علوم ظاہر گشتہ۔	اعمال میں مذاہب اربعہ کی اتباع جو تمام اہل اسلام میں رائج ہے بہتر اور خوب ہے لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو کسی ایک ہی مجتہد کے علم میں منحصر نہ جانے کیونکہ علم نبوی سارے جہان میں پھیلا ہے اور مقتضائے وقت کے مطابق ہر آدمی کو پہونچا ہے۔ البتہ کتابوں کی تصنیف کے بعد اجتماعی حالت ان علوم سے ظاہر ہوئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس در ہر مسئلہ کہ حدیث صحیح صریح غیر منسوخ یابد اتباع ہیچ مجتہد دراں نہ کند و اہل حدیث را مقتدائے خود شناسد و بہ دل محبت ایشاں دارد و تعظیم ایشاں لازم شمرد کہ حاملان علم پیغمبر اند و بنوعے فائدہ مصاحبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کردہ مقبول جناب رسالت مآب گشتہ اند و مقلدان تعظیم و توقیر مجتہدان بخوبی می دانند محتاج آگاہی براں نیستند (صـ ۲۹)

پس جس مسئلہ میں حدیث صحیح صریح غیر منسوخ پاوے اس میں کسی مجتہد کی پیروی نہ کرے اور اہلحدیث کو اپنا مقتدا جانے اور دل سے ان کی محبت کرے ان کی تعظیم کو ضروری سمجھے کیونکہ وہ لوگ علم پیغمبر کے حامل ہیں اور ایک طرح سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کا شرف حاصل کر کے مقبول رسالتماٰب ہوئے ہیں اور مقلدین مجتہدوں کی تعظیم و توقیر کو خوب جانتے ہیں بتلانے کے محتاج نہیں ہیں۔

ان حوالوں سے روز روشن کیطرح واضح ہو جاتا ہے کہ مفتی دیوبند نے اپنے جواب میں دیانتداری سے کام نہیں لیا ہے اور ان کا یہ دعویٰ قطعاً غلط ہے کہ " مولانا اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ مقلد تھے اور حنفی المذہب عالم تھے اور انھوں نے ائمہ مجتہدین کی تقلید کی ہدایت فرمائی ہے " بلکہ اسکے برخلاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مولانا شہید اہلحدیث مسلک کے پیرو تھے اور اسی مسلک پر چلنے کی انھوں نے لوگوں کو ہدایت بھی فرمائی ہے۔ مولانا شہید کی کتابوں کے مزید حوالے مطلوب ہوں تو مولانا امام خاں نوشہروی کی کتاب "تراجم علمائے حدیث ہند ملاحظہ کیجئے " کچھ حوالے گذر چکے ہیں اور کچھ آئندہ آئیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گے جن سے معلوم ہوگا کہ مولانا شہید ہی کی دعوت سے ہندوستان میں اس تحریک کو فروغ ہوا۔ اور بالواسطہ یا بلاواسطہ انھیں کے فیض یافتہ مجاہدین اور پیروکار مخلصین کی مساعی جمیلہ سے یہ تحریک پورے ملک میں پھیلی۔ اس لئے اس تحریک کی قیادت کا سہرا حضرت شہید ہی کے سر ہے۔

اس تحریک کے ثمرات و اثرات

اس تحریک نے ہندوستان کے مسلمانوں پر کیا اثر کیا اور اسکی بدولت انھیں کس کس نوع کی اصلاح ہوئی اسکا حال جاننے کیلئے مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم کا مندرجہ ذیل بیان پڑھئے سید صاحب فرماتے ہیں:۔

اہل حدیث کے نام سے ملک میں اسوقت بھی جو تحریک جاری ہے حقیقت کی رو سے وہ قدم نہیں صرف نقش قدم ہے۔ مولانا اسماعیل شہیدؒ جس تحریک کو لیکر اٹھے تھے وہ فقہ کے چند مسائل نہ تھے بلکہ امامت کبریٰ، توحید خالص اور اتباع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیادی تعلیمات تھیں، مگر افسوس کہ سیلاب نکل گیا اور باقی جو رہ گیا ہے وہ گذرے ہوئے پانی کی فقط لکیر ہے" بہر حال اس تحریک کے جو اثرات پیدا ہوئے اور اس زمانہ سے آج تک دور دور بار کی ساکن سطح میں اس سے جو جنبش ہوئی وہ بھی ہمارے لئے بجائے خود مفید اور لائق شکریہ ہے۔ بہت سی بدعتوں کا استیصال ہوا۔ توحید کی حقیقت نکھاری گئی، قرآن پاک کی تعلیم و تفہیم کا آغاز ہوا۔ قرآن پاک سے براہ راست

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارا رشتہ دوبارہ جوڑا گیا۔ حدیث نبوی کی تعلیم و تدریس اور تالیف و اشاعت کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ ساری دنیائے اسلام میں ہندوستان ہی کو صرف اس تحریک کی بدولت یہ دولت نصیب ہوئی۔ نیز فقہ کے بہت سے مسئلوں کی چھان بین ہوئی۔ (یہ اور بات ہے کہ کچھ لوگوں سے غلطیاں بھی ہوئی ہوں) لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دلوں سے اتباع نبوی کا جو جذبہ گم ہوگیا تھا وہ سالہا سال تک کیلئے دوبارہ پیدا ہوگیا۔ مگر افسوس ہے کہ اب وہ بھی جارہا ہے۔

اس تحریک کی ہمہ گیر تاثیر یہ بھی تھی کہ وہ "جہاد" جس کی آگ اسلام کے مجسمہ میں ٹھنڈی پڑ گئی تھی وہ پھر بھڑک اٹھی یہاں تک کہ ایک زمانہ گذرا کہ وہابی اور باغی مترادف لفظ سمجھے گئے اور کتنوں کے سر قلم ہوگئے کتنوں کو سولیوں پر لٹکنا پڑا اور کتنے پابجولاں دریائے شور عبور کردیئے گئے یا تنگ کوٹھریوں میں انھیں بند ہونا پڑا۔ اور اب پردہ کیا! صاف کہنا ہے کہ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کی زندگی تک تحریک کے علمبرداروں میں یہ روح کام کر رہی تھی۔

افسوس کہ قبیلۂ مجنوں کسے نماند

علمائے اہلحدیث کی تدریسی و تصنیفی خدمت بھی قدر کے قابل ہے پچھلے عہد میں نواب صدیق حسن خاں مرحوم کے قلم اور مولانا سید

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نذیر حسین دہلوی کی تدریس سے بڑا فیض پہنچا۔ بھوپال ایک زمانہ تک علماء اہل حدیث کا مرکز رہا۔ قنوج سہسوان اور اعظم گڈھ کے بہت سے نامور اہل علم اس ادارہ میں کام کر رہے تھے۔ شیخ حسین عرب یمنی ان سب کے سرخیل تھے اور دہلی میں مولانا سید نذیر حسین صاحب کی مسند درس بچھی ہوئی تھی اور جوق جوق طالبین حدیث مشرق و مغرب سے انکی درسگاہ کا رخ کر رہے تھے ان کی درسگاہ سے جو نامور اٹھے ان میں سے ایک مولانا ابراہیم صاحب آروی تھے جنھوں نے سب سے پہلے عربی تعلیم اور عربی مدارس میں اصلاح کا خیال قائم کیا اور مدرسہ احمدیہ کی بنیاد ڈالی اس درسگاہ کے دوسرے نامور مولانا شمس الحق صاحب مرحوم (صاحب عون المعبود) ہیں جنھوں نے کتب حدیث کی جمع اور اشاعت اپنی دولت اور زندگی کا مقصد قرار دیا اور اسمیں وہ کامیاب ہوئے اس درسگاہ کے تیسرے نامور حافظ عبداللہ صاحب غازیپوری ہیں جنھوں نے درس و تدریس کے ذریعہ خدمت کی اور کہا جا سکتا ہے کہ مولانا سید نذیر حسین صاحب کے بعد درس کا اتنا بڑا حلقہ اور شاگردوں کا مجمع ان کے سوا کسی اور کو ان کے شاگردوں میں نہیں ملا۔ اس درسگاہ کے ایک اور نامور تربیت یافتہ ہمارے ضلع (اعظم گڈھ) میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب مرحوم مبارکپوری تھے جنھوں نے تدریس و تحدیث کے ساتھ ساتھ جامع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترمذی کی شرح تحفۃ الاحوذی (عربی) لکھی۔

اس تحریک کا ایک اور فائدہ یہ ہوا کہ مدت کا زنگ طبیعتوں سے دور ہوا۔ اور یہ جو خیال ہو گیا تھا کہ اب تحقیق کا دروازہ بند اور نئے اجتہاد کا راستہ مسدود ہو چکا ہے رفع ہو گیا اور لوگ از سر نو تحقیق و کاوش کے عادی ہونے لگے۔ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ سے دلائل کی خو پیدا ہوئی اور قیل و قال کے مکدر گڑھوں کی بجائے ہدایت کے اصلی سرچشمہ مصفا کی طرف واپسی ہوئی۔"
(مقدمہ تراجم علمائے حدیث ہند)

سید صاحب کے اس بیان سے مندرجہ ذیل چند فوائد حاصل ہوتے ہیں:۔

(الف) ہندوستان میں تحریک اہلحدیث کی قیادت مولانا اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ نے فرمائی تھی (اگرچہ بقول سید صاحب "سیلاب نکل گیا اور باقی جو رہ گیا ہے وہ گذرے ہوئے پانی کی نقط لکیر ہے" تاہم یہ تو ثابت ہوا کہ اس تحریک کا ماضی شاندار ہے اور یہ "لکیر" اسی گذرے ہوئے سیلاب کی نشانی ہے۔ اس لئے آج جو لوگ اس "لکیر" کو بھی مٹا دینا چاہتے ہیں وہ در حقیقت مولانا شہید کی ایک نشانی کو مٹانا چاہتے ہیں۔ خذلهم الله)

(ب) دینی خدمات اور ملی اصلاحات کی جو مختلف النوع کوششیں کامیاب ہوئیں۔ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ساری دنیائے اسلام میں ہندوستان ہی کو صرف اس تحریک کی بدولت یہ دولت نصیب ہوئی۔

(ج) اس تحریک کی ہمہ گیر تاثیر یہ بھی تھی کہ وہ "جہاد" جس کی آگ مسلمانوں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سینوں میں ٹھنڈی پڑ گئی تھی وہ پھر بھڑک اٹھی۔ یہانتک کہ ایک زمانہ گذرا کہ وہابی اور باغی مترادف سمجھے گئے (سید صاحب کے اس ارشاد سے یہ بات بھی صاف ہو جاتی ہے کہ جس زمانے میں " وہابی " کو باغی کے مرادف سمجھا جاتا تھا اُس وقت " وہابی " سے مراد اہلحدیث تھے۔ اس عنوان پر تفصیلی گفتگو انشاء اللہ ہم آئندہ اپنے موقع پر کریں گے)

(د) مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (المتوفی ۱۳۳۶ھ ۱۹۱۸ء) کی زندگی تک اس تحریک کے علمی داروں میں جہاد کی روح کام کر رہی تھی (یہ صریح تکذیب و تردید ہے ان لوگوں کی جو یہ کہتے ہیں کہ ۱۸۵۷ء سے اہلحدیث عملی جہاد سے الگ ہیں)

(ھ) علمائے اہلحدیث نے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کی جو خدمت انجام دی ہے وہ بھی قدر کے قابل ہے۔

(و) اس تحریک کا ایک اور فائدہ یہ ہوا کہ قرآن پاک اور احادیث رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سمجھنے اور سمجھانے کے بارے میں ذہن و فکر پر جو جمود طاری ہو گیا تھا اور مدت سے طبیعتوں پر جو زنگ بیٹھ گیا تھا وہ دور ہو گیا، یہ خیال رفع ہو گیا کہ اب تحقیق کا دروازہ بند اور نئے اجتہاد کا راستہ مسدود ہو چکا ہے۔ اسی تحریک کا یہ فیض ہے کہ تقلیدی اور آراء الرجال الرجال کی قیل و قال کے مکدر گڑھوں سے نکل کر ہدایت کے اصلی سرچشمہ مصفا کی طرف واپسی ہوئی۔

سید صاحب کا دوسرا بیان یہی مولانا سید سلیمان صاحب ندوی مرحوم"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیرت سید احمد شہید" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

تیرہویں صدی میں جب ایک طرف ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی طاقت فنا ہو رہی تھی اور دوسری طرف ان میں مشرکانہ رسوم اور بدعات کا زور تھا۔ مولانا اسماعیل شہید اور حضرت سید احمد بریلوی کی مجاہدانہ کوششوں نے تجدید دین کی نئی تحریک شروع کی، یہ وہ وقت تھا جب سارے پنجاب پر سکھوں کا اور باقی ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ تھا۔ ان دونوں بزرگوں نے اپنی بلند ہمتی سے اسلام کا علم اٹھایا اور مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دی، جسکی آواز ہمالیہ کی چوٹیوں اور نیپال کی ترائی سے لیکر خلیج بنگال کے کناروں تک یکساں پھیل گئی اور لوگ جوق جوق اس علم کے نیچے جمع ہونے لگے۔ اس مجددانہ کارنامہ کی عام تاریخ لوگوں کو یہیں تک معلوم ہے کہ ان مجاہدوں نے سرحد پار ہو کر سکھوں سے مقابلہ کیا اور شہید ہوئے۔ حالانکہ یہ واقعہ اس کی پوری تاریخ کا ایک باب ہے....

اسی تحریک نے اپنے پیروؤں میں للّٰہیت، خلوص، اتحاد، نظم، سیاست اور تنظیم کا جو جوہر پیدا کر دیا تھا۔ اس کے سمجھنے کے لئے کتاب "سیرت سید احمد شہید" کا چوتھا باب کافی ہے۔ بنگال کی سرحد سے لیکر پنجاب تک اور نیپال کی ترائی سے لیکر دریائے شور کے ساحل تک اسلامی جوش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعمل کا دریا موجیں مار رہا تھا اور حیرت انگیز وحدت کا سماں
آنکھوں کو نظر آرہا تھا۔ سید صاحب کے خلفاء ہر صوبہ اور
ولایت میں پہنچ چکے تھے اور اپنے اپنے دائرے میں
تجدید۔ اصلاح اور تنظیم کا کام انجام دے رہے تھے۔ مشرکانہ
رسوم مٹائے جا رہے تھے۔ بدعتیں چھوڑی جا رہی تھیں۔
نام کے مسلمان کام کے مسلمان بن رہے تھے۔ جو مسلمان نہ
تھے وہ بھی اسلام کا کلمہ پڑھ رہے تھے (کہتے ہیں کہ اس تحریک
سے چالیس ہزار غیر مسلم مسلمان ہوئے) شراب کی بوتلیں توڑی
جا رہی تھیں۔ تاڑی اور سیندھی کے خم لنڈھائے جا رہے تھے
بازاری فواحش کے بازار سرد ہو رہے تھے اور حق وصداقت
کی بلندی کیلئے علماء حجروں سے اور امراء ایوانوں سے نکل
کر میدانوں میں آرہے تھے اور ہر قسم کی ناچاری، مفلسی اور
غربت کے باوجود تمام ملک میں اس تحریک کے سپاہی پھیلے
ہوئے تھے اور مجاہد تبلیغ اور دعوت میں لگے تھے۔"

سید صاحب مرحوم کی تحریروں کے ان اقتباسات سے ہندوستان
کی تحریک اہلحدیث اور پہلی دینی انقلابی تحریک (جس کی قیادت مولانا
اسماعیل شہید اور سید احمد شہید نے فرمائی تھی) کے اثرات اور فوائد کا
جو اجمالی نقشہ سامنے آتا ہے اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ وہ مختلف
نوع کے تھے۔ اور اپنی جگہ بڑے اہم اور بے حد مفید تھے۔ لیکن ہمارا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موضوع بحث محدود ہے اس لئے اپنے موضوع کے لحاظ سے ہم اس تحریک کے علمبرداروں کے اوصاف حمیدہ میں سے صرف ان کے جوشِ جہاد کا کچھ حال مستقل عنوان کے تحت یہاں بیان کرنا چاہتے ہیں۔

جوشِ جہاد اور شوقِ شہادت

مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری لکھتے ہیں

ر حج کے بعد سید احمد صاحب جب وطن واپس آگئے تو تھوڑے ہی عرصہ کے بعد سفر جہاد کی تیاری کرنے لگے۔ مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ اور مولوی عبدالحی صاحبؒ وغیرہ علمار کو واسطے بیان کرنے مضامین ترغیب جہاد اور جہاد کے اطراف ہندوستان میں روانہ کر دیا گیا۔ اس وقت سید صاحب کے مکان پر بجائے مراقبہ ومشاہدہ اور توجہ وہی کے فضیلت ہجرت اور جہاد کا بیان اور تلوار وبندوق کی صفائی اور قواعد وچاندماری اور گھوڑ دوڑ ہوا کرتی تھی۔ اب بجائے صوفی ودرویش کے ہر شخص سپاہی بن گیا۔ تسبیح کے عوض ہاتھ میں تلوار اور فراخ جبہ کی جگہ چست ارخالق اور پیچدار سربند لباس ہو گیا۔ جن لوگوں نے آپ کے تابعین کو پہلے بصورت درویشانہ اور اب بلباس ووضع سپاہیانہ دیکھا تو ان کو سخت حیرت ہوتی تھی

ان دنوں میں جو کوئی تحفہ تحائف آپ کیلئے لیکر آتا تو اکثر ہتھیار یا گھوڑے ہوتے تھے۔ انہی دنوں میں شیخ فرزند علی صاحب غازیپور زمانیہؔ سے دو نہایت عمدہ گھوڑے اور بہت سی وردی کے کپڑے

ؔ ضلع غازیپور دیوپی) میں ایک قصبہ کا نام زمانیہ ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور چالیس جلد قرآن مجید تحفہ لیکر آئے۔ اور سب سے عجیب تحفہ جو شیخ صاحب لیکر آئے وہ امجد نام کا ان کا ایک نوجوان بیٹا تھا جسکو انھوں نے مثل حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے راہ خدا میں نذر کرکے سید صاحب کے حوالہ کر دیا اور عرض کیا کہ اسکو اپنے ساتھ لے جائیے اور تیغ کفار سے اسکی قربانی کرائیے۔" (سوانح احمدی ص۶۹)

شیخ فرزند علی کی یہ نذر اللہ نے قبول کی۔ ان کے صاحبزادے شیخ امجد علی سکھوں سے لڑتے ہوئے بالاکوٹ کے معرکہ میں شہید ہوئے۔ ملاحظہ ہو "سید احمد شہید" جلد دوم ص ۴۳۲۔ اور جماعت مجاہدین ص۲۵۵"

مولانا خرم علی بلہوری جن کے متعلق مؤلف "تراجم علمائے حدیث ہند" نے لکھا ہے کہ "ابتداءً روش عام کے مطابق غالی مقلد تھے مگر جب قسمت نے یاوری کی اور مولانا اسماعیل شہید کی مصاحبت نصیب ہوئی تو اتباع سنت کا رنگ چڑھ آیا" یہ بھی مجاہدین میں شامل تھے اور فضائل جہاد کی آیات و احادیث فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں بہ طریق مثنوی نظم کر دی تھیں۔ یہ نظمیں عام طور پر پڑھی جاتی تھیں۔ نظم ہی میں ان کا ایک "رسالہ جہادیہ" ہے یہ پورا رسالہ ۱۷۵ اشعار پر مشتمل ہے اسمیں سے چند منتخب اشعار بطور نمونہ کے ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ یہ رسالہ مہر صاحب نے سید احمد شہید جلد دوم میں درج کر دیا ہے

ؔ از ص۲۵۸ تا ص۲۶۰۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد تحمید خدا، نعت رسول اکرمؐ — یہ رسالہ ہے جہادیہ کہ لکھتا ہے قلم

واسطے دین کے لڑنا نہ پئے طمع بلاد — اہل اسلام اسے شرع میں کہتے ہیں جہاد

ہے جو قرآن و احادیث میں خوبی جہاد — ہم بیاں کرتے ہیں تھوڑا سا اسے کر لو یاد

جو مسلمان رہ حق میں لڑا لحظہ بھر — روضۂ خلد بریں ہو گیا واجب اس پر

جو رہ حق میں ہوئے ٹکڑے نہیں مرتے ہیں — بلکہ وہ جیتے ہیں جنت میں خوشی کرتے ہیں

زندگی بھر کے گناہ شہدا مٹتے ہیں — کیوں نہ ہو، راہ خدا ان کے تو سر کٹتے ہیں

فتنۂ قبر و غم صور و قیام محشر — ایسے صدموں سے شہیدوں کو نہیں کچھ بھی خبر

حق تعالیٰ کو مجاہد وہ بہت بھاتے ہیں — مثل دیوار جو صف باندھ کے جم جاتے ہیں

اے مسلمانوں سنی تم نے جو خوبی جہاد — چلو اب اسکی طرف مت کرو گھر بار کو یاد

مال و اولاد کی جورو کی محبت چھوڑ دو — رہ مولیٰ میں خوشی ہو کے شتابی دوڑو

مال و اولاد تری قبر میں جانے کے نہیں — تجھکو دوزخ کی مصیبت سے بچانے کے نہیں

گر رہے جیتے تو گھر بار میں پھر آؤ گے — اور گئے مارے تو جنت میں چلے جاؤ گے

ایک دن تجھ سے یہ دنیا کا مزہ چھوٹے گا — لشکر موت ترا ملک بدن لوٹے گا

دوستو جب تمھیں مرنا ہی مقرر ٹھہرا — پھر تو بہتر ہے کہ جان دیجیے تو راہ خدا

موت کا وقت معین ہے تو سن اے غافل — پھر بھلا موت سے ڈرنے سے تجھے کیا حاصل

جب تلک موت نہیں ہے تو نہیں مرتے ہیں — موت جب آئی تو گھر میں بھی نہیں بچتے ہیں

راہ خدا میں جہاد کے جذبۂ صادق ہی کا یہ ثمرہ تھا کہ سخت سے سخت حالت کو بھی یہ حضرات خوشی اور خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کر لیتے تھے ان کے صبر و قناعت کا ایک واقعہ سنیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولوی محمد جعفر صاحب ایک جنگ کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس لڑائی کے بعد بوجہ تنگی خرچ غازیوں پر سوائے بے خانمانی کے فاقہ کشی کی سخت تکلیف تھی سردی کا موسم تھا ملک میں برف پڑ رہی تھی۔ غازیوں کے پاس نہ رہنے کو مکان نہ اوڑھنے کو کپڑا اور نہ کھانے کو کوئی چیز تھی۔ اکثر چار چار فاقے کڑاکے کے پڑ کر کسی دن کسی گاؤں میں دعوت ہو گئی۔ یا کسی درخت کے پتیاں ابال کر اور نمک ملا کر بھوک کو دبا دیا۔ مگر اس پر بھی بوجہ جوش ایمانی ہر ایک غازی نہایت شاداں اور فرحاں اور صابر و شاکر تھا (سوانح احمدی ص۱۰۲)

مولانا غلام رسول مہر ایک جگہ لکھتے ہیں۔

غازیوں کی للہیت و اخلاص کا اندازہ شیخ محمد اسحاق گورکھپوری کے واقعہ سے ہوگا۔ شیخ صاحب کے چھوٹے چھوٹے بچے تھے ان کے لئے معاش کا کوئی انتظام نہ تھا۔ لیکن حمیت دین کے جوش میں وہ بیوی بچوں کو چھوڑ کر سید صاحب کے پاس پہونچ گئے۔ ایک مرتبہ مولانا شاہ اسماعیل نے وعظ میں وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ کی تفسیر بیان فرمائی۔ شیخ محمد اسحاق مجلس وعظ کے بعد اپنے حجرے کا دروازہ بند کر کے لیٹ گئے۔ کھانے میں بھی شریک نہ ہوئے۔ سید صاحب نے پاس بٹھا کر کیفیت پوچھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو صرف اتنا عرض کیا، میری کم نصیبی ہے کہ آپ جیسے شیخ کامل کی صحبت میں بھی گمراہ ہی رہا۔ پھر سید صاحب نے مولانا سے وعظ کا موضوع دریافت کر کے شیخ اسحاق سے بات چیت فرمائی۔ اسوقت شیخ نے عرض کیا مولانا کے وعظ سے یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ جس دل میں خدا کی محبت ماسوا پر غالب نہ ہو وہ ایمان کی لذت سے محروم ہوتا ہے۔ میرے دل سے بیوی بچوں کا خیال جدا نہیں ہوتا۔ کئی تدبیریں کر چکا ہوں لیکن ناکام رہا۔ اگر ہو سکے تو یہ خیال دل سے نکال دیجیے۔

مولانا نے پوچھا آیا یہ ممکن ہے کہ بیوی بچوں کی محبت کے جوش میں لشکر اسلام کو چھوڑ کر وطن چلے جاؤ؟ شیخ نے کہا یہ ممکن نہیں۔ مولانا نے فرمایا، پھر میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے دل میں خدا و رسول کی محبت بیوی بچوں کی محبت پر غالب ہے اسکے بعد شیخ نے کھانا کھایا۔ (سید احمد شہید جلد دوم ص ۷۶)

ان کی شہادت کا واقعہ بھی شہداء بالاکوٹ کے ذکر کے سلسلے میں مہر صاحب نے خاص طور سے بیان کیا ہے لکھتے ہیں۔

"شیخ محمد اسحاق گورکھپوری کا بایاں ہاتھ جنگ مایار میں بیکار ہو چکا تھا۔ وہ بندوق نہیں چلا سکتے تھے۔ تلوار سے بھی حسب دلخواہ کام نہیں لے سکتے تھے۔ جنگ بالاکوٹ میں انھیں گنڈاسا دے دیا گیا۔ یورش کے آغاز ہی میں ان کے دائیں ہاتھ پر گولی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگی اور وہ بھی بیکار ہو گیا۔ اسی وجہ سے وہ یہ کہتے ہوئے قصبے کی جانب لوٹ پڑے کہ میں تو اب دعا کے قابل رہ گیا ہوں۔ آہستہ آہستہ قصبے میں تو زیادہ خون بہنے سے ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ جب سکھ جنوبی سمت سے بالاکوٹ میں داخل ہوئے تو شیخ غریب اللہ گورکھپوری نے انھیں ساتھ لے جانا چاہا۔ انھیں ہوش نہ آیا۔ اٹھا کر لے جانے کی کوئی صورت نہ بنی۔ شیخ غریب اللہ ست بنے کے نالے سے ہو کر باہر نکل گئے۔ شیخ محمد اسحاق وہیں بے ہوش پڑے رہے اور اسی حالت میں شہادت سے سرفراز ہوئے" (سید احمد شہید جلد دوم ص ۴۲۶)

ان کے مزید حالات جاننے کے لئے مہر صاحب کی کتاب "جماعت مجاہدین" کا دسواں باب ملاحظہ ہو۔

"عبدالمجید خاں آفریدی جہاں آباد (رائے بریلی) کے باشندے تھے۔ مجاہدین کی اس جماعت میں شریک ہو کر سرحد پہنچے جو سید صاحب کے ساتھ گئی تھی اور جسے مجاہدین کا ہراول سمجھنا چاہیئے۔ وہاں سب سے پہلی جنگ اکوڑہ خٹک میں پیش آئی چونکہ سکھوں کا لشکر بہت بڑا تھا اور آنے جانے میں پندرہ سو میل کا فاصلہ طے کرنا تھا اس لئے انھیں لوگوں کو منتخب کیا گیا جو قوی اور توانا تھے۔ عبدالمجید خاں ان دنوں بخار میں مبتلا رہنے کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئے تھے اس لئے ان کا نام فہرست میں شامل نہ کیا گیا۔ انھیں جب یہ کیفیت معلوم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئی تو بیتاب ہو کر سید صاحب کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا:۔
حضرت! میں کوئی ایسا بیمار تو ہوں نہیں کہ چلنے کی طاقت نہ ہو۔ اور یہ پہلا معرکہ ہے جس میں جہاد فی سبیل اللہ کی بنیاد رکھی جائے گی۔ میرا نام ضرور شامل فرما لیجیے تاکہ سبقت کی فضیلت سے محروم نہ رہ جاؤں۔
عبدالمجید خاں کی بیتابی دیکھ کر سید صاحب نے ان کی درخواست قبول کر لی اور دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ہمت میں برکت دے چنانچہ یہ جنگ میں گئے اور خاصی کمزوری کے باوجود انتہائی مردانگی دکھائی۔ چودہ آدمی ان کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ پھر ان کی تلوار ٹوٹ گئی ایک دوسرے مجاہد نے جنکے پاس دو تلواریں تھیں اپنی ایک تلوار ان کو دیدی۔ عبدالمجید خاں نے اس سے بھی کئی دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارا پھر خود بھی جام شہادت نوش کر کے عند ربھم یرزقون کے انعام یافتہ لوگوں میں شامل ہو گئے"۔ (جماعت مجاہدین ص ۲۳۶)
مقام سمہ کے افغانیوں نے چند غلط الزامات اور بے بنیاد بدگمانیوں کی بنا پر خفیہ سازش کر کے ایک رات مجاہدین پر حملہ کر دیا اور بہتوں کو ناحق قتل کر دیا۔ حد یہ کہ بعض عشاء اور فجر کی نماز کی حالت میں شہید کیے گئے۔ انکی مظلومانہ شہادت کا حال سنکر ایک درد مند کی آنکھوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے آنسو جاری ہو گئے تو مولوی خدا بخش صاحب رام پوری نے (جوان مجاہدین میں شامل تھے) کہا۔

ما برائے ہمیں شہادت از مقام	ہم شوق شہادت ہی لے کر دور
دور دست آمدہ ایم کسانیکہ شہید	دراز سے یہاں آئے ہیں جو لوگ شہید
شدند بہ مراد خود رسیدند و کسانیکہ	ہوئے وہ اپنی مراد کو پہنچ گئے جو
باقی اند ہمیں ارادہ دارند اللہ تعالیٰ	باقی ہیں ان کا ارادہ بھی یہی ہے کہ
امام مارا سلامت دارد انشاء اللہ	راہ حق میں جانیں دیدیں) اللہ تعالیٰ
سامان جہاد باز مجتمع خواہد گردید۔	ہمارے امام کو سلامت رکھے انشاء اللہ
	پھر جہاد کا سامان جمع ہو جائے گا۔

(جماعت مجاہدین صـ ۱۲)

سر سید احمد خاں مرحوم مولانا اسماعیل شہید کے حالات میں لکھتے ہیں۔

"بموجب ارشاد سید اصفیا یعنی پیر طریق ہدیٰ (سید صاحب) کے اسطرح سے تقریر و وعظ کی بنا ڈالی کہ مسائل جہاد فی سبیل اللہ بیشتر بیان ہوئے اور یہاں تک آپکے صیقل تقریر سے مسلمانوں کا آئینہ باطن مصفا اور مجلاّ ہو گیا۔ اور اسطرح سے راہ حق میں سرگرم ہوئے کہ بے اختیار دل چاہنے لگا۔ سر ان کا راہ خدا میں فدا ہو اور جان ان کی اعلائے لوائے محمدی میں صرف ہو" (جماعت مجاہدین صـ ۱۵)

سید صاحب اور مولانا اسماعیل کی شہادت کے بعد جب اس تحریک کی قیادت کا بار مولانا ولایت علی عظیم آبادی نے سنبھالا تھا، اسوقت بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ جوش جہاد اور شوق شہادت میں برابر مدت دراز تک سرحد پار پہنچتے رہے۔ اسوقت سرحد میں ان مجاہدین کا ٹھکانہ ستھانہ میں تھا اور ہندوستان میں ان کا مرکز پٹنہ تھا۔ ڈاکٹر ہنٹر لکھتا ہے۔

"صوبہ متحدہ کے ایک انگریز کارخانہ دار نیل کا بیان ہے کہ اسکے دیندار مسلمان ملازم اپنی تنخواہ یا مزدوری کا ایک جز ستھانہ کیمپ کیلئے علٰحدہ کر کے رکھ لیتے تھے۔ جو لوگ زیادہ جری تھے وہ تھوڑے بہت زمانہ کیلئے ستھانہ جا کر خدمت کرتے تھے۔ جسطرح ہندو ملازم اپنے بزرگوں (پُرکھوں) کے شرادھ کیلئے چھٹی مانگتے تھے اسی طرح مسلمان ملازم یہ کہہ کر چند ماہ کی رخصت لیتے تھے کہ انھیں فریضہ جہاد ادا کرنے کیلئے مجاہدین کے ساتھ شریک ہونا ہے۔ (روشن مستقبل ص ۱۰۲)

ان اصحاب صدق وصفا اور جان نثاران راہ خدا کے جوش جہاد اور شوق شہادت کے مزید واقعات (جو ہمارے لیے درس حیات ہیں) آئندہ صفحات میں خاص خاص لوگوں کے تذکرے کے ذیل میں انشاءاللہ آئیں گے۔

فی الحال ہم اسی اجمالی تذکرہ پر اکتفا کرتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر مختصراً اس مسئلہ پر بھی روشنی ڈالدی جائے کہ یہ جوشِ جہاد کس کے خلاف تھا؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جوشِ جہاد کس کے خلاف ؟

سید صاحبؒ اور مولانا اسماعیل شہید کی تحریک جہاد کے متعلق بعض علماء کی تحریروں نے یہ غلط فہمی پیدا کر دی ہے کہ وہ صرف سکھوں کے خلاف تھی سید صاحب انگریز سے لڑنا نہیں چاہتے تھے اور نہ انگریزی اقتدار اور تسلط سے ان کو کوئی تشویش اور پریشانی تھی انگریز کے قبضہ سے اس ملک کو آزاد کرانا سید صاحب کے مقصد جہاد میں داخل نہ تھا سکھوں نے پنجاب میں مسلمانوں کی زندگی تنگ کر رکھی تھی ان پر طرح طرح کے ظلم کرتے تھے نہ جان محفوظ تھی نہ مال نہ عزت نہ آبرو۔ مسجدوں میں اذان تک نہیں دی جا سکتی تھی۔ ان مظالم کے خلاف سید صاحب اور مولانا شہید نے جہاد کی تحریک شروع کی۔ ان کا اور ان کے رفقاء کا جوش جہاد صرف سکھوں کے خلاف تھا۔

اس مسئلہ پر مولانا غلام رسول مہر نے بڑی تفصیل سے بحث کی ہے دلائل اور قرائن سے استدلال و استنباط کرنے کے علاوہ خود سید صاحب کے مکتوبات سے واضح الفاظ میں ثابت کیا ہے کہ مذکورہ بالا خیال قطعاً غلط ہے مہر صاحب نے لکھا ہے کہ :۔

" میں جہاں تک تحقیق کر سکا ہوں سب سے پہلے سر سید احمد خاں مرحوم نے سید صاحب کے جہاد کا رخ انگریزوں سے ہٹا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو سکھوں کی طرف پھیرا۔ لیکن سرسید کا یہ بیان بہت کم لوگوں کی نظروں سے گذرا ہوگا۔ مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری مرحوم نے اسے پھیلا کر پیش کیا۔"

مہر صاحب نے اس خیال کے حامیوں میں تیسرا نام مرزا حیرت دہلوی (مؤلف حیات طیبہ) کا بتایا ہے۔ "حیات طیبہ" کی بابت مہر صاحب نے اپنا تاثر یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ کتاب تاریخ نہیں بلکہ افسانہ ہے اور سراسر ناقابل اعتبار ہے۔"

مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری نے سید صاحب کے متعلق ایک کتاب (تواریخ عجیبہ معروف بہ سوانح احمدی) لکھی اس کتاب میں انھوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ سید صاحب انگریزوں سے نہیں لڑنا چاہیے تھے۔ وہ صرف سکھوں سے لڑائی پر آمادہ تھے۔ اس بیان کو مستند بنانے کے لئے سید صاحب کے مکاتیب کی بعض عبارتوں میں تحریف کی گئی۔ مہر صاحب نے سید صاحب کے مکاتیب کے متعدد قلمی نسخوں سے مقابلہ کر کے مولوی محمد جعفر صاحب کی اس لغزش کا پتہ لگایا ہے اور دنیا کو حقیقت حال سے روشناس کیا۔ ہمیں مہر صاحب کی اس داد تحقیق کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔

مولوی جعفر صاحب کی اس لغزش پر تعجب ہوتا ہے اس لئے کہ سید صاحب کی شہادت کے بعد وہ خود بھی اس تحریک میں شریک تھے اور اسکی وجہ سے انگریز نے ان کے ساتھ بڑا سخت برتاؤ کیا تھا اور اسکی پاداش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ان کو بڑی بڑی تکلیفیں اٹھانی پڑیں تھیں۔

مہر صاحب لکھتے ہیں۔

وہ مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری سید صاحب کے خاص معتقدین سے وابستہ تھے اس وابستگی کے باعث انھوں نے خوفناک تکلیفیں اٹھائیں۔ گھربار لٹایا اور کم و بیش اٹھارہ سال کالے پانیوں میں بسر کیے۔ ان کی قربانیوں کے سامنے ہر شخص کی گردن احتراماً جھک جانی چاہیے۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ سید صاحب کے نصب العین کو سمجھنے میں ان سے سخت لغزش سرزد ہوئی۔ اور حد درجہ افسوس اس بات پر ہے کہ اس غلطی کی توثیق کیلیے انھوں نے سید صاحب کی عبارتوں کو بدلا

(سید احمد شہید ص ۲۵۸)

ہمیں مولوی جعفر صاحب کی اس جرأت پر اس اعتبار سے مزید افسوس تھا کہ وہ اہلحدیث تھے جن کے مسلک کی عمارت روایت کے باب میں دیانت و امانت ہی کی بنیاد پر قائم ہے۔ خیر اللہ تعالے کا شکر ہے کہ اس نے اس لغزش کی تحقیق اور اس غلطی کی اصلاح کی توفیق بھی ایک اہلحدیث محقق ہی کو عطا فرمائی۔ فلہ الفضل والمنہ۔

سید صاحب کی وہ تحریریں اور ان کے مکاتیب کی وہ عبارتیں جن سے صاف صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سید صاحب انگریزوں کو مسلمانوں کے لیے سکھوں سے بدرجہا زیادہ خطرناک سمجھتے تھے اسی لئے ہندوستان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو ان کے تسلط سے آزاد کرانے کا وہ عزم رکھتے تھے۔ مہر صاحب کی
"سید احمد شہید" اور "جماعت مجاہدین" میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں
ہم سید صاحب کے ایک مکتوب کا وہ آخری حصہ یہاں نقل کرتے ہیں جس میں
انھوں نے تصریحاً ہندوستان کی تطہیر کا ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

باز خود ایں جانب مع مجاہدین صادقین	پھر میں مجاہدین کو لے کر ہندوستان
بہ سمت بلاد ہندوستان بنا بر ازالہ	کی طرف متوجہ ہو جاؤں گا تاکہ وہاں اہل
اہل کفر و طغیان متوجہ خواہد گشت کہ	کفر و طغیان کو ختم کیا جا سکے اور میرا اصل
مقصد اصل خود اقامت جہاد بر ہندوستان	مقصود ہندوستان پر جہاد ہے۔ یہ
است، نہ توطن در دیار خراسان	نہیں کہ خراسان میں توطن اختیار کر لوں

(جماعت مجاہدین ص ۱۵)

اس اقتباس میں سید صاحب نے اپنا "اصلی مقصد" ہندوستان پر جہاد کرنا بتایا ہے۔ اس سے زیادہ واضح شہادت ان کی مجاہدانہ سرگرمیوں کا نصب العین بتانے کیلئے اور کیا ہو سکتی ہے؟ اب رہا یہ سوال کہ جب اصلی مقصد ہندوستان کو انگریزی تسلط سے پاک کرنا تھا۔ تو پھر سید صاحب ہندوستان چھوڑ کر سرحد پار کیوں گئے؟ اور انگریزوں کے بجائے وہ سکھوں سے کیوں لڑے؟ اس کا مفصل جواب مہر صاحب کی کتاب "سید احمد شہید" کے چھبیسویں باب میں موجود ہے۔ ہم اپنے موضوع کے لحاظ سے اپنی کتاب میں اس عنوان پر گفتگو کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں سمجھ رہے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند ممتاز اہلحدیث مجاہدین

مولانا اسمٰعیل شہیدؒ

مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم لکھتے ہیں :۔

" مولانا ابوالکلام آزاد کو تمام جہادی سرگرمیوں میں مولانا شہید ہی کی روح کار فرما نظر آتی ہے استاذ محترم مولانا سید سلیمان ندوی مدظلہ سید صاحب اور مولانا شہید دونوں بزرگوں کو "تجدید دین" کی تحریک کا امام سمجھتے ہیں[1]"

دوسری طرف مولانا مسعود عالم نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ " ...... مگر خود سید احمد صاحب کی جماعت میں مولانا اسماعیل شہید کے اثر سے خالص عاملین بالحدیث کا بھی ایک طبقہ پیدا ہو گیا تھا[2]"

جب اس تحریک جہاد کی تمام سرگرمیوں میں مولانا شہید ہی کی روح کار فرما تھی۔ اور وہ اس تحریک تجدید دین کے امام تھے تو ظاہر ہے کہ ان کے

---

[1] ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۲۴ [2] کتاب مذکور ص ۲۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اثر سے خالص عاملین بالحدیث کا جو طبقہ پیدا ہو گیا تھا وہ سب کا سب اس تحریک میں اپنی جانی یا مالی یا دونوں چیزوں کی قربانیوں کے ساتھ شریک رہا ہوگا۔ لیکن آج ہمارے لئے یہ ناممکن ہے کہ تعیین کے ساتھ انکی کسی خاص تعداد کی نشان دہی کر سکیں۔ تاریخ میں جن شہداء اور غازیوں کے نام محفوظ رہ گئے ہیں ان میں سے بھی ہر شہید اور غازی کے متعلق یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ فلاں اہلحدیث تھے اور فلاں حنفی۔ ہاں کچھ ممتاز حضرات ایسے ضرور ہیں جن کا فقہی مسلک معروف ہے۔ یا کسی معتبر شہادت اور روایت و سند کی بنیاد پر ان کے مسلک کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے انھیں میں سے چند اہلحدیث مجاہدین کا تذکرہ ہم یہاں لکھنا چاہتے ہیں۔ یہ تذکرہ صرف انکی مجاہدانہ خدمات پر مشتمل ہوگا ان کی پوری سوانح حیات لکھنا مقصود نہیں ہے۔ مذکورہ بالا نظریے کے پیش نظر سر فہرست حضرت مولانا اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ ہی کا نام نامی و اسم گرامی آ سکتا ہے اس لئے اسی بطل جلیل کے ذکر خیر سے اس عنوان کا آغاز کرتا ہوں۔

دعوت و تبلیغ

سید احمد صاحب شہیدؒ سے بیعت کے بعد اپنی ساری زندگی احیاء دین اور رد بدعات کیلئے وقف کر دی۔ شنبہ اور جمعہ کو شاہی مسجد میں وعظ فرماتے۔ سر سید لکھتے ہیں کہ نماز جمعہ کیلئے ایسی کثرت ہونے لگی جیسے عید گاہ میں نماز عیدین کے لئے ہوا کرتی ہے۔ تقریریں ایسی جامع ہوتی تھیں کہ ہر شخص کو اس کے شبہے کا جواب مل جاتا تھا۔ اور سادگی کا یہ عالم تھا کہ عالم و عامی یکساں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مستفید ہوتے تھے

کچھ مدت کے بعد سید صاحب کے ایماء سے وعظ و تقریر میں جہاد فی سبیل اللہ کے مسائل بیان فرمانے لگے۔ سرسید کے الفاظ میں مسلمانوں کا آئینۂ باطن مصفا اور مجلی ہو گیا اور راہِ حق میں اسطرح سرگرم ہوئے کہ ہر شخص بے اختیار چاہنے لگا، اس کا سر فی سبیل اللہ فدا ہو اور اسکی جان دین محمدی کا علم بلند کرنے کے سلسلے میں کام آئے۔ ان کے مواعظ سے ہزاروں لوگ تائب ہوئے۔ ان میں زنان بازاری بھی تھیں۔ ایک مرتبہ ایام محرم میں قلعے کے اندر بلائے گئے اکبر شاہ ثانی بادشاہ بھی مجلس میں شریک تھا، شاہ صاحب نے ایک آیت پڑھ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مراتب صبر ایسے انداز میں بیان کیا کہ اسوۂ حسینی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھچ گیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہندوستان کے مسلمان شرک و بدعات کے بلائے سخت میں مبتلا ہیں[1]

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم فرماتے ہیں :-

دعوت و اصلاح امت کے جو بھید پرانی دہلی کے کھنڈروں اور کوٹلہ کے حجروں میں (شاہ ولی اللہ نے) دفن کر دیئے تھے۔ اب اس سلطان وقت و اسکندر عزم (شاہ اسمٰعیل شہیدؒ) کی بدولت شاہ جہاں آباد کے بازاروں اور جامع مسجد کے سیڑھیوں پر ان کا ہنگامہ مچ گیا اور ہندوستان کے کناروں

---

[1] جماعت مجاہدین ص ۱۲۱ و ص ۱۲۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بھی گذر کر نہیں معلوم کہاں تک چرچے اور افسانے پھیل گئے۔ جن باتوں کے کہنے کی بڑوں بڑوں کو بند حجروں کے اندر بھی تاب نہ تھی۔ وہ اب برسر بازار کی جا رہی اور ہو رہی تھیں اور خون شہادت کے چھینٹے حرف وحکایات کو نقوش وسواد بنا کر صفحۂ عالم پر ثبت کر رہے تھے ؎

آخر تو لائیں گے کوئی آونت فغاں سے ہم
حجت تمام کرتے ہیں آج آسماں سے ہم

(تذکرہ ص ۲۴۵)

کارنامہائے جہاد | دوشنبہ کو رائے بریلی سے سید صاحب کے ساتھ راہ ہجرت میں قدم رکھا اور وطن عزیز سے سیکڑوں میل کے فاصلے پر ایک غیر معروف گوشے میں شہادت پائی ان کی اور سید صاحب کی شہادت کے باعث ہمیشہ کی ناموری حاصل ہوئی۔ (۷ رجمادی الاخری ۱۲۴۱ھ (۱۷ جنوری ۱۸۲۶ء)

دوران جہاد میں ان کے کارنامے "سید احمد شہید" کے صفحات پر تفصیلاً بیان ہو چکے ہیں۔ ان کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ اجمالاً انکی کیفیت ذیل میں درج ہے

(۱) وہ تمام انتظامات میں سید صاحب کے مشیر خاص تھے۔
(۲) سید صاحب کیلئے امامت جہاد کا پورا بندوبست انھیں نے کیا تھا
(۳) جنگ شیدو میں جان پر کھیل کر سید صاحب کو محفوظ مقام پر پہونچایا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴) ہزارہ میں جہاد کی ابتدائی تنظیمات انھیں نے کیں۔

(۵) جنگ شنکیاری میں تھوڑی سی جمعیت سے سکھوں کے بہت بڑے لشکر کو شکست دی۔ سکھوں کی گولیوں سے شاہ صاحب کی قبا چھلنی ہو گئی لیکن نہ آپ میدان سے ہٹے، نہ مورچے میں پناہ لی اور نہ جنگ روکی، اسی لڑائی میں شاہ صاحب کی ایک انگلی (جو چھنگلی تھی) زخمی ہوئی جسے دکھا کر مزاحاً فرمایا کرتے تھے کہ یہ ہماری انگشت شہادت ہے۔

۶۔ بیعت شریعت کے سلسلے میں علمائے سرحد سے تمام گفتگوئیں شاہ صاحب ہی نے کی تھیں

۷۔ ہنڈ کا مضبوط و مستحکم قلعہ چھوٹی سی فوج کے ساتھ فتح کر لیا اور دشمن کے صرف دو آدمی مارے گئے۔ اپنے کسی آدمی کے خراش تک نہ آئی۔

۸۔ جنگ زیدہ میں صرف سات سو مجاہدین سے درانیوں کی آٹھ دس ہزار فوج کو شکست فاش دی۔

۹۔ مایار کی جنگ میں درانی فوج بارہ ہزار سے کم نہ تھی اور مجاہدین صرف ساڑھے تین ہزار تھے، جنھیں بڑی تعداد ملکیوں کی تھی، تاہم درانی مقابلے پر ٹھہر نہ سکے۔

۱۰۔ امب و عشرہ کی لڑائیاں شاہ صاحب کے کمال سپہ گری کا ایک روشن ثبوت ہیں۔

۱۱۔ انتظام عشر کے سلسلے میں وہ سید محمد حبان قاضی القضاۃ کے مشیر خاص

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے اور جنگ مردان میں انھیں کے حسن تدبیر سے فتح حاصل ہوئی۔

۱۲۔ پشاور میں صلح کی تمام گفتگوئیں سید صاحب کی طرف سے شاہ صاحب ہی نے کی تھیں غرض وہ سید صاحب کی پوری تحریک جہاد میں اوّل سے آخر تک روح رواں بنے رہے۔ (جماعت مجاہدین ص ۱۲۳،۱۲۴)

مولانا شہیدؒ کی شجاعت کا رعب

شاہ صاحب کے رعب اور ہیبت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ کوئی دُرّانی سپاہی کسی خاتون کا مال چھیننا چاہتا تھا خاتون نے شاہ صاحب کا نام لیا تو سپاہی سب کچھ چھوڑ کر بھاگ نکلا۔

جنگ مایار ناگزیر ہو گئی تو سید صاحب نے شاہ صاحب کو بھی امب سے بلالیا۔ منشی محمدی انصاری نے بلاوے کے خط میں اپنی طرف سے لکھ بھیجا کہ اپنی تشریف آوری کی خبر کو شہرت دیجئے، اسلیئے کہ آپ کی شجاعت اس علاقے کے خاص وعام پر روشن ہے۔ کیا عجب ہے دشمن آپ کا نام سن کر مرعوب ہو جائیں اور اسطرح مصالحت کی کوئی صورت نکل آئے لہ

مولانا گیلانی کا ایک مضمون

مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم کا ایک طویل مضمون ماہنامہ "الفرقان" بریلی کے "ولی اللہ نمبر ۱۳۵۹ھ / ۱۹۴۰ء" میں شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں مولانا گیلانی نے حضرت شاہ عبدالعزیز قدس اللہ سرہ العزیز کی ایک عربی نظم نقل کی

لہ جماعت مجاہدین ص ۱۲۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جیسے حضرت شاہ صاحب نے اپنے زمانے کے سکھ اور مرہٹہ مظالم کا ذکر دردناک الفاظ میں کیا ہے۔ اس نظم کے متعلق مولانا گیلانی لکھتے ہیں

لیکن منجملہ اور چیزوں کے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے یہ چند اشعار بھی اپنے اندر اس کی قوی شہادت رکھتے ہیں کہ "اسلامی ایوان" میں عہد عالمگیری کے بعد جو آگ لگی تھی اسمیں جن جن کے کلیجے بھنے تھے اور جن جن کے سینے آبلوں سے معمور ہو گئے اس میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی خاندان تھا اور شاید یہی آبلے تھے جو "اسماعیلی جہاد" کے رنگ میں پھوٹ کر بالآخر بہہ گئے...

مولانا آزاد کا تاثر حضرت شاہ اسماعیل شہید رح کی مجاہدانہ سرگرمیوں کی نسبت مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے اپنا تاثر مندرجہ ذیل الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

اور پھر چند قدم اور آگے بڑھو۔ مقام عزیمت و دعوت کی کیسی کامل اور آشکارا مثال سامنے آتی ہے ساری مثالوں سے آنکھیں بند کر لو۔ صرف یہی ایک مثال زیر بحث حقیقت کے فہم و کشف کیلئے کافی ہے حضرت شاہ ولی اللہ کا مقام ہر رنگ میں کس درجہ جامع اور کامل ہے۔

بایں ہمہ یہاں جو کچھ ہوا تجدید و تدوین علوم و معارف اور تعلیم و تربیت اصحاب استعداد تک محدود رہا اس سے آگے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ بڑھ سکا۔ فعلاً عمل ونفاذ اور ظہور وشیوع کا پورا کام تو کسی دوسرے ہی مرد میدان کا منتظر تھا۔ اور معلوم ہے کہ توفیق الہٰی نے یہ معاملہ صرف حضرت علامہ ومجدد شہید رضی اللہ عنہ کیلئے مخصوص کر دیا تھا خود حضرت شاہ صاحبؒ کا بھی اسمیں حصہ نہ تھا۔

آں باغباں کہ تربیت ایں نہال کرد
می خواست رستخیز زعالم برآورد

اگر خود شاہ صاحب بھی اسوقت ہوتے تو انھیں کے جھنڈے کے نیچے نظر آتے۔ سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے مولانا آزاد آگے لکھتے ہیں "پھر کیا اُسوقت ہندوستان علم وعمل سے خالی ہوگیا تھا؟ یا حق پر پر چلنے والے اور حق کا درد رکھنے والے معدوم ہوگئے تھے؟ کون ہے جو ایسا کہہ سکتا ہے؟ خود اسی خاندانِ عالی میں کیسے کیسے اکابر واساتذۂ علم وعمل موجود تھے؟ حضرت شاہ عبدالعزیز کے درس وتدریس کی پادشاہت سمرقند وبخارا اور مصر وشام تک پھیلی ہوئی تھی۔ شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین علم وعمل کے آفتاب تھے۔ خاندان سے باہر اگر ان کے تربیت یافتوں کو دیکھا جائے تو کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جہاں ان کا فیضان علم کام نہ کر رہا ہو۔ بایں ہمہ یہ کیا معاملہ ہے کہ وہ جو وقت کا سب سے بڑا کام تھا اسکے لئے کسی کے قدم کو جنبش نہ ہوئی سب دوسرے دوسرے کاموں میں رہ گئے۔ یا حجروں کا کام یا مدرسوں کا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن میدان والا معاملہ کسی سے بھی بن نہ آیا؟ وہ گویا ایک خاص پہناوا تھا جو صرف ایک ہی جسم کیلئے تھا اور ایک ہی پر چست آیا۔ دنیا اس کے لئے خلعت عظمت اور تشریف قبول کاندھے پر ڈالے منتظر کھڑی تھی۔ زمانہ اپنے سارے زمانوں کے ساتھ کب سے اسکی راہ تک رہا تھا امیدواروں پر امیدوار یکے بعد دیگرے گذرتے رہے مگر اس کا مستحق کوئی نہ نکلا۔

بارِ غم او عرض بہر کس کہ نمودم
عاجز شد و این قرعہ بنامم ز سر افتاد

تذکرہ ص ۲۴۴ و ص ۲۴۵

شہادت کم و بیش چھ سال تک سید احمد شہید اور مولانا اسمٰعیل شہید نے اپنے جاں نثار رفیقوں کے ساتھ راہ حق میں جان و مال کی قربانیاں پیش کیں۔ کامیابی و کامرانی ان کے ہم رکاب تھی ظفرمندی قدم لینے کو آگے بڑھی۔ قریب تھا کہ سارا پنجاب و سرحد اسلامی نور سے جگمگانے لگتا اور ایک مرتبہ پھر خلافت راشدہ کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے آجاتا۔ مگر ابھی مسلمانوں کے بُرے دن لکھے تھے۔ برا ہو نسلی غرور اور قبائلی عصبیت کا۔ جس نے اس تمام کئے کرائے پر پانی پھیر دیا۔ افغانی سرداروں نے غداری کی۔ کچھ فتنہ پردازوں نے حنفیت اور وہابیت کا جھگڑا کھڑا کر دیا۔ علماء سوء اور قبر پرستوں نے مجاہدین پر کفر کے فتوے لگائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ضلع ہزارہ کے کوہستانی علاقے کے ایک مشہور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقام "بالاکوٹ" میں سید صاحبؒ اور مولانا اسمٰعیلؒ صاحب دونوں بزرگوں نے سکھوں سے مقابلہ کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔

اس جنگ میں مولانا اسمٰعیل کی حالت ہی دوسری تھی۔ برسوں کے ارمان نکلنے کا وقت آیا۔ اپنی مردانگی، شجاعت اور حرارت ایمانی کے جوہر دکھائے ایک غازی کا بیان ہے کہ مولانا کے سر پر ایک گولی لگی تھی۔ اس سے اگرچہ خفیف زخم آیا لیکن داڑھی خون سے رنگی گئی۔ پھر آپ تنگے سر امان اللہ خاں (غازی) سے ملے، بندوق بھری ہوئی تھی اور لبلبی چڑھی ہوئی تھی پوچھا امیرالمومنین کہاں ہیں؟ امان اللہ خاں نے "مٹی کوٹ" کی طرف اشارہ کیا۔ ادھر سے بکثرت گولیاں آرہی تھیں لیکن یہ کہتے ہوئے چلے گئے، بھائی میں تو وہیں جاتا ہوں پھر معلوم نہ ہو سکا کہ کس حربے سے شہادت ہوئی۔

ایک دوسرے غازی نے بیان کیا کہ میرے بائیں طرف سے مولانا اسمٰعیل رفل کندھے پر ڈالے اور ننگی تلوار ہاتھ میں لئے میرے پاس آئے پیشانی سے خون بہہ رہا تھا پوچھا امیرالمومنین کہاں ہیں؟ میں نے اپنے داہنے طرف ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اس ہجوم میں ہیں۔ یہ سن کر وہ اس طرف جھپٹتے ہوئے چلے گئے۔

تیسرے غازی کا کہنا ہے کہ سر سے خون جاری تھا۔ یہ معلوم نہیں کہ گولی پیشانی پر لگی تھی یا کنپٹی پر، ہجوم میں جا کر داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

(سید احمد شہید جلد دوم ص۲۲۱ و ص۲۲۲)

۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ مطابق ۶ مئی ۱۸۳۱ء یوم جمعہ کو گیارہ بجے دن میں یہ سانحہ پیش آیا۔

قصیدہ

در فضائل حبر نبیل مولانا محمد اسماعیل رح

یہ قصیدہ مولوی محمد حسین صاحب متخلص بہ فقیر نے لکھا تھا۔ قصیدہ بہت لمبا تھا اسمیں سے مولانا غلام رسول مہر نے صرف وہ اشعار چن کر جو شاہ شہید کے فضائل سے متعلق تھے "جماعت مجاہدین" کے آخر میں شائع کئے ہیں ہم اسمیں مزید اختصار کر کے کچھ اشعار یہاں نقل کرتے ہیں۔

جو اشعار مہر صاحب نے منتخب کئے ہیں ان میں شاعر موصوف نے پہلے یہ بتایا ہے کہ مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، صرف، منطق، فلسفہ، ریاضی وغیرہ جملہ علوم و فنون میں تبحر اور کمال رکھتے تھے اس کے بعد لکھا ہے۔

واعظ ایسے تھے کہ کیا انکے بیاں کا ہو بیاں
سننے والوں کو عجب ہوتی تھی رغبت لا میت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب حدیثِ نبوی کا وہ بیاں کرتے تھے
ہوتا تھا خلق سے معدوم حدوث بدعت
ذکر دوزخ کا جو آتا تو جلا دیتی تھی
آتش خوف خدا پنبۂ خواب غفلت

اور جنت کا بھی کچھ ذکر جو آجاتا تھا
سن کے کفار بھی اسلام کی کرتے رغبت
اور جو کرتے تھے کبھی ہول قیامت کا بیاں
مجلس وعظ کی ہو جاتی تھی ایسی صورت

ایک کو دوسرے کی کچھ نہ خبر رہتی تھی
اس قدر ہوتی تھی ہر ایک کے دل کو دہشت
سر کے نزدیک جو وہ شمس بدی ہوتا تھا
شرم افعال سے ہوتی تھی عرق کی شدت

توبہ توبہ مری یارب یہ ہر اک کہتا تھا
اس قدر ہوتی تھی واں ہیبتِ ربّ العزت
سر کو سجدے میں جھکا دیتے ہی بن پڑتی تھی
بے نمازوں کی بدل جاتی تھی ایسی حالت

فرض جن سے نہ ادا ہوتا تھا وہ صورتِ فرض
کرتے نفلیں بھی ادا کرنے میں اپنی نیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکل وشرب اپنا فراموش وہ کردیتے تھے
روزہ خوروں کو تھی اس وعظ کی اتنی ہیبت
پھر تو عیدین سے تشریق سے لاچار تھے وہ
سال بھر روزے کی تھی ان کو مگر نہ رغبت

جو نہ دیتے تھے زکوٰۃ، ان کا یہ ہوتا تھا حال
صرف کل مال میں کرتے تھے وہ صرف ہمت
عیش میں گھر سے بھی تھا جن کو نکلنا مشکل
سفر حج کی پیادہ ہوئی ان کو رغبت

ہو گئے سیکڑوں زانی بھی زنا سے تائب
اور مے خوار بھی توبہ سے ہوئے پاک صفت
زانیہ عورتیں بھی ان کی نصیحت سن کر
باندھتی تھیں کسو دیندار سے عقد حلت

ہے یہ مشہور کہ دہلی میں وہ اک روز کہیں
اک زن فاحشہ کے در پہ گئے باعزت
اس کو کچھ ذکر قیامت جو سنایا تو وہیں
وہ بھی تائب ہوئی اور اسکی جو تھیں ہم صحبت
اور ان سب کے دیئے باندھ اسی لحظہ نکاح
اللہ اللہ یہ تھی ان کے بیاں کی ہیبت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دہلی ہی کی مسجد میں یہ مشہور ہے بات
جو مئی تک رہتا تھا بازار لگا بے وحشت

خیر کی جائے کو کر ڈالا تھا اک موقع شر
اس قدر شر میں تھی اہل ہوا کی کثرت

بہ طفیل ان کے وہاں سے یہ بلا دور ہوئی
موضع خیر میں آخروں ہوئی بس خیریت

مسجدیں سیکڑوں آباد ہوئیں ان کے سبب
مرد و زن لاکھوں نمازی ہوئے صافی طینت

گریہ طفل کو سنتی ہی نہ تھی مادر طفل
اس زمانے کی نمازوں میں یہ تھی محویت

ہر نمازی کو ہوا شوق تہجد ایسا
بستر خار بنا بستر خواب راحت

خواب شیریں سحر کا نہ مزہ تھا ان کو
طاعت حق میں انھیں آتی تھی کیا کیا لذت

ہر جگہ دین محمد کا رواج ان سے ہوا
ظلمت دہر میں روشن ہوا نور سنت

دیکھو دشوار تھا کیا کچھ زن بیوہ کا نکاح
وہ بھی آسان ہوا ان سے علیہ الرحمت

ورنہ اس ہند پُر آفات میں اہل اسلام
عار اس کام سے رکھتے تھے برہمن کی صفت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شکر لاکھوں تری رحمت کے خدایا

بہ طفیل ان کے ادا ہونے لگی یہ سنت

اک جگہ سنتے ہیں فرماتے تھے مولانا وعظ

پیرزن ایک ہوئی سن کے غضبناک بہت

اور کہنے لگی یہ مولوی ایسا آیا پھر سے

اس نے رانڈوں کے تو لے لوگو سبھی کھو دیئے ست

دانہ بیوی[1] کا جو کھاتے تھے وہ محروم ہوئے

کیونکہ ہر رانڈ ہوئی اب تو دو خصمی عورت

اس کو نرمی سے یہ سمجھایا نہ کیجئے غصہ

مجھ کو کہنے میں نہیں اپنی طرف سے جرأت

بلکہ فرماتے ہیں یوں بیوی کے باوا صاحب

میں جو کہتا ہوں یہ سب کچھ ہے پیام حضرت

اور سب چھوٹ گئیں آپ کے سمجھانے سے

رسم بد شادیوں کی اور غمی کی بدعت

اور مہاجر بھی وہ ایسے تھے کہ سبحان اللہ

ما نہی اللہ سے تھی ان کو ہمیشہ ہجرت

---

[1] یہاں بیوی سے اشارہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی طرف ہے جن کے متعلق عقیدہ یہ تھا کہ ان کے نام سے جس کھانے پر نیاز کی جائے اس کو وہی عورت کھا سکتی ہے جس نے دوسری شادی نہ کی ہو۔ ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظاہرا مال سے، اولاد سے، گھر سے ان کو
اس قدر عشقِ الٰہی میں ہوئی تھی نفرت

سب دیا چھوڑ مگر ہاتھ سے چھوڑا نہ کبھی
رشتۂ ہجرتِ فی اللہ، بل سے بے ہمت

غازی ایسے تھے کہ کیا ان کے غذا کا ہو بیاں
آبِ شمشیر کو پیتے تھے وہ مثلِ شربت

ان کی شمشیر کا زہر اب ملا دیتا تھا
فوج کفار کے دریا میں عجب سمیت

یہ سنا ہو گا کہ سکھوں کو بہت قتل کیا
سکھ سے پھر رہ نہ سکے، سکھ ہوئے ایسے غارت

مال سے، ملک سے اور جاہ سے کچھ کام نہ تھا
تھا تو یہ کام تھا، عالی ہو یہ دین و ملت

راہ مولیٰ میں بھی قربان ہوئے واہ نصیب
اور حیاتِ ابدی پائی علیہ الرحمت

جو برا کہتے ہیں ایسوں کو برا کرتے ہیں
عیب اپنے ہی بیاں کرتے ہیں خبثِ طینت

ظاہرا بے ادبی ہے یہ کلامِ حق کی
ایسے حافظ کو برا کہتے ہیں جو بد خصلت

ایسے عالم کی مذمت جو کیا کرتے ہیں
مثلِ جاہل ہیں اگرچہ انھیں ہو علمیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا سید حیدر علی رام پوری

یہ مولانا سید محمد علی رام پوری کے بھائی تھے۔ مولانا محمد علی کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔ سید صاحب شہید نے اپنے خاص آدمی مختلف ہندوستانی علاقوں میں دعوت دین کیلئے مقرر فرمائے تھے جو عقائد و اعمال کی اصلاح کے ساتھ ساتھ سید صاحب کی تحریک جہاد کے لئے روپے کی فراہمی کے علاوہ غازیوں کو تیار کرتے تھے انھیں خاص داعیوں اور خلفاریں سے یہ دونوں بھائی بھی تھے[1]

مولانا سید حیدر علی شاہ رفیع الدین صاحبؒ دہلوی اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ دہلوی کے شاگرد تھے، مولا ابوالحسن علی ان کی شان میں لکھتے ہیں۔

"ذکاوت، سرعت ادراک، جامعیت معقول و منقول، کتاب و سنت اور اختلاف ائمہ سے واقفیت، تبحر علمی، میں سر آمد روزگار اور علوم حکمیہ میں بحر ذخار تھے[2]"

نواب احمد علی خاں فرمانروائے رام پور نے انھیں کے ہاتھ پر نیابۃً بیعت جہاد کی تھی جیساکہ نواب صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں

---

[1] سید احمد شہید ج اول ص۴۳۶ اور جماعت مجاہدین ص۲۹۲ : [2] سیرت احمد شہید ص۴۳۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسکا ذکر کیا ہے جو انھوں نے سید صاحب شہید کو اس وقت لکھا تھا جب سید صاحب سرحد پار چلے گئے تھے۔ نواب صاحب مذکور لکھتے ہیں

چونکہ جہاد فی سبیل اللہ مثل صلوٰۃ وصیام بر کافۂ انام ایں ملت از جملہ فرائض مؤکدۂ اسلام است بناءً علیہ در ظہر الغیب مطابق سنت سید المرسلین علیہ وآلہ الف الف صلوٰۃ رب العلمین بر دست مولوی حیدر علی صاحب کہ خلیفۂ آنجناب است آنحضرت بیعت بر جہاد نمودم و خود را بایں وسیلہ جمیلہ در زمرۂ مجاہدین فی سبیل اللہ داخل نمودم کہ در وقت مناسب بسر و چشم حاضرم از دوست یک اشارہ و ہزار ما بسر دویدن . . . .

و آنحضرت دعا فرمانید کہ مالک حقیقی ایں عزیمت ما را بانجام رسانند۱؎ . . .

چونکہ خدا کی راہ میں جہاد نماز اور روزے کی طرح ملت اسلامیہ کے تمام افراد پر فرض ہے اس لئے میں نے سید المرسلین (ان پر اور انکی آل پر رب العلمین کی طرف سے ہزار ہزار درود و سلام ہوں) . . . . . . کی سنت کے مطابق غائبانہ مولوی حیدر علی صاحب کے ہاتھ پر بیعت جہاد کر لی ہے۔ جو آپ کے خلیفہ ہیں اس وسیلہ سے میں مجاہدین فی سبیل اللہ کے گروہ میں شامل ہو گیا ہوں۔ مناسب وقت پر بسر و چشم حاضر ہو جاؤں گا۔ دوست کی طرف سے اشارہ ہوتے ہی سر کے بل دوڑیں گے :

آپ بھی دعا فرمائیں کہ مالک حقیقی ہمارے اس ارادے کو پورا کرے

۱؎ جماعت مجاہدین صـ ۲۶۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والاجاہ نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم نے مولانا سید حیدر علی کے متعلق لکھا ہے "کان یذب عن اسماعیل الشہیدؒ" (اسماعیل شہید کی حمایت کرتے تھے اور ان پر اعتراض کرنے والوں کا جواب دیتے تھے) نواب صاحب نے "الیانع الجنی" کے مصنف کا یہ قول نقل کیا ہے ولہٗ مع شیخنا ابی العلاء الفضل بن الفضل الخیر آبادی مباحثات فی شان اسمٰعیل یحویہا البطون مؤلفا تہما بدءت منہ عند البحث بوادر قصاہا العلماء توفی فی المحرم مستہل عام القرطاس انتہی۔ (انھوں نے ہمارے شیخ ابوالعلاء (فضل امام) ابن فضل حق خیر آبادی کے ساتھ اسمٰعیل کے بارے میں کئی مباحثے کئے جیسا کہ ان دونوں کی کتابیں شاہد ہیں۔ اور بحث کے وقت ان کے قلم سے ایسی باتیں سرزد ہوئیں جنکی کمزوری علماء نے ظاہر کی ہے) نواب صاحب ان مباحثوں کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ قلت والحق ان الحق فی تلک المباحث بید السید لا بید الشیخ کما یظہر من الرجوع الی کتبہما عند نظر الانصاف (میں کہتا ہوں کہ ان مباحث میں سید (حیدر علی) ہی حق پر تھے نہ کہ شیخ (فضل امام) جیسا کہ ان دونوں حضرات کی تصانیف پر نظر انصاف ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے) نواب صاحب یہ بھی لکھتے ہیں وقد کتب علی بعض کتب لی تقریظا حسنا دیا لغ فیہ الثناء علی بما لست اہلا لہ انتہی (مولانا حیدر علی نے میری بعض کتابوں پر تقریظ لکھی ہے جسمیں میری تعریف میں ایسا مبالغہ کیا ہے جس کا میں اہل نہیں ہوں) دوسری جگہ لکھتے ہیں

(لہ ابجد العلوم ص ۹۱۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہ تقریظ علی رسالتنا المسماۃ بکلمۃ الحق فی رد عمل المولد[1] (انھوں نے میرے رسالہ "کلمہ حق" پر تقریظ لکھی ہے۔ یہ رسالہ میلاد مروج کی تردید میں ہے) نواب صاحب ہی لکھتے ہیں (و من مولفاتہ صیانۃ الاناس عن وسوسۃ الخناس بالھندیہ و رسالۃ فی اثبات رفع الیدین فی المواضع الاربعۃ من الصلاۃ حردھا ردا علی المولوی محبوب علی الدہلوی بالفارسیۃ وکان یدرس و ینفع الناس انتہی[2]) مولانا سید حیدر علی کی تالیفات میں سے ایک رسالہ "صیانۃ الاناس من وسوسۃ الخناس" اردو زبان میں ہے اور ایک رسالہ فارسی زبان میں ہے جس میں انھوں نے ثابت کیا ہے کہ نماز میں چار جگہوں میں رفع یدین کرنا سنت ہے۔ یہ رسالہ مولوی محبوب علی دہلوی (حنفی) کے جواب میں لکھا ہے "صیانۃ الاناس" میں لکھتے ہیں:

"ایک شخص معین کی تقلید پر اگر کوئی دلیل ادلہ شرعیہ اربعہ سے ہو تو لاؤ ذکر کرو۔ جو شخص تقلید ایک شخص کی لازم اور واجب کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے[3]"

نواب احمد علی خاں فرمانروائے رام پور کے آخری زمانے میں رام پور سے ٹونک پہنچ گئے۔ وہاں نواب وزیر الدولہ نے انھیں عہدہ دیوانی پر مامور فرمایا۔ اس عہدے کے فرائض انجام دینے کے علاوہ درس بھی دیتے تھے اور طبابت بھی کرتے تھے۔ ۱۶ ذی الحجہ ۱۲۷۲ھ (۱۸ اگست ۱۸۵۶ء) کو ٹونک میں وفات پائی[4]۔ آخر زمانے میں ٹونک میں اقامت

---

[1] ابجد العلوم ص ۹۲۷۔ [2] ابجد العلوم ۱۲ [3] طریق الحدید از حافظ عزیز الدین مراد آبادی ص ۱۲ [4] جماعت مجاہدین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر لینے کی وجہ سے بعض لوگوں نے ان کو "ٹونکی" بھی لکھا ہے[1]

مولانا سید محمد علی رام پوریؒ

یہ مولانا سید حید رعلی (مذکور) کے چھوٹے بھائی تھے۔ ان کے متعلق مہر صاحب لکھتے ہیں:۔

"معلوم نہیں سید محمد علی نے کس زمانے میں بیعت کی، البتہ یہ معلوم ہے کہ وہ مجاہدین کا قافلہ لیکر ابتدائی دور ہی میں سرحد پہنچ گئے تھے جس زمانے میں سید محبوب[2] علی دہلوی کی مراجعت کے باعث

---

[1] سیرت والا جاہی حصہ دوم ص۶۔ [2] سید صاحب شہید کی تحریک جہاد کا جب ہندوستان میں چرچا ہوا اور مختلف حضرات کی سرکردگی میں مجاہدین کے قافلے سرحد پہنچنے لگے تو مولوی محبوب علی صاحب دہلوی بھی ایک قافلہ لیکر سرحد پہنچے مگر راستے کی تکلیفوں سے اسقدر پریشان ہوئے کہ واپسی کا قصد کر لیا۔ دوسرے مجاہدین سے بھی کہنا شروع کر دیا کہ واپس چلو اور اقربا کے جو حقوق تمہارے ذمے ہیں انھیں ادا کرو۔ مولانا شاہ اسماعیل شہید اس زمانے میں پکھلی گئے ہوئے تھے انھیں یہ حالات معلوم ہوئے تو متواتر خط لکھتے رہے کہ مولوی صاحب کو میری واپسی تک روکا جائے۔ لیکن شاہ صاحب کی تشریف آوری سے تین روز قبل مولوی محبوب علی صاحب کسی کو اطلاع دیئے بغیر رات کے وقت اچانک پشاور روانہ ہوگئے اور وہاں سے بخیر و عافیت دہلی واپس پہنچ گئے۔

بقیہ ص۸۶ پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قافلوں کی آمد رک گئی تھی اس زمانے میں جن اصحاب کو بغرض دعوت و تبلیغ ہندوستان بھیجا گیا ان میں سید محمد علی بھی تھے [۱]

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۵ کا ۔ دہلی پہنچکر اپنی واپسی کو حق بجانب ثابت کرنے کیلئے انتظامات جہاد کی بابت لوگوں میں غلط فہمیاں پھیلانے لگے اسکی وجہ سے مختلف حلقوں میں بددلی اور افسردگی پیدا ہوئی، اور دیر تک قافلوں کی آمد رکی رہی، اسی زمانے میں سید صاحب نے مولانا سید محمد علی وغیرہ کو ہندوستان بھیجا تھا۔ چنانچہ ان داعیوں اور خصوصاً شاہ اسحاق صاحب اور شاہ یعقوب صاحب کی کوششوں سے جب غلط فہمیوں کے بادل چھٹے تو پھر ہندوستان سے امداد جانے لگی اور قافلے پہنچنے لگے۔

یہی مولوی محبوب علی دہلوی ہیں جن کے رد میں مولانا سید حیدر علی صاحب رام پوری نے رسالہ "اثبات رفع الیدین" لکھا تھا۔ یہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے تک زندہ تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کو انھوں نے "جہاد" کا فتویٰ دینے سے انکار کردیا تھا۔ اسکے صلہ میں انگریز نے ان کو گیارہ گاؤں معافی میں دینا چاہا۔ مولوی صاحب نے پروانۂ معافی لیکر چاک کرڈالا۔ اور کہا کہ میں نے تمہارے لئے کچھ نہیں کیا تھا میرے نزدیک مسئلہ یوں ہی تھا"۔ اس روایت کا اصل ماخذ "ارواح ثلاثہ" ہے۔ اس سے پہلے کی کسی معتبر تاریخ میں اس روایت کا ذکر مجھے نہیں ملا۔ بعض اصحاب نے اس انعام کو میدان جہاد سے واپسی اور واپسی کے بعد اس تحریک کی مخالفت کا صلہ ظاہر کیا ہے۔ انعام کی پیش کش والی بات کی صحت کی تقدیر پر یہی وجہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اسوقت تک تحریک جہاد کا رخ براہ راست انگریز کے خلاف ہوگیا تھا اور مجاہدین انگریز سے ٹکر لینے لگ گئے تھے ورنہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کو جہاد قرار دینے سے انکار کرنے والے تو دوسرے علماء بھی تھے ان کے سامنے اس قسم کے انعام کی پیش کش کیوں نہیں کی گئی؟

[۱] جماعت مجاہدین صفحہ ۱۸۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"وقائع احمدی" میں ان کے ارسال کی کیفیت یوں بیان ہوئی ہے:۔

"مولوی محمد علی رام پوری کو حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ تم حیدر آباد دکھن کے جاؤ انھوں نے عذر کیا کہ مجھکو نہ اس قدر علم ہے کہ کسی عالم سے مباحثہ یا مناظرہ کروں اور نہ یہ سلیقہ ہے کہ لوگوں کے انبوہ میں وعظ ودرس کہوں۔ مجھکو تو آپ کسی کام کو وہاں بھیجیں کہ وہ کام کر کے چلا آؤں۔ آپ نے فرمایا کہ خیر۔ جس بات کا عذر کرتے ہو، اللہ تعالٰی سے امید ہے کہ وہ عذر دور کر دے۔ پھر آپ نے اپنا کرتا اور پاجامہ اور تاج (ٹوپی) انکو پہنایا..... چار پانچ آدمی ان کے ہمراہ کئے۔ ان میں ایک نعیم خاں رام پوری تھے اور دوسرے عنایت اللہ خاں تتالی والے اور تیسرے عبداللہ کہ انھیں کے رفیقوں میں سے تھے اور باقی کے نام یاد نہیں۔ اور فرمایا کہ یہاں سے سندھ کو جانا۔ وہاں پیر کوٹھا میں بی بی صاحبہ سے ملتے ہوئے کراچی بندر کو جانا وہاں سے کشتی پر سوار ہو کر بمبئی میں اترنا پھر وہاں سے حیدر آباد کو جانا"[۱]

سید صاحب کے حکم کے مطابق مولانا سید محمد علی حیدر آباد دکن پہنچے۔ انکی دعوت اور تبلیغ سے دکن میں سنت کا احیا رہوا۔ مبارز الدولہ[۲] اور بڑے بڑے امراء اسی دور

---

[۱] جماعت مجاہدین صفحہ ۱۴۲: [۲] سوانح احمدی میں لکھا ہے کہ حیدر آباد کے ان نواب صاحب کے گھر میں دو دو سے زیادہ بیویاں تھیں جب راہ راست پر آئے تو چار کو اپنے نکاح میں رکھ کر باقیوں کو طلاق دیدیا اور اپنے مصاحبوں سے انکی شادیاں کر دیں۔ اور دوسرے تمام منہیات شرعیہ کو اپنے دربار سے دور کر کے متقی اور پرہیزگار بنکر زندگی گذارنے لگے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں صراط دین پر قائم ہوئے۔ پھر سید صاحب نے مولانا محمد علی کو مدراس جانے کا حکم دیدیا اور حیدر آباد میں مولانا ولایت علی کو بھیج دیا۔ مولانا محمد علی حیدر آباد سے نکلے تو کرنول، کڈپا، ارد گھر، نیلور رہتے ہوئے محرم ۱۲۴۵ھ رجولائی ۱۸۲۹ء میں مدراس پہنچے۔ وہاں پہنچکر مولانا سید محمد علی نے ملا بحر العلوم کے فرزند مولوی عبد الرب کے مدرسے میں ڈیرے ڈالے اور کتاب و سنت کی اشاعت شروع کی۔ آپ کے وعظ و نصیحت سے ہزاروں لوگ راہ راست پر آئے ان میں سے خاص طور پر قابل ذکر نواب خاں عالم خاں بہادر تہور جنگ ہیں جو مدراس کے معزز رؤسا میں سے تھے۔ اور ان کی صاحبزادی نواب ارکاٹ کی بیگم تھی۔ نواب موصوف نے بیعت کرتے ہی راہ سنت اختیار کرلی اور اپنے گھر کی وہ تمام چیزیں (گانے بجانے کے آلات وغیرہ) توڑ ڈالیں جو شریعت کی رو سے ناجائز تھیں۔

خود نواب خاں عالم نے سید محمد علی کی تبلیغ کے اثرات یوں بیان کئے ہیں۔

۱۔ شراب، سیندھی، گانجا پینے والے فاسق، اور نرسو[1] کو پوجنے والے عوام و خواص پنجوقتہ نماز پڑھنے لگے۔

۲۔ مردوں کے علاوہ بعض عورتیں بھی تہجد گذار ہو گئیں

۳۔ تمام غیر شرعی اعمال و رسوم کا خاتمہ ہو گیا۔

دس مہینے کی تبلیغ کے یہ کرشمے دیکھ کر مخالف بھی جوش میں آگئے اور انہوں نے اعتراضات شروع کر دیئے۔ سید محمد علی کا طریقہ یہ تھا کہ فضول

---

[1] ایک ہندو دیوتا جسے مسلمان بھی پوجتے تھے ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بحثوں اور مناظروں میں نہ الجھتے۔ اپنے اصل مقصد سے کام رکھتے اور نہ اصلاحِ عقائد و اعمال پر زور دیتے۔ سید صاحب کی شہادت کے بعد سید محمد علی رام پور چلے گئے۔

مدراس کا دوسرا سفر ۱۲۵۰ھ میں حج کے ارادے سے کلکتہ پہنچے تو مدراس والوں نے پے در پے درخواستیں بھیجیں کہ یہاں ٹھہرتے ہوئے جائیے بلکہ نواب ارکاٹ کی والدہ نے ایک خاص آدمی کلکتہ روانہ کر دیا کہ سید محمد علی کو ہمارے جہاز "دریا دولت" پر سوار کر کے لائے۔ انکی اولین غرض یہ تھی کہ سید محمد علی صاحب سے اپنے بیٹے کیلئے اولاد کی دعا کرائیں۔ سید محمد علی مدراس تشریف لیگئے انکی دعا سے اللہ تعالیٰ نے نواب ارکاٹ کو اولاد عطا کی۔ آپکے دوبارہ وہاں تشریف لے جانے سے مخالفوں ربدعتی مسلمانوں) نے شدید ہنگامے بپا کئے اور ہر ممکن کوشش کی کہ سید محمد علی کی دل آزاری اور اذیت رسانی میں کوئی کسر نہ رہ جائے۔ زیادہ تر بحثیں شاہ اسماعیل کی کتاب "تقویۃ الایمان" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے متعلق ہوتی رہیں[1]۔ ایک موقع پر سید محمد علی کو زہر دینے کی کوشش بھی کی گئی لیکن آپ اور آپ کے متعلقین خدا کے فضل سے محفوظ رہے

---

[1] سید محمد علی شفاعت بالاذن کے قائل تھے جیسا کہ حدیثوں میں مذکور ہے لیکن مخالفین کا اصرار تھا کہ شفاعت عام ہونی چاہیئے۔ ملاحظہ ہو خانوادۂ قاضی بدرالدولہ جلد اول ص ۳۸ مؤلفہ یوسف کوکن عمری ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاں عالم خاں اور انکی صاحبزادی کی استقامت نواب خاں عالم خاں پر بھی وار ہوئے۔ چنانچہ نواب سے کہہ کر ان کی تنخواہ بند کرادی گئی جس کی مقدار گیارہ سو روپے ماہانہ تھی مگر خاں عالم خاں نے اسکی پرواہ نہیں کی اور اپنے عقیدہ توحید پر قائم رہے۔ ان کی صاحبزادی (جو نواب ارکاٹ کی بیگم تھی) کو بھی بہت تنگ کیا گیا کہ کسی طرح وہ غیر شرعی (مشرکانہ) مراسم اختیار کرے جو عام طور پر اس زمانے میں رائج تھے۔ اس حق پرست خاتون کا نواب کو صرف ایک جواب تھا۔ میں آپ کی بیوی ہوں اور آپ کے ہر فرمان کو ماننے کیلئے ہمہ تن تیار ہوں۔ لیکن قبر اور آخرت کے معاملات سب کے الگ الگ ہیں میں آپ کے فرمان سے کسی غیر شرعی امر کی مرتکب نہیں ہو سکتی۔

ظلم وجور سید محمد علی نے بارہا اعلان کیا کہ میرا عقیدہ اور عمل وہی ہے جو جمہور اہل سنت کا ہے اور جو کچھ خلاف سنت ہے اُسے غلط سمجھتا ہوں، خواہ وہ کسی کیطرف سے ہو۔ لیکن مخالفوں نے انھیں چین نہ لینے دیا۔ سید موصوف کے ایک نیاز مند نے اس ابتلاکی تاریخ کہی جو ذیل میں درج ہے۔

بر محمد علی جفائے پٹن[1]   رفت چوں جور شام بر حسنین رض
ہست تاریخ ایں بلائے عظیم   یاد مظلومیٔ امام حسین
۱۲۵۱ھ

---

[1] مدراس کا پرانا نام چینا پٹن تھا اور اسے عام لوگ پٹن بھی کہتے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سید محمد علی نے اس کے بعد حج کیا پھر احیائے دین کے کام میں لگے رہے ۱۲۵۸ھ (۱۸۴۲ء) میں وفات پائی [۱]

شیخ عبدالحق بنارسی

ان کا اصل وطن نیوتنی ضلع اناؤ تھا۔ ان کے والد شیخ فضل اللہ صاحب وہاں سے منتقل ہو کر بنارس چلے آئے تھے اور یہیں مستقل سکونت اختیار فرمائی تھی اسلئے مولانا شیخ عبدالحق صاحب "بنارسی" اور "نیوتنوی" دونوں نسبتوں کے ساتھ مشہور ہوئے۔ سید احمد صاحب شہید کے ساتھ ابتدائی دور ہی میں وابستہ ہو گئے تھے۔ سید صاحب کے ساتھ جو قافلہ حج کیلئے گیا تھا اس میں یہ بھی شامل تھے۔ مزاج میں تیزی بہت تھی۔ بدعات اور غیر شرعی مراسم کے رد و ابطال میں تشدد سے کام لیتے تھے۔ سفر حج میں بعض رفقاء سے تقلید کے مسئلہ پر جھگڑا ہو گیا اس جھگڑے کا یہ اثر ہوا کہ سید صاحب کا

---

[۱] یہ تمام تفصیلات مہر صاحب کی کتاب "جماعت مجاہدین" سے ماخوذ ہیں اس مضمون کی تکمیل کے بعد افضل العلماء یوسف کوکن عمری کی کتاب "خانوادۂ قاضی بدر الدولہ" جلد اول ہمیں ملی جس سے سید محمد علی کی ان پریشانیوں کا مفصل حال معلوم ہوا جو توحید خالص کی دعوت اور احیاء سنت کی کوششوں کیوجہ سے ان کو علمائے مدراس کیطرف سے پیش آئی تھیں لیکن یہ داستان اتنی طویل ہے کہ ہم اس کے نقل کرنے کی یہاں گنجائش نہیں پاتے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قافلہ جب مدینہ منورہ پہونچا اور وہاں شیخ عبدالحق صاحب نے غیر شرعی مراسم اور فاسد عقائد کے خلاف تقریریں شروع کیں تو وہاں کی حکومت میں شیخ صاحب کی شکایت کی گئی ان کے خلاف مقدمہ قائم کیا گیا اور ان کو گرفتار کرا یا گیا۔ مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

"اس زمانے میں (حجاز کے) ارباب حکومت نجدیوں سے بے حد بگڑے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ جنگ ختم ہوئے چند ہی سال گذرے تھے۔ اگر کوئی شخص موحدانہ عقائد کی اشاعت میں ذرا سرگرم معلوم ہوتا اور بدعات و محدثات کے رد میں سختی سے کام لیتا تو اُسے "وہابی" سمجھکر مواخذے کا تختۂ مشق بنالیا جاتا تھا۔ سید صاحب کے ساتھیوں میں مولوی عبدالحق نیوتنوی بہت تیز مزاج تھے وہ بعض مروجہ غیر شرعی مراسم کے رد و ابطال میں ذرا تیزی سے کام لیتے تھے۔ جھٹ شکایت ہوئی کہ "وہابی" ہیں چنانچہ ان پر مقدمہ قائم ہوگیا۔ مولانا عبدالحی نے ضمانت دیکر انھیں چھڑا یا اور مقدمے کی جوابدہی کے موقع پر بھی مولانا ہی نے عدالت سے بات چیت کی۔ اسطرح مولوی عبدالحق رہا ہوئے[۱]"

مہر صاحب نے "سید احمد شہید" کے شروع میں کچھ باتیں "استدراک" کے عنوان سے لکھی ہیں۔ اسی کے ذیل میں ایک بات یہ بھی لکھی ہے

---

[۱] سید احمد شہید صفحہ ۲۲۶ و جماعت مجاہدین صفحہ ۲۸۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"مولوی عبدالحق کے خلاف مدینہ منورہ میں جو مقدمہ دائر ہوا تھا اس کے ذمہ دار مولوی اسلمی مدراسی اور مولوی رجب علی تھے۔ سید صاحب کلکتہ میں بحری سفر انتظام فرما رہے تھے تو ایک موقع پر مولوی عبدالحق اور مولوی رجب علی و منشی مرزا جان لکھنوی کے درمیان تقلید و عدم تقلید پر بحث ہوئی تھی سید صاحب کے رفقاء میں سے چند افراد جنہیں سے منشی فضل الرحمٰن بردوانی کا نام بہ تصریح مذکور ہے۔ مولوی عبدالحق کے ہمنوا تھے۔ اس بحث میں مولوی رجب علی کو جو رنجش پیدا ہوئی اس نے مدینہ منورہ پہنچکر دعوے کی شکل اختیار کی۔ مولوی رجب علی چاہتے تھے کہ مولوی عبدالحق کی جگہ مولانا عبدالحی اور شاہ اسماعیل کو اس قضیے میں الجھالیں۔ مولوی عبدالحی نے یہ سنا تو جوش میں آگئے اور قاضی سے کہا کہ میں حنفی ہوں لیکن ہمارے ہاں ابواب معاملات میں کئی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ فتویٰ امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین تینوں کے خلاف ہے قاضی مثالیں سنکر چپ ہوگیا اور یہ قضیہ یوں ختم ہوا"

مذکورہ بالا دونوں اقتباسات سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

(الف) مولانا شیخ عبدالحق کے ساتھ مسئلہ تقلید پر جو بحث ہوئی تھی وہ سفر حج کے موقع پر کلکتہ میں ہوئی تھی۔

(ب) ابھی چند ہی سال گذرے تھے کہ حکومت حجاز[1] اور نجدیوں میں جنگ ختم ہوئی تھی۔ اس کی وجہ سے حجاز کے ارباب حکومت نجدیوں سے ناراض

[1] حجاز میں اسوقت ترکوں کی حکومت تھی ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ کسی موحدانہ عقائد کی تبلیغ اور بدعات کی تردید کرنے والے کو نجدی اور وہابی سمجھکر مواخذہ کا تختۂ مشق بنا لیتے تھے۔ وہاں کی اس فضا سے سید صاحب کے رفقار سفر میں سے ان علمار احناف نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جو شیخ عبدالحق صاحب بنارسی سے اسلیئے ناراض ہو گئے تھے کہ وہ تقلید کے قائل نہ تھے۔ انھیں علمار نے مدینہ منورہ پہنچکر وہاں کے حنفی حکام کے پاس شیخ عبدالحق صاحب کی شکایت کی۔ ان کو گرفتار کرایا اور ان پر مقدمہ چلوایا۔

(ج) اس مقدمہ کے ذمہ دار مولوی اسلمی مدراسی اور مولوی رجب علی جونپوری تھے۔ بالفاظ دیگر مولوی اسلمی مدراسی اور مولوی رجب علی جونپوری حنفی تھے اور مسئلہ تقلید میں متشدد تھے۔ ورنہ حنفی تو مولانا عبدالحی بھی تھے۔ جنھوں نے شیخ عبدالحق کی ضمانت کی اور مقدمہ کی پیروی کرکے انکو چھڑایا تھا۔

یہی مولوی اسلمی مدراسی ہیں جنکی بابت مہر صاحب نے ایک خاص بات یہ بھی لکھی ہے کہ مولانا سید محمد علی رام پوری (جن کا تذکرہ ابھی پچھلے صفحات پر گزرا ہے) جب دوبارہ مدراس تشریف لے گئے تھے تو ان کے خلاف جن لوگوں نے ہنگامے برپا کئے۔ اور ان کی ایذا رسانی کے درپے ہوئے ان میں یہ مولوی اسلمی پیش پیش تھے[1]۔ اس سے جہاں مولوی اسلمی کی ذہنیت کا پتہ لگتا ہے وہیں واضح طور پر یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ مولانا

---

[1] ملاحظہ ہو جماعت مجاہدین ص ۱۸۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سید محمد علی رام پوری حنفی اور مقلد نہ تھے۔ ورنہ مولوی اسلمی ان کے مخالف اور در پے آزار نہ ہوتے۔

(د) سید صاحب کے رفقاء میں سے چند افراد تقلید کی اس بحث میں مولانا شیخ عبدالحق کے ہمنوا تھے جنمیں سے منشی فضل الرحمٰن بردوانی کا نام بہ تصریح مذکور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ منشی فضل الرحمٰن بردوانی بھی اہلحدیث تھے۔ اور اس سفر حج میں سید صاحب کے ساتھ تھے۔ ان کے متعلق مزید تفصیلات کا ذکر آگے آرہا ہے۔

حج سے فراغت اور مدینہ منورہ سے واپسی کے بعد مولانا شیخ عبدالحق یمن کے مشہور مقام "صنعاء" چلے گئے وہاں امام شوکانی کا فیض علم جاری تھا۔ شیخ عبدالحق ان کے تلمذ کے شرف سے بہرہ اندوز ہوئے اور ان سے حدیث کی سند حاصل کر کے ہندوستان واپس آئے۔

شیوخ و تلامذہ

شیخ عبدالحق نے امیر الملک نواب صدیق حسن خاں کو اجازت حدیث کی جو سند دی ہے۔ اسمیں اپنے شیوخ کا ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں:۔

وبعد فان الشيخ الفطن الذكي مولانا السيد صديق حسن نجل مولانا السيد اولاد حسن المحدث القنوجي نفع الله بعلومه كل ذكي وغبي طلب مني اجازة عامة ومثلي منه يطلب ولست باهل ان اجاز فكيف ان اجيز ولكن الحقائق قد تخفى وقد من الله تعالى علي بالمثول عند ائمة السنة النبوية والسماع منهم للآثار والاحاديث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المصطفویۃ واخذ الاجازات عنھم، فاقولھم واجلھم الامام
الھمام فخر الاسلام العالم الربانی مولانا القاضی محمد بن علی بن محمد
الشوکانی الحقہ اللہ بالسلف الصالحین ومتعنا ببرکاتہ۔ آمین۔
وھو یروی عن عدۃ مشائخ واسامی الکل مع اختلاف الطرق
مندرجۃ فی اتحاف الاکابر باسناد الدفاتر فلا حاجۃ الی
اعادتھا، والثانی وجیہ الاسلام الورع التقی مولانا القاضی
عبدالرحمان بن احمد بن حسن البھکلی ..... والثالث العلامۃ
التحریر شیخنا ومولانا السید عبداللہ بن السید محمد بن اسماعیل
الامیر... والرابع العلامۃ البھی وارث احادیث النبی الامی
الشیخ العلامۃ محمد عابد بن احمد علی الواعظ الانصاری الخزرجی
السندی ... وقرأت اکثر کتب الحدیث علی أسوۃ المحدثین
وارث علوم سید المرسلین العلامۃ النبیل مولانا الشیخ محمد اسماعیل
الشھید تغمدہ اللہ بغفرانہ المدید وعلی شیخی ومرشدی العلامۃ
مولانا الشاہ عبدالقادر اعلی اللہ درجاتہ وخصہ بھباتہ وعلی
أکمل العلماء وأفقہ الفقھاء ندوۃ المحدثین عمدۃ الکاملین
الشیخ العلامۃ مولانا الشاہ عبدالعزیز الدھلوی قدس اللہ
سرہ بلطفہ الخفی والجلی .... فاقول أنی اجزت السید المذکور
کثر اللہ تعالیٰ فوائدہ لجمیع کتب الحدیث .... واوصیہ بتقوی
اللہ عزوجل واتباع الحق اینما کان ومع من کان والعمل بصحیح السنۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ومجانبة البدعة والاستقامة علی قدم الحق والصدق .... قالہ

بفمہ وحررہ بقلمہ خادم السنة النبویة عبد الحق المحمدی

عاملہ اللہ تعالیٰ بلطفہ الخفی والجلی فی سلخ رجب سنة خمس

وثمانین ومائتین والف الھجریة انتہی (اتحاف النبلاء ص۲۶)

ترجمہ :- حمد وصلوٰۃ کے بعد، مولانا سید اولاد حسن محدث قنوجی کے صاحبزادے مولانا سید صدیق حسن نے مجھ سے (روایت حدیث کی) عام اجازت مانگی، حالانکہ مجھ جیسا آدمی ان سے اجازت طلب کرتا۔ اور میں تو اجازت دیئے جانے کا بھی اہل نہیں۔ چہ جائیکہ میں خود اجازت دوں۔ لیکن بعض اوقات اصلیت چھپ جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حقیر کو ائمہ سنت نبوی کی خدمت میں حاضری، ان سے حدیثیں سننے، اور اجازتیں حاصل کرنے کا موقع ملا۔ ان میں سب سے اول اور مقدم عالم ربانی فخر اسلام امام اجل مولانا قاضی محمد بن علی شوکانی ہیں وہ کئی مشائخ سے روایت کرتے ہیں ان سب کے نام، اختلاف طرق کے ساتھ "اتحاف الاکابر باسناد الدفاتر" میں درج ہیں اسلیئے یہاں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ دوسرے مولانا قاضی عبدالرحمٰن بن احمد بن حسن البہکلی ہیں .... اور تیسرے علامہ سید عبداللہ بن سید محمد بن اسماعیل الامیر یمنی ہیں .... اور چوتھے علامہ شیخ محمد عابد بن احمد علی سندی ہیں .... اور میں نے حدیث کی اکثر کتابیں علوم نبوی کے وارث اسوۂ محدثین علامہ جلیل مولانا شیخ محمد اسماعیل شہید تغمدہ اللہ لغفرانہ المدید، اور اپنے شیخ ومرشد مولانا عبدالقادر اعلی اللہ درجاتہ،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور علماء وفقہاء کے سرتاج۔ محدثین کاملین کے سرخیل۔ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس اللہ سرہ سے پڑھیں۔۔۔۔ میں سید مذکور کو تمام کتب حدیث کی (روایت کی) اجازت دیتا ہوں۔۔۔۔۔ اور (انہیں تقوی الٰہی کے ساتھ اتباع حق کی نصیحت کرتا ہوں۔ حق جہاں بھی ہو اور جس کے ساتھ بھی ہو اس کی اتباع کرنا چاہیئے (اسی طرح) صحیح سنت پر عمل کرنے۔ بدعت سے بچنے اور حق وصداقت کی راہ پر ثابت قدم رہنے کی نصیحت کرتا ہوں)۔۔۔۔ یہ (سب کچھ) سنت نبوی کے خادم عبدالحق محمدی نے اپنی زبان سے کہا اور (یہ سطریں) اپنے قلم سے لکھیں مورخہ آخر رجب ۱۲۸۵ھ

شیخ موصوف کو امام شوکانی نے جو سند دی تھی اس پر تاریخ ۱۸ر جمادی الاخریٰ ۱۲۲۳ھ ثبت ہے[1]۔ تلامذہ میں جن کے نام معلوم ہو سکے وہ یہ ہیں۔ نواب صدیق حسن خاں مرحوم[2] مولانا وحید الزمان حیدر آبادی[3] مولانا عبدالعزیز محدث لکھنوی[4]

---

[1] ابجد العلوم ص ۸۷۰۔ [2] نواب صاحب ابجد العلوم ص ۸۷۰ پر لکھتے ہیں شیخنا عبدالحق بن فضل اللہ المحمدی الہندی المتوفی بمنیٰ سنۃ الف ومائتین و ثمان وثمانین الہجریۃ القدسیۃ نیز اسی کتاب کے اسی صفحہ پر لکھتے ہیں وقد اتحفنی شیخی عبدالحق بکتاب شیخہ الشوکانی اتحاف الاکابر باسناد الدفاتر

[3] مولانا وحید الزمان اپنی کتاب وحید اللغات مادہ "سفر" میں لکھتے ہیں۔ (بقیہ ص ۹۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی شیخ محمد مچھلی شہری[۱]۔ سید جلال الدین احمد جعفری بنارسی۔ اور ان کے تین صاحبزادے سید سعید الدین احمد، سید حمید الدین احمد، سید شہید الدین احمد[۱]۔

(بقیہ حاشیہ ص۹۸ کا) ۱۰۰ سفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر "کا مطلب یہ ہے کہ فجر کی نماز طول کرو یعنی لمبی لمبی سورتیں پڑھو یہاں تک کہ اسوقت ختم ہو جب خوب روشنی ہو جائے۔ اسمیں زیادہ ثواب ہے۔ مترجم کہتا ہے میرے شیخ عبدالحق نیوتنوی تغمدہ اللہ بغفرانہ وافاض علینا من برکاتہ۔ اس حدیث کا یہی مطلب کہتے تھے اور یہی صحیح ہے (حاشیہ حیات وحید الزماں ص۲)

[۲] ص۹۳ کا۔ عبدالعزیز بن غلام احمد نام ہے ۱۲۴۰ھ ۱۸۲۴ء میں بمقام فرخ آباد پیدا ہوئے۔ بچپن میں قرآن حفظ کیا۔ پھر عربی کی کتابیں مختلف اساتذہ وقت سے پڑھیں۔ مولانا عبدالحق نیوتنوی سے بلوغ المرام، مولانا حسین احمد ملیح آبادی سے صحیح بخاری اور مولانا سراج الدین سے سنن ابی داؤد کا درس لیا۔ سید احمد دحلان اور عبدالحق نیوتنوی سے حدیث کی سند لی ۸۵ سال کی عمر پا کر ۱۳۲۴ھ ۱۹۰۶ء میں انتقال کیا (حاشیہ حیات وحید الزماں ص۲)

[۱] مچھلی شہر ضلع جونپور کا ایک مشہور قصبہ ہے۔ یہی قصبہ ان کا مولد ومسکن ہے۔ موصوف کا مفصل ترجمہ "تراجم علمائے حدیث ہند" جلد اول میں ص۲۴۳ تا ص۲۵۰ ملاحظہ ہو۔ مولانا امام خاں نوشہری لکھتے ہیں۔ "جب اپنے چچا صدر الصدور مولوی عبداللہ شکور صاحب کے ساتھ (شیخ محمد مچھلی شہری) مکہ معظمہ گئے تو مسند الوقت شیخ عبدالحق محدث بنارسی، شاہ عبدالغنی صاحب مدنی، شیخ محمد العظام سے بھی حدیث پڑھی اور سند حاصل کی۔ شیخ عبدالحق محدث بنارسی کی شاگردی پر آپ کو بہت ناز تھا آپ ہی کی سند سے احادیث روایت کرتے اس لئے کہ اپنے اس اسناد کی وجہ سے آپ ایک ہی واسطہ سے امام شوکانی کے شاگرد تھے۔ اور یہ بھی آپ کی خوش نصیبی تھی کہ جب دوسری (یا تیسری) مرتبہ پھر حج کیلئے حاضر ہوئے تو انھیں اپنے محبوب استاذ حضرت عبدالحق محدث کے جنازہ میں شرکت کی سعادت بھی نصیب ہو گئی۔ بقیہ ص۱۰۰ پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصنیفاً شیخ عبدالحق صاحب کی تصانیف میں ہم کو صرف ایک کتاب کا نام معلوم ہو سکا۔ الدر الفرید فی المنع عن التقلید اس کا جواب مولوی تراب علی لکھنوی نے عبدالقادر سندیلوی کے نام سے لکھا تھا۔ (حاشیہ حیات وحید الزمان ص۱۰۲ بحوالہ سلسلۃ العسجد نواب صدیق حسن خاں)[1]

تکرار حج اور وفات حب الٰہی کی کشش نے بار بار زیارت بیت اللہ کی سعادت بخشی چنانچہ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ سات مرتبہ حج کیا[2]۔ آخری مرتبہ ۱۲۸۶ھ میں قیام عرفات و مزدلفہ کے بعد منیٰ میں انتقال فرمایا[3]۔ بعض لوگوں نے تاریخ وفات ۱۰ ذی الحجہ ۱۲۸۶ھ لکھی ہے[4]۔

بقیہ حاشیہ ص۹۴ کا۔ ان حضرات کے علاوہ اور اصحاب سے بھی سند حاصل کی مگر جو اثر صاحب محدث بنارسی کے فیض صحبت سے ہوا اسکی وجہ سے آپ سیرۃ صحابہ کا ایک دلکش نمونہ بن گئے"۔

[2] مولف تراجم علمائے حدیث ہند" ان کے حالات میں لکھتے ہیں۔۔۔ اور حدیث کی تکمیل مولانا عبدالحق محدث بنارسی سے کی۔ عمل بالحدیث و اتباع سنت کا ولولہ بھی انہیں بزرگ کے فیض صحبت سے پیدا ہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں انگریزوں کے مخالفین کے ساتھ تھے مگر حکومت کے شکنجے سے بچ گئے

[3] : تراجم علمائے حدیث ہند جلد اول ص۲۹۰۔ [1] حاشیہ حیات وحید الزمان ۱۲، [2] ابجد العلوم

[4]۔ تراجم علمائے حدیث ہند ۱۲۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا سندھی کا ایک افسوسناک بہتان

مولانا عبید اللہ سندھی نے شیخ عبدالحق محدث بنارسی کے مسلک کی بابت یہ نہایت افسوسناک بہتان باندھا ہے کہ وہ مذہبًا زیدی شیعہ تھے اور امیر شہید سید احمد بریلوی نے ان کو اپنی جماعت سے نکلوا دیا تھا چنانچہ لکھتے ہیں۔ "امیر شہید نے ان کے رہنما کو جو مولانا محمد اسماعیل اور امام شوکانی دونوں کا شاگرد اور زیدی شیعہ تھا اپنی جماعت سے نکلوا دیا[1]۔ مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔

"اہل حدیث عالموں کے جس رہنما کو مولانا (سندھی) زیدی شیعہ کہتے ہیں وہ شیخ عبدالحق بن فضل اللہ بنارسی مہاجر مکی (وفات ذی الحجہ ۱۲۸۶ھ) ایک متبع سنت سلفی عالم ہیں ان پر زیدیت اور شیعیت کا الزام عائد کرنا بڑا ظلم ہے۔ مولانا نے انکا "ذکر خیر" مختلف جگہوں پر کیا ہے دو موقعوں پر زیدی شیعہ اور ایک مقام پر نواب صدیق حسن خاں (وفات ۱۳۰۷ھ) کا استاذ بھی بتایا گیا ہے۔ لیکن نام لینے سے احتراز رہا ہے ..... ہمیں نہیں معلوم کہ امیر شہید نے انھیں کب جماعت سے نکلوا دیا تھا۔ کیا اس کا کوئی مستند ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے؟[2]

---

[1] شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ص۱۰۱ اشاعت دوم نیز دیکھو اسی کتاب کا صفحہ ۱۳۲۔

[2] مولانا سندھی اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ انھوں نے مکہ مکرمہ میں ایک رسالہ دیکھا ہے جس میں مولوی عبدالحق بنارسی کے اخراج کا واقعہ درج ہے۔ (مولانا مسعود عالم ندوی اس جواب کی بابت لکھتے ہیں) افسوس کہ موجودہ حالات میں اس کی تحقیق بھی نہیں ہو سکتی۔ ہندوستان کے کتاب خانوں میں کسی ایسی کتاب کا پتہ نہیں چلتا شیخ عبدالحق کے بارے میں ہماری معلومات اسکی تائید نہیں کرتیں (الاعتصام [illegible])

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اب رہا شیخ عبدالحق بن فضل اللہ پر زیدیت اور شیعیت کا الزام تو اسکی حیثیت ایک بہتان سے زیادہ نہیں۔ دیکھئے! کہیں "مرغ قبلہ نما" تو آپ کی ناوک انگنی کا نشانہ نہیں بن رہا ہے"۔ (مولانا سندھی اور انکے افکار پر ایک نظر ص ۹۶) مولانا عبیداللہ سندھی اپنے زعم باطل میں امام شوکانی کو بھی زیدی شیعہ سمجھ رہے ہیں اسی بنیاد پر انھوں نے ان کے شاگرد رشیخ عبدالحق بنارسی کو زیدی کہا ہے۔ مولانا مسعود عالم مرحوم نے بڑی تفصیل سے اور نہایت معقول طریقہ پر پرزور دلائل کے ساتھ ان کے اس زعم باطل کی تردید کی ہے۔ سندھی صاحب کا یہ بہتان سراسر بے بنیاد ہے اس لئے ہم ضرورت نہیں سمجھتے کہ مولانا ندوی کے جواب کے زیادہ اقتباسات یہاں پیش کریں۔

یہ بات پہلے بتائی جا چکی ہے کہ شیخ عبدالحق کے مزاج میں تیزی تھی۔ وہ تقلید کی تردید اور غیر شرعی مراسم کے ابطال میں تشدد سے کام لیتے تھے اسی کا اثر تھا کہ غالی حنفیوں کے جواب میں ان کی زبان و قلم سے بعض اوقات ایسے کلمے بھی نکلے جن سے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی تنقیص کا پہلو پیدا ہو سکتا تھا۔ یہ روش ان علمائے اہلحدیث کو بھی ناگوار گذری جو فقہی مباحث میں غلو اور تشدد کو ناپسند کرتے تھے۔ انھیں میں مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی مرحوم بھی تھے۔ یہ مدت العمر اسبات کیلئے کوشاں رہے کہ حنفی اور اہلحدیث دونوں اعتدال کی روش اختیار کریں۔ وہ لعن وطعن کی روش کو شیعوں کا طریقہ بتاتے تھے اسی لئے انھوں نے شیخ عبدالحق کی نسبت بھی لکھدیا کہ وہ شیعہ ہو گئے تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"جیسا کہ مولوی عبدالحق بنارسی یہی روش اختیار کر کے آخر شیعہ ہو گئے مگر آخر مرنے سے پہلے وہ اس مذہب شیعی سے تائب ہو گئے اور خدا کے توفیق اور رہنمائی سے وہ سنی اہلحدیث ہو کر فوت ہوئے (اشاعۃ السنہ جلد ۲۲ ع ۹ ص ۲۸۷)

انگریزوں کی بنائی ہوئی کہانی

یہ تو اپنوں کی روایت تھی۔ اب ذرا تفریح کے لئے غیروں کی بنائی ہوئی کہانی بھی سنیئے اس سے معلوم ہوگا کہ شیخ عبدالحق کی مظلومیت کوئی نئی نہیں، اپنے شیخ حضرت سید احمد شہید اور استاذ مولانا شہید کیطرح یہ بھی غیروں کے حلقے میں نیک نام نہیں۔ جماعت مجاہدین کے خاص کرم فرما مسٹر او کینلے (Jromis oKinely) مولانا ولایت علی[1] کے تذکرہ میں رقم طراز ہیں:

"ایک معلم کی حیثیت سے نمودار ہونے سے پہلے یہ مولانا ولایت علی بنارس کے ایک متعصب وہابی عبدالحق کے مرید ہو گئے تھے اس شخص کا اصلی نام غلام رسول (؟) تھا۔ لیکن وہابی تعلیمات اختیار کرنے کے بعد اس نے یہ غیر مذہبی نام ترک کر دیا اور عبدالحق نام اختیار کیا۔ اس کے بعد یہ مکہ گیا۔ جہاں اس کے "متبدعانہ" خیالات کی خبر ترکی حکام کو ہوئی۔ گرفتاری کا حکم صادر ہوا لیکن یہ کسی طرح نجد پہنچ گیا (؟) چند سال نجد میں رہ کر یہ بنارس واپس ہوا جہاں یہ شیخ نجدی کے نام سے مشہور تھا

[1] مولانا ولایت علی، شیخ عبدالحق کے مرید یا شاگرد نہیں تھے۔ البتہ دونوں ایک استاذ مولانا اسماعیل شہید کے شاگرد اور حضرت سید احمد شہید کے مرید تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولوی ولایت علی اسکے اولین حلقہ بگوشوں (Comments) میں تھے۔

ایک دوسرے صاحب اسی میں نمک مرچ لگا کر یوں خامہ فرسا ہیں۔

"ایک بات اور بھی ہے جسمیں ہندوستانی وہابی اپنے عرب بھائیوں سے الگ ہیں، یعنی یہ کہ سید احمد امام مہدی ہیں؟)

ولایت علی (عبدالحق کا ایک مرید نجد ہی میں وہابی ہو چکا تھا لیکن بنارس میں رہتا تھا) نے اس عقیدے کی تبلیغ کی، اور اس پر ایک کتاب بھی لکھی" (؟)

یہ سب عبارتیں مولانا مسعود عالم ندوی کی کتاب "مولانا سندھی اور ان کے افکار وخیالات پر ایک نظر" کے ص۵۲ و ص۵۳ سے ماخوذ ہیں۔

مذکورہ بالا دونوں اقتباسات انگریزی تحریروں کے حوالے سے مولانا ندوی نے نقل کئے ہیں۔ ان اقتباسات کی بیشتر باتیں جھوٹ اور محض بناوٹی افسانے ہیں۔ مولانا ولایت علی شیخ عبدالحق کے مرید نہیں تھے۔ نہ شیخ عبدالحق کا اصلی نام غلام رسول تھا۔ نہ شیخ عبدالحق کبھی نجد گئے۔ نہ ترکی حکام کی گرفتاری سے وہ بچ سکے تھے۔ بلکہ گرفتار ہوئے ضمانت پر رہا ہوئے پھر مقدمہ چلا۔ اور مقدمہ کی پیروی اور بحث کے بعد وہ غیر قصور وار ثابت ہوئے۔ یہ بھی بالکل غلط ہے کہ ہندوستانی وہابی سید احمد شہید کو "امام مہدی" سمجھتے تھے۔ نہ مولانا ولایت علی نے کبھی اس کی تبلیغ کی اور نہ اسکی بابت کوئی کتاب لکھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منشی فضل الرحمٰن، منشی محمدی انصاری

منشی فضل الرحمٰن بردوانی کے متعلق بتایا جاچکا ہے کہ وہ بھی سفر حج میں سید صاحب (شہید) کے ساتھ تھے اور مسلک میں شیخ عبدالحق محمدی بنارسی کے ہم عقیدہ و ہمنوا تھے۔ مولانا مہر نے لکھا ہے کہ حج کو جاتے ہوئے جب سید صاحب راج محل پہنچے تو منشی محمدی انصاری سید صاحب کو بہ اصرار اپنے وطن لے گئے (جو راج محل سے دس بارہ کوس پر تھا) وہاں منشی صاحب کے اکثر اقربا نے سید صاحب کی بیعت کی۔ مثلاً ان کے والد منشی شاہ محمد منشی رؤف الدین، منشی مخدوم بخش، منشی حسن علی، (جنکا رشتہ معلوم نہ ہو سکا) منشی فضل الرحمان اور منشی عزیز الرحمان (یہ منشی محمدی کے ماموں تھے) اور لوگ بھی سید صاحب کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ منشی شاہ محمد حج کیلئے ساتھ گئے [1]

جنگ مایار سید صاحب اور ان کے جانباز رفقا نے سرحد پار جو لڑائیاں لڑیں، ان میں "جنگ مایار" ایک بڑی اہم

---

[1] جماعت مجاہدین ص۲۲۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور معرکے کی جنگ ہے۔ یہ جنگ سرحد کے درانی قبائل کے ساتھ ہوئی ہر سید صاحب کو اسکا بے حد ملال تھا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمانوں سے لڑیں، افسوس کے ساتھ فرماتے تھے۔

"اللہ تعالیٰ کا کارخانہ دیکھیے۔ ہم ہندوستان سے ہجرت کرکے آئے کہ مسلمان کو متفق کرکے کافروں سے لڑیں۔ بڑے افسوس کی جگہ ہے کہ کفار تو درکنار یہ مسلمان ہی ہمارے مخالف اور دشمن جانی بن گئے اور ہم سے لڑنے کیلئے تیار ہو گئے۔ ہم تو ہرگز نہیں چاہتے کہ ان کر لڑیں۔ چنانچہ سلطان محمد خاں کو بارہا سمجھایا۔ لیکن نفس و شیطان نے اسکو شر و فساد پر اس درجہ آمادہ کر دیا کہ کچھ اس کے ذہن میں نہ آیا خیر، مشیت اگر یونہی ہے تو ہم ناچار ہیں جو کچھ ہوگا، دیکھ لیں گے[1]

مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

"ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں ایک دو نہیں بیسیوں واقعات موجود ہیں کہ مسلمانوں نے جوع الارض کی خاطر مسلمانوں کے گلے کاٹے کلمہ گویوں نے کلمہ گویوں کا خون بہایا۔ لیکن ایسی مثال آپکو شاید ہی مل سکے کہ دعویداران اسلام نے ان غازیوں کو خونریزی اور خون آشامی کا ہدف بنایا۔ جنھیں رضائے حق کے سوا دنیا و آخرت کی کوئی چیز مطلوب نہ تھی۔ جنکے دلوں میں صرف ایک آرزو اور ایک

---

[1] سید احمد شہید جلد دوم ۲۵ واں باب۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تڑپ تھی کہ مسلمان سچے مسلمان بن جائیں۔ عزت و سربلندی کی زندگیاں بسر کریں۔ کوئی معاند انھیں آزار نہ پہونچا سکے۔ کسی بدخواہ کا ہاتھ انکی طرف بڑھنے کی جرأت نہ کر سکے۔ یہ مکروہ اور گھناونا کام صرف پشاور کے درانی سرداروں نے اپنے لئے پسند کیا۔

لمثل ھذا یذوب القلب من کمد
ان کان فی القلب اسلام وایمان[1]

مولانا اسماعیل شہید اس موقع پر موجود نہ تھے۔ سید صاحب نے انکو بلانے کا پیغام بھیجا تو منشی محمدی انصاری نے اپنی طرف سے مولانا کو لکھ بھیجا کہ اپنی تشریف آوری کی خبر کو شہرت دیجئے۔ اسلیئے کہ آپ کی شجاعت اس دیار کے خاص وعام پر روشن ہے کیا عجب ہے کہ دشمن آپ کا نام سنکر مرعوب ہو جائیں اور اسی طرح مصالحت کی کوئی صورت نکل آئے۔ لیکن مصالحت کی کوئی صورت پیدا نہ ہو سکی آخر جنگ ہوئی اور بڑی گھمسان کی ہوئی۔ اسی جنگ میں بعض مجاہد یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

جس کے پیروں پہ گرے گرد صف جنگ
وہ جہنم سے بچا، نار سے ہو وہ آزاد

اے برادر تو حدیث نبوی کو سن لے
باغ فردوس ہے تلواروں کے سائے کے تلے

جو مسلمان رہ حق میں لڑا لحظہ بھر
روضہ خلد بریں ہو گیا واجب اس پر

آج جو اپنی خوشی جان، خدا کو دوگے
پھر توکل شوق سے جنت کے مزے لوٹوگے

---

[1] سید احمد شہید جلد دوم صفحہ ۲۴۳ و ۲۴۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دشمن بڑی تیاری کے ساتھ مقابلہ پر آئے تھے۔ درانی فوج اس وقت بارہ ہزار تھی۔ چار ہزار پیادے اور آٹھ ہزار سوار۔ ان کے پاس دو بڑی اور چار چھوٹی توپیں تھیں۔

سید صاحب کے پاس غازیوں کی مجموعی تعداد ساڑھے تین ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ سوار صرف پانچ سو تھے۔ توپ کوئی نہ تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال تھی۔ سید صاحب لڑنا نہیں چاہتے تھے۔ مگر جب جنگ ناگزیر ہوگئی تو سید صاحب خود اور ان کے تمام مجاہد رفقاء، بڑی پامردی اور استقلال سے لڑے۔ آخر چشم فلک نے دیکھ لیا کہ صرف ساڑھے تین ہزار کے قافلۂ حق نے باوجود بے سروسامانی بارہ ہزار کے لشکر کو شکست فاش دی، جو ہر قسم کے سامان سے لیس تھا[1]

شہداء کی تدفین اس جنگ میں جن خوش قسمت غازیوں کو شہادت نصیب ہوئی انھیں میں منشی فضل الرحمان بردوانی بھی تھے۔ شہداء کی تدفین کا انتظام مولانا شاہ اسماعیل کے سپرد صاحب نے کئی کئی شہیدوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا چنانچہ منشی فضل الرحمان کے ساتھ حاجی عبدالرحیم پھلی والے۔ سید ابو محمد نصیر آبادی۔ میر رستم علی، شیخ عبدالحکیم پھلتی۔ مولوی عبدالرحمٰن ساکن تورد۔ کریم بخش۔ عبدالرحمان رائے بریلوی بھی دفن کیے گئے۔ مؤخر الذکر کو کفن بھی پہنایا گیا تھا۔ باقی تمام اصحاب

---

[1] سید احمد شہید جلد دوم باب ۲۵۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو بلا غسل و کفن ان کے لباسوں میں بہ دستور رکھ دیا گیا۔ مولانا نے فرمایا ان کے عماموں کا ایک سرا لے کر منہ ڈھانپ دیئے جائیں۔

بعد تدفین مولانا نے غازیوں سمیت دیر تک شہداء کیلئے مغفرت کی دعا کی۔ سب کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ ہر ایک کی زبان پر یہ کلمہ تھا کہ یہ بھائی تو جس مراد کو آئے تھے حاصل ہو گئی۔ خدا ہم لوگوں کو بھی اسی طرح شہادت نصیب کرے[1]

سید صاحب کی دعا تھوڑی دیر بعد مغرب کی اذان ہوئی۔ سید صاحب نے خود نماز پڑھائی۔ پھر عجز و الحاح سے دعا کی۔ کہ ..

اے ہمارے پروردگار تو خوب جانتا ہے کہ یہ سب لوگ محض تیری خوشنودی اور رضا جوئی کیلئے اپنے گھر بار، خویش و تبار، اہل و عیال اور مال و منال چھوڑ کر یہاں آئے تھے۔ اور صرف تیری راہ میں انھوں نے اپنی جانیں صرف کیں۔ ان کے گناہوں کو اپنے دامن رحمت میں چھپا لے۔ فردوس میں جگہ دے اور ان سے راضی ہو۔ ہم جو چند ضعفاء اور غرباء تیرے عاجز بندے باقی ہیں۔ ان کو بھی اپنی رضامندی اور خوشنودی کی راہ میں جان و مال قربان کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمارے سینوں میں جو شیطانی خطرات اور نفسانی وساوس خطور کرتے ہیں۔ ان کو دور کر دے۔ دلوں کو اپنے اخلاص و محبت سے معمور رکھ۔ اپنے دین کو قوت اور ترقی بخش جو لوگ اس دین کے

---

[1] سید احمد شہید جلد دوم باب ۲۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دشمن اور بدخواہ ہیں انھیں ذلیل و رسوا کر۔ جو مسلمان شریعت کے
راہ راست سے ہٹکر بادیۂ ضلالت میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔
انھیں ہدایت دے اور سچے مسلمان بنا دے۔ تاکہ اس کارِ خیر
میں جان و مال اور اہل و عیال سے شریک ہوں[1]۔

منشی محمدی انصاری

منشی محمدی انصاری جنھیں بعض اوقات بردوانی بھی لکھتے ہیں۔ منشی فضل الرحمٰن (رنا کور) کے بھانجے تھے۔ مجاہدین میں ان کا عہدہ میر منشی کا تھا۔ انھوں نے سید صاحب سے اس زمانہ میں بمقام میرٹھ بیعت کی تھی۔ جب سید صاحب میرٹھ، سہارن پور، مظفر نگر وغیرہ کے دورے پر نکلے تھے۔ اسوقت منشی صاحب کی عمر انیس بیس سال سے زیادہ نہ ہوگی اسلیئے کہ دوران جہاد میں جن لوگوں نے انھیں دیکھا۔ انکی عمر پچیس چھبیس سال کی بتائی۔ سفر حج میں سید صاحب کے ساتھ رائے بریلی سے روانہ ہوئے۔ راج محل پہنچ کر سید صاحب کو اپنے وطن لے گئے۔ وہاں ان کے اقربا نے سید صاحب سے بیعت کی جیسا کہ پہلے اس کا ذکر آچکا۔

سید صاحب انکو عموماً "انصاری بھائی" کہہ کر پکارتے تھے۔ اور تمام اہل لشکر انھیں "بھائی صاحب" کہتے تھے۔ ان کا صحیح نام معلوم نہ ہو سکا البتہ "محمدی" نسبت ان کے اہلحدیث ہونے کی دلیل ہے۔ مجاہدین

---

[1] حوالہ مذکور ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اہلحدیث ہی اپنے کو محمدی لکھتے تھے[1]۔ اور آج بھی یہ طرۂ امتیاز بحمد اللہ انھیں کو حاصل ہے۔

ہجرت جب اطلاع ملی کہ سید صاحب ہندوستان سے ہجرت فرمانے کا ارادہ کر رہے ہیں تو منشی محمدی بیوی، بچے اور اقربا کو چھوڑ کر رائے بریلی پہنچ گئے۔ اور سید صاحب کے ساتھ ہجرت کا شرف حاصل کیا، ان کے ماموں منشی فضل الرحمان بھی ساتھ تھے۔

انتظام دفتر منشی صاحب کو تحریر پر غیر معمولی قدرت حاصل تھی، اندھیرے میں بھی بے تکلف لکھتے۔ لیکن نہ سطر ٹیڑھی ہوتی نہ الفاظ ایک دوسرے سے پیوست ہوتے۔ انھوں نے مختلف امور کیلئے الگ الگ بستے بنا لئے تھے۔ یہ بستے ایک بڑے صندوق میں رہتے جس بستے کی ضرورت پڑتی محافظوں سے کہہ کر صندوق میں سے نکلوا لیتے۔ ہر مہینے کے آغاز میں روزنامچے کی جدولیں تیار کرا لیتے۔ اس روزنامچے میں تمام حالات تفصیل سے لکھ لیتے۔

ایک واقعہ منشی محمدی کے ایک رفیق عبدالرحیم نومسلم تھے۔ منشی صاحب نے اپنی بندوق اُسے دے رکھی تھی۔ لیکن تاکید کر دی تھی کہ اگر جنگ چھڑ جائے تو بندوق فوراً میرے پاس پہنچا دینا۔ فتح ہنڈ کے بعد مخالفوں کی یورشوں کا سلسلہ جاری رہا۔ منشی صاحب اور عبدالرحیم ہنڈ ہی میں تھے۔ ایک روز عبدالرحیم اونٹ چرانے کیلئے باہر چلا گیا اور بندوق

---

[1] روشن مستقبل ص ۸۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ساتھ لے لیا۔ اسی اثنا میں غنیم کے ایک گروہ نے یورش کردی منشی صاحب بندوق کے انتظار میں بیٹھے رہے۔ عبدالرحیم جوش حمیت میں خود شریک جنگ ہوگیا۔ سوءِ اتفاق سے بندوق سے بندوق کا چقماق گم ہوگیا، دوڑا دوڑا قلعہ میں آیا منشی صاحب بندوق اٹھاکر خود جانے لگے لیکن انہیں موزوں چقماق نہ مل سکا۔ مجبوراً مستعمل چقماق کا ٹکڑا اٹھا کر لگا لیا۔ انہیں خیال تھا کہ بندوق خالی ہے۔ عبدالرحیم نے بھی کچھ نہ بتایا منشی صاحب نے لبلبی دبادی تاکہ چقماق کے کارآمد ہونے کا اندازہ کرلیا جائے۔ اس کے چار ٹکڑے ہوگئے۔ منشی صاحب نے ان میں سے بڑا ٹکڑا اٹھاکر دوبارہ لگایا اور کہا کہ اگر یہ آگ دے گیا تو فی الحال اسی سے کام لوں گا۔ عبدالرحیم جانتا تھا کہ بندوق بھری ہوئی ہے لیکن اس نے منشی صاحب کی توضیح کے بعد بھی کچھ نہ بتایا۔ تقدیر کی بات، منشی صاحب نے لبلبی دبائی، بندوق چلی اور گولی عبدالرحیم کے شانے کے نیچے کی ہڈی کو توڑتی ہوئی نکل گئی دوسرے دن اسی صدمے میں وہ نیک دل جاں بحق ہوا۔ منشی صاحب کو اس واقعہ کا بڑا قلق تھا۔ عبدالرحیم سکرات موت میں بھی منشی صاحب کو تسلی دیتے ہوئے کہتا رہا بھائی صاحب! رنج وغم نہ کریں، آپ نے مجھے نہیں مارا۔ آپکو کیا معلوم تھا کہ بندوق بھری ہوئی ہے؟ میں بتا نہ سکا جو کچھ پیش آیا وہ تقدیری معاملہ تھا۔

اخلاق وعادات

منشی صاحب بڑے مخلص، سید صاحب کے کمال معتقد، اور آپ کے نزدیک نہایت معتبر ومعزز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ اخلاص کا یہ عالم تھا کہ دوران جہاد میں کبھی کسی معاملے کے متعلق سید صاحب سے خفیف سے اختلاف کا بھی موقع نہ آیا۔ سید صاحب کی طرف سے جو فیصلہ یا فرمان صادر ہوا اسکی درستی کے بہ دل معتقد تھے۔

شہادت آخر دم تک سید صاحب کے ساتھ رہے یہاں تک کہ انکی شہادت بھی بالاکوٹ میں سید صاحب کی شہادت گاہ کے قریب ہی ہوئی۔ انھیں غالباً اس گنج شہیداں میں دفن کیا گیا جو قصبہ بالاکوٹ کے مغرب میں مٹی کوٹ کے ٹیلے سے قریب ہے۔ شہادت کے وقت انکی عمر تیس برس سے کم تھی[1]

مولوی سید جعفر علی نقوی کا بیان ہے کہ:

"میں اور منشی محمدی انصاری پاس کھڑے لڑ رہے تھے۔ اچانک قاضی علاءالدین لڑائی سے دست کش ہو کر حضرت کا پتہ پوچھتے ہوئے آئے منشی انصاری نے بھی لڑنا چھوڑ دیا اور حضرت کی تلاش میں بائیں جانب چلے گئے۔ اسی حالت میں یہ دونوں بزرگ (یعنی قاضی علاءالدین اور منشی محمدی انصاری) گولیاں کھا کر شہید ہو گئے[2]"

www.KitaboSunnat.com

---

[1] یہ حالات جماعت مجاہدین سے ماخوذ ہیں۔ [2] سید احمد شہید جلد دوم ص ۴۱۱۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سید اولاد حسن قنوجی

موصوف سنہ ۱۲۰۰ھ (۸۵-۱۷۸۶ء) میں قنوج میں پیدا ہوئے باپ کے سایۂ عاطفت سے بچپن ہی میں محروم ہو گئے تھے۔ خاندان میں کوئی دوسرا ایسا بزرگ بھی موجود نہ تھا جو انکی تعلیم و تربیت پر اپنی خصوصی توجہ مبذول کرتا بایں ہمہ چونکہ قدرت نے انکو ایک خاص ملکہ صلاحیت و استعداد عطا کیا تھا۔ اسلیئے خود بخود محض اپنے ذوق طبعی اور شوق فطری سے اکتساب علم کی طرف انکی عنان توجہ معطوف ہوئی۔

ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی۔ پھر لکھنو پہونچے اور مولوی محمد نور صاحب اور جناب مرزا حسن علی صاحب محدث رح کے حلقۂ درس میں داخل ہوئے جو اسوقت اہل علم کے طبقہ میں سر آمد روزگار تھے۔ کچھ زمانے تک اکتساب علم کے بعد دہلی کا سفر کیا۔ وہاں حضرت شاہ عبد العزیز، شاہ رفیع الدین شاہ عبد القادر سے تفسیر، حدیث، فقہ، اور دوسرے علوم پڑھے۔ ان بزرگوں کی تعلیم و تربیت اور فیض صحبت کے اثر سے وہ اپنے خاندانی مذہب شیعیت سے تائب ہو کر اہل سنت کا مسلک اختیار کیا۔ اور تمام اہل خاندان سے جو ارباب تشیع میں سے تھے، اپنے تعلقات منقطع کر لیے اور مراسم شادی و غمی کو یک قلم اٹھا دیا[1]

---

[1] ماثر صدیقی حصہ اول ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیعت جہاد تحصیل علم سے فراغت کے بعد سید احمد صاحب شہید کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہر طرح کے ایثار و قربانی اور خدمت قوم و ملت کیلئے اپنے کو پیش کیا۔ ان سے بیعت کی اور مجاہدین کی جماعت میں شامل ہو گئے ان سابقین اولین میں شریک تھے جو سید صاحب کے ساتھ جہاد کیلئے سرحد پار گئے تھے۔ کچھ مدت کے بعد سید صاحب نے انکو سند خلافت دے کر دعوت و تبلیغ کی غرض سے وطن واپس بھیجدیا۔ چنانچہ نواب صاحب ان کے حالات میں لکھتے ہیں۔

وجاهد معه فی سبیل الله وصار خلیفة له فی دعوة الحق الی دین الله تعالیٰ فرجع الی الوطن [1]

دعوت و ارشاد مراجعت وطن کے بعد کامل بیس برس تک یعنی اپنی آخر حیات تک وہ اسلام کی تبلیغ اور قوم کی اصلاح میں سرگرم رہے۔ نواب صاحب لکھتے ہیں۔

" وباجازت وخلافت مستعد گشته از ولایت بقنوج آمدند و اشتغال بوعظ و ہدایت خلق و تحریص ایشان بر جہاد و اتباع خیر العباد فرمودند تا آنکہ در قلیل مدت نفع کثیر بخلق رسید و زیادہ از دہ ہزار کس سکنہ اطراف قنوج مسلمان و مومن شدند، و مومنان در تادیۂ احکام اسلام سرگرم گردیدند مسجد ہا آباد گردید صوم و صلوٰۃ رونق دیگر گرفت امام بارہ ہا باخاک برابر شد تعزیہا را نام و نشان باقی نماند سنتہائے بسیار زندہ گشت بدعتہائے بے شمار بمرد [2] "

---

[1] ابجد العلوم ص ۹۳۵ ۔ [2] اتحاف النبلاء ص ۲۳۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ : سید احمد شہید سے اجازت و خلافت کی سعادت حاصل کر کے وہ قنوج واپس آ گئے۔ ہدایت خلق اور وعظ و ارشاد میں مشغول ہو گئے۔ لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع پر آمادہ کرتے تھے یہاں تک کہ تھوڑی ہی مدت میں ان کی ذات سے مخلوق خدا کو بڑا فیض پہونچا۔ اطراف قنوج کے دس ہزار سے زیادہ غیر مسلم ان کی تبلیغ سے مسلمان ہو گئے اور جو مسلمان غافل تھے وہ احکام اسلام کی پابندی میں سرگرم ہو گئے مسجدیں آباد ہو گئیں۔ صوم وصلوٰۃ کی رونق بڑھ گئی۔ امام باڑے خاک میں مل گئے اور تعزیوں کا نام ونشان مٹ گیا۔ بہت سی سنتیں زندہ ہوئیں اور بے شمار بدعتیں ختم ہوئیں۔"

خود سید صاحب ایک مکتوب میں انھیں لکھتے ہیں۔

آنچہ از مصروفیت خود در تبلیغ احکام رب العلمین نوشتہ اید موجب فرحت بسیار شد جزاکم اللہ خیر الجزا بر ہر یکے از مومنین خصوصًا علمائے اعلام ومشائخ کرام لازم است کہ احکام اسلام را بر بندگان او تعالیٰ شائع و ذائع گرانند و بر راہ مستقیم در رضائے رب کریم مستعد سازند، و ایں جانب از دعوت اہل سوات و بنیر	آپ نے رب العلمین کے احکام کی تبلیغ کے سلسلے میں اپنی مصروفیت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس سے بہت خوشی حاصل ہوئی اللہ تعالیٰ آپ کو اسکی نیک جزا دے۔ تمام مسلمانوں خصوصًا بڑے بڑے علماء و مشائخ پر لازم ہے کہ اسلام کے احکام کو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں پھیلائیں اور رب کریم کی رضا حاصل کرنے کیلئے ان کو تیار کریں ان کو سیدھی راہ پر چلائیں۔ میں اہل سوات و بنیر کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فارغ شدہ برائے ازالۂ کفر وفساد تا بہ	اصلاح و دعوت سے فارغ ہو کر کفر و فساد کے
پنجاب رسیدہ است انشاء اللہ تعالےٰ	ازالہ کیلئے پنجاب تک پہونچا ہوں۔ انشاء اللہ
عنقریب ابواب نصرت و فتح بر مجاہدین	تعالےٰ عنقریب فتح و نصرت کے دروازے
ابرار مفتوح خواہد شد۔ انتہی بلفظہ (اتحاف	مجاہدین پر کھل جائیں گے۔

النبلاء ص ۲۴۶)

دعوت وارشاد کے سلسلے میں کتابیں بھی لکھیں ایک رسالہ "راہ سنت"
کے نام سے نظم میں تالیف کیا۔ اسکے کچھ اشعار ہم یہاں نقل کرتے ہیں

ہو اگر دنیا میں مرد با مراد	عامل سنت بہنگام فساد
الغرض دیکھیں جب ان آنکھوں سے	یہ بلا کے اختلافات امم
اب کسی کا فعل ہو یا قول ہو	چاہیئے سنت سے اسکو تول لو
مولوی فاضل ہو یا استاذ پیر	یا ولی یا شیخ یا شاہ و فقیر
زندہ ہو مردہ ہو یا نزدیک دور	ہو ولایت یا کرامت کا ظہور
ہو رسالہ یا کہ ہو کوئی کتاب	مجتہد ہو یا فقیہہ لاجواب
گر اسے بر حسب سنت پایئے	بے خطر اس کو عمل میں لایئے
گر نہ ہو سنت سے اسکو اتفاق	چھوڑ دے اسکو ہے کر وارثقاق
ہے خطا کی پیروی کرنا خطا	یہ اجازت کب ہوئی ہم کو روا
ہر طرح تبعیت اور تقلید عام	غیر پیغمبر کی ہے جائے کلام
مذہب ارباب سنت کر یقین	جز نبی معصوم عالم میں نہیں
مجتہد کے حق میں ہی یخطی لیصیب	ہے خطا جائز ولی سے اے حبیب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو خطا تقلید میں ہوتی معاف ‏ ‏ کس لیئے پڑتا بھلا پھر اختلاف
کہتے ہیں اکثر گروہ معتقد ‏ ‏ ہے خطا سے پاک قول مجتہد
دشمن تحقیق ان کی بات ہے ‏ ‏ جز نبی معصوم کس کی ذات ہے
علم ہیں رکھتے بہت عالم مگر ‏ ‏ کس لیئے نزدیک ارباب خبر
راہ پر کچھ اور کچھ بے راہ ہیں ‏ ‏ گرچہ اہل علم ہیں آگاہ ہیں
اچھے اچھے ہیں خطا میں آپڑے ‏ ‏ مذہب باطل میں عالم ہیں بڑے
الغرض یہ وہم ہیں سب درخیال ‏ ‏ ہے بجائے خود یہ دعوائے محال
جان و دل سے چاہیئے کرنا قبول ‏ ‏ لطف قال اللہ اور قال الرسول

سُن چکے تم حسن ارشاد نبی
چاہیئے سنت کی اب تو پیروی[1]

ان کے صاحبزادے نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے لکھا ہے کہ
"اللہ تعالیٰ نے میرے باپ کو سنی خالص محمدی قح بنایا تھا[2]"

وفات تقریبًا ایک ہفتہ بیمار رہے مگر اس درمیان میں فرض نمازیں برابر قیام کے ساتھ اوقات معینہ پر ادا کرتے رہے البتہ نوافل میں کبھی کبھی بیٹھ جایا کرتے تھے۔ جب انکو اپنی زندگی کے جانب سے قطعًا مایوسی ہو گئی تو حاضرین کو مخاطب کر کے کہا کہ "آپ لوگ گواہ ہیں کہ مجھ پر تبلیغ احکام دین کے باب میں جو واجب تھا اسکو میں نے

---

[1] تراجم علمائے حدیث ہند جلد اول بحوالہ سطر تق الحدید مولفہ حافظ عزیز الدین صاحب مراد آبادی ۱۲
[2] ابقاء المنن صسـ ۶۲ ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگرچہ حتی الامکان بغیر افراط یا تفریط کے پورا کیا اور اپنی تمام تر کوشش اس کام میں اتباعاً لسنۃ السید المختار صرف کی لیکن اب وقت سر پر آپہونچا کہ اپنے خدائے غفور ورحمان ورحیم کی بارگاہ میں حاضر کیا جاؤں۔ مجھکو افسوس اور انفعال اس بات کا ہے کہ کوئی کام میرے ہاتھ سے لائق قبول عمل میں نہیں آیا۔ میں کسی طرح سزاوار عدل نہیں ہوں۔ محض اسکے فضل پر بھروسہ ہے،، ابھی یہ تقریر ختم نہیں ہوئی تھی کہ ان پر بیہوشی طاری ہوگئی، تھوڑی دیر کے بعد کسی قدر ہوش آیا زبان سے کچھ کہنا چاہا مگر بول نہ سکے۔ پھر اشارہ سے نماز کا وقت دریافت کیا جب ان کو معلوم ہوا کہ نماز ظہر کے وقت میں ابھی کچھ دیر ہے تو آہستہ سے کہا کہ نماز کا وقت نہ آئے گا کہ ہم روانہ ہوجائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ نماز ظہر سے پہلے ہی بروز پنجشنبہ ۱۲ھ (۱۸۳۹ء) میں ان کی روح عالم جاودانی کو پرواز کرگئی۔ محلہ شیخ پورہ قنوج میں دفن ہوئے۔

اولاد ان کے دو صاحبزادے تھے ایک مولانا سید احمد حسن عرشی دوسرے امیر الملک نواب صدیق حسن خان والی بھوپال۔ دونوں کے سر سے ان کے والد کا سایۂ عاطفت بچپن ہی میں اٹھ گیا تھا۔ اول الذکر کی عمر والد کے انتقال کے وقت قریباً سات برس کی تھی اور مؤخر الذکر کم وبیش پانچ سال کے تھے۔ اور تین لڑکیاں تھیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر ان دونوں صاحبزادوں کے حالات

ملہ بیہرنٹ والا جاہی حصہ اول ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر بھی کچھ تھوڑی سی روشنی ڈالدی جائے۔

سید احمد حسن عرشی ان کی ولادت ۱۹ رمضان ۱۲۴۶ھ (۱۸۳۱ء) کو ہوئی ابتدائی تعلیم اپنے وطن قنوج میں حاصل کی پھر بغرض اکتساب علم کانپور، فرخ آباد، بریلی، علی گڈھ اور دہلی کا سفر اختیار کیا اور اساتذہ وقت کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے اور ان سے مستفید ہوئے۔ جملہ علوم نقلی وعقلی میں کمال حاصل تھا۔ عربی، فارسی اردو تینوں زبانوں کے باکمال شاعر تھے۔ فارسی اور اردو شاعری میں غالب کے شاگرد تھے انکی شاعری کی بابت نواب صاحب لکھتے ہیں۔

"در عربی ہمعنان شعرائے جاہلیت اند در فارسی ہم بزم عرفی ونظیری و در اردو مقتدائے آتش وناسخ"

یعنی عربی میں شعرائے جاہلیت کے ہم پلہ ہیں۔ اور فارسی میں عرفی اور نظیری کے ہمنشیں اور اردو میں آتش اور ناسخ سے بلند"

ان کے مسلک کی بابت مصنف "سیرت والا جاہی" لکھتے ہیں۔

"مولانائے مرحوم کو عمل بالحدیث میں خاص شغف تھا۔ اور مقلدین مذہب سے جنکو تحقیق وتدقیق سے کوئی حصہ نہیں ملا تھا طبعی نفرت تھی۔ چنانچہ انھوں نے تقلید کے ذمائم ومفاسد کے متعلق بہت سے رسائل مطول ومختصر تالیف کئے" ص ۷۹

نواب صاحب لکھتے ہیں۔

"درین زمان آخر کسیکہ نصرت سنت کند ایشان بودند در رد تقلید

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ید طولیٰ داشتند۔ دیدہ نہ شد کہ باکسے دریں باب تقریرے وتحریرے بودہ باشد۔ مگر آنکہ الزام سخت اورا دادند۔ در اصول فقہ امام عہد بودند وسنن وآثار کتب ستہ گویا بر نوک زبان بود۔ تمام ہمت مصروف انتصار فرقۂ اتباع می کردند، کتابے موسوم بشہاب ثاقب در رد تقلید بر وجہے نوشتہ اند کہ مثلش در ہند دیدہ وشنیدہ نہ شدلہ

یعنی اس آخری زمانے میں سنت کی حمایت کرنے والا اگر کوئی شخص ہے تو وہ یہ ہیں۔ رد تقلید میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ جس کسی سے بھی اس مسئلہ میں کوئی گفتگو ہوئی اسکو الزامی جواب میں سخت گرفت میں لے لیتے تھے۔ اصول فقہ میں اپنے زمانے کے امام تھے۔ صحاح ستہ کی حدیثیں گویا نوک زباں پر تھیں۔ اپنی تمام کوششیں فرقۂ اتباع سنت (اہلحدیث) کی مدافعت میں صرف کرتے تھے۔ تقلید کی تردید میں "شہاب ثاقب" کے نام سے ایک ایسی کتاب لکھدی ہے کہ ہندوستان میں اس جیسی کوئی کتاب اب تک نہ دیکھنے میں آئی اور نہ سننے میں۔

اسی "اتحاف النبلاء" میں نواب صاحب نے "اسامی کتب و مؤلفین" کے ذیل میں جہاں اپنے بھائی مولانا سید احمد حسن قنوجی کی اس کتاب (شہاب ثاقب) کا ذکر کیا ہے وہاں لکھتے ہیں۔

"ودر استقرای نقیر در رد تقلید کتابے جامع مثلی وے دریں آخر زمان تالیف نیافتہ ومؤلف وے در رسالۂ تنقید خود درحق وے

لہ اتحاف النبلاء صلا۲۲

www.KitaboSunnat.com

گفتہ ھو کتاب لو اجتمع اھل المشرق والمغرب علی ابطالہ لما قدروا بفضل اللہ تعالیٰ ۔ وفی الواقع ایں کتاب ہمچنیں است و تصدیق ایں معنی ملتوی بر مطالعہ اوست بنظر انصاف ولیکن در حیات مولفش از سواد بہ بیاض نرسیدہ فلیعلم انتہی بلفظہ ۔

ترجمہ :۔ میرے استقراء میں رد تقلید کے باب میں ایسی جامع کتاب اس آخر زمانے میں نہیں پائی جاتی اسکے مؤلف نے خود اس کتاب کے حق میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ (یہی) اس کتاب کا جواب لکھنے کے لئے مشرق و مغرب کے سارے (مقلدین) جمع ہوکر بھی کوشش کریں تو انشاء اللہ وہ اس کا جواب نہ لکھ سکیں گے ۔ نواب صاحب مؤلف کے اس دعوے کی تائید و تصدیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں)

" فی الواقع یہ کتاب ایسی ہی ہے ۔ مؤلف کے اس دعوے کی تصدیق اس بات پر موقوف ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ نظر انصاف سے کیا جائے لیکن یہ کتاب مؤلف کی حیات میں شائع نہ ہو سکی "

نواب صاحب نے ان کے عمل بالحدیث اور انکار رائے و تقلید کا حال اسطرح بیان کیا ہے ۔

" در بارہ عمل بحدیث و انکار از رائے نمونہ حافظ ابن حزم و شیخ الاسلام ابن تیمیہ بودند اما ایشاں را بر کتب ایں بزرگواران اطلاع نبودہ بجہت آنکہ تصانیف ایشاں در ہند موجود و میسر نیست ۔ اگر روزے از دہر توالیف ایں اکابر در انتصار سنت و رد بدعت و انکار تقلید و اختیار تحقیق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنظر ایشاں می گذشت واطلاع وعبور برادلہ وبراہین نقلیہ وحجج سمعیہ و دلائل سلفیہ ایشاں دست بہم می داد، خدا داند درردِ تقلید چہ عجائب می نمودند زیراکہ باوجود عدم اطلاع آنقدر ادلہ متفرقہ رایکجا کردہ بودند کہ در خیال نمی آید کہ کسی بعمرے دراز جمع می تواند کردؒ۔"

ترجمہ:۔ عمل بالحدیث اور انکار رائے کے بارے میں یہ حافظ ابن حزم اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا نمونہ تھے البتہ ان بزرگوں کی تصانیف پر انکو اطلاع نہ تھی اسلیئے کہ ان حضرات کی تصانیف ہندوستان میں موجود اور میسر نہیں ہیں. اگر ان بزرگوں کی وہ کتابیں جو سنت کی حمایت بدعت کی تردید، تقلید کے انکار، اور تحقیق کے اختیار کرنے کے بارے میں ہیں ایک مرتبہ بھی انکی (مولانا احمد حسن عرشی کی) نظر سے گذری ہوتیں. اور ان اسلاف کے بیان کردہ براہین نقلیہ، حجج سمعیہ، اور دلائل سلفیہ ان کے ہاتھ لگ گئے ہوتے. تب تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ تقلید کے رد میں کیا کیا عجائبات دکھلاتے. جبکہ ان کتابوں پر اطلاع نہ ہونے کی صورت میں انھوں نے اسقدر کثیر تعداد میں متفرق دلائل یکجا کر دیئے تھے کہ کسی دوسرے کیلیئے عمر دراز میں بھی ان کا اکٹھا کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے،

مولانا عرشی کا ایک خواب

نواب صاحب نے "اتحاف النبلاء" اور "ابجد العلوم" ان دونوں کتابوں میں مولانا سید احمد حسن عرشی مرحوم کا ایک خواب نقل کیا ہے ہمارے نزدیک وہ بھی

لہ اتحاف النبلاء ص۲۲۴۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس موقع پر قابل ذکر ہے اس خواب کی تفصیلات عرشی صاحب نے خود اپنے قلم سے بیان کی ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں: أما بعد فانی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببحر وستہ قنوج فی مبشرۃ اریتھا یوم الثلثاء فی الثامن من رمضان المبارک سنۃ خمس وستین بعد الالف ومائتین من ھجرتہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیتہ دھوحین ولونہ ابیض من لون الحنطۃ وقد کان لا یشتکی منہ قصر ولا طول فرأیت انی اکلت معہ طعاما واطال یدہ صلی اللہ علیہ وسلم الی قصعتی فقربت الادام الیہ فتناولہ بیدہ الشریفۃ واخذ کانہ یاکل فی قصعتی وکانہ لم یکن فی قصعتہ طعام اوکان فاکلہ ولم یبق منہ شئی فقلت ایتھا الحضرۃ! من رأی کم فی ھذا الزمان وصحبکم فی المنام ھل یعد من اصحابکم فاجاب بما مفھومہ انہ لا یعد منھم واعطانی فلوسا وسألت منہ صلی اللہ علیہ وسلم ان بعض الناس یترکون حدیثکم بقیاس المجتھدین مع ان المجتھدین انما قاسوا اذا لم یجد واحدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واوصوا اصحابھم بالعمل علی الحدیث و الناس فی ھذا الزمان تدغلوا فی ذالک وکف وامن ارشدھم الی اتباع السنۃ المخالفۃ لمذھبھم فتا ھدت اثار الملال فی بشرتہ صلی اللہ علیہ وسلم من صنیع الناس ھذا وصارمتحرک کان الملال یلغ فی القلب وتیقیت من النظر الیہ انہ لا یرضی بصنیعھم ھذا وکنت اذا سئلتہ عن شئی اری جسمی کانہ یمس جسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو صلی اللہ علیہ وسلم لا یکرہ منہ بل یتعطف علی ویقبل الی بوجھہ - وجدت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

له صلی اللہ علیہ وسلم بعد ھذا المبشر محبۃ عظیمۃ من قلبی حتی احببت
ان جعلنی اللہ فداکا واقتل فی الجھاد وانا احسبہ ووجدتہ صلی اللہ علیہ
وسلم یرضی بالعمل بالحدیث واللہ علی ما نقول شہید وکفی بہ شہید انتھی۔
ترجمہ:۔ میں نے قنوج میں ۸ رمضان مبارک ۱۲۶۵ھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ کا رنگ گیہوں کے رنگ سے بھی زیادہ صاف اور حسین
تھا۔ آپ کا قد بھی معتدل اور متناسب تھا۔ میں نے دیکھا کہ میں کھانا کھا رہا ہوں
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنا دست مبارک میرے برتن کی طرف
بڑھایا۔ میں نے اپنا سالن آپکے قریب کر دیا آپ اس میں سے لیکر کھانے
لگے۔ میں نے عرض کیا حضور! جو شخص اس زمانے میں آپ کو دیکھ لے اور خواب
میں آپ کی ہم نشینی کا شرف بھی حاصل کرلے کیا وہ آپ کے صحابہ میں شمار
کیا جائے گا؟ آنحضرت نے اس کے جواب میں جو کچھ فرمایا تھا اس کا مفہوم
یہ تھا کہ نہیں۔ پھر میں نے دوسری گذارش یہ پیش کی کہ بعض لوگ مجتہدوں کے
قیاس کے مقابلے میں آپکی حدیثوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ ان مجتہدوں
نے اسی وقت قیاس کیا تھا جب انکو حدیث نہ ملی تھی۔ نیز انھوں نے یہ وصیت
بھی کردی تھی کہ جب حدیث مل جائے تو ہمارے قول کو چھوڑ کر حدیث پر عمل
کیا جائے۔ اس زمانے میں تو لوگ اس معاملہ میں حد سے بڑھ گئے ہیں۔
یہانتک کہ اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو ان کو ان کے مذہب کے خلاف کسی
سنت کی اتباع کی دعوت دیتا ہے۔ میں نے مشاہدہ کیا کہ لوگوں کے اس
طرز عمل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر رنج وملال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے آثار نمایاں ہیں۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت کی کیفیت دیکھکر یقین کر لیا کہ حضور کو لوگوں کا یہ طریقہ ناگوار اور ناپسند ہے۔ میں جب کوئی بات پوچھتا تھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرا بدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کو چھو رہا ہے مگر حضور اسکو برا نہ مانتے تھے بلکہ مجھ پر جھک کر میری طرف مزید توجہ فرماتے تھے۔ اس خواب کے بعد سے میرے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بہت بڑھ گئی ہے۔ جی یہی چاہتا ہے کہ آپکی حمایت میں خود کو قربان کر دوں۔ خدا کی راہ میں جہاد کروں اور قتل کیا جاؤں۔ میں نے محسوس کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث پر عمل کرنے کی وجہ سے خوش ہیں۔ یہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر اللہ گواہ ہے اور اسکی گواہی کافی ہے"

وفات

مولانا عرشی نے کئی بار حج بیت اللہ کا ارادہ کیا لیکن انکی والدہ ماجدہ یہ کہہ کر ان کو روکتی رہیں کہ انشاءاللہ تعالے ہم سب ملکر ساتھ چلیں گے۔ تھوڑے دن ٹھہر جاؤ۔ کچھ روز تک وہ منتظر رہے مگر جب کوئی صورت سب کی روانگی کی نہ بن پڑی اور زیارت حرمین کے ذوق وشوق کے استیلا نے ان کے دل میں زیادہ شورش پیدا کی تو وہ اکیلے ہی چل کھڑے ہوئے۔ منزل بمنزل طے کرتے ہوئے بڑودہ پہنچ گئے مگر یہاں پہنچکر دفعۃً تپ اسہالی میں مبتلا ہو گئے اور ۹ رجمادی الاولی ۱۲۷۳ھ (۴ دسمبر نومبر ۱۸۵۶ء) روز جمعہ کو انتقال فرما گئے۔ اور وہیں دفن ہوئے فرحمہ اللہ تعالی وایانا برحمتہ الواسعۃ وغفرلنا ولہ بکرمہ العمیم وقد قال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ ومن یخرج من بیتہ مہاجراً الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ۔

نواب صدیق حسن خاں صاحب

مولانا سید اولاد حسن قنوجی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے نامور صاحبزادے نواب صدیق حسن خاں قنوجی تھے۔ ۱۹ر جمادی الاولیٰ ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۴ر اکتوبر ۱۸۳۲ء کو بانس بریلی میں جہاں انکی ننہیال تھی پیدا ہوئے۔ کچھ دنوں کے بعد ان کی والدہ محترمہ انکو بریلی سے لیکر قنوج میں جو آبائی وطن تھا چلی آئیں۔ یہ گذر چکا کہ ان کی عمر پانچ برس کی تھی کہ باپ کا سایہ ان کے سر سے اٹھ گیا۔ یتیمی کی حالت میں اپنی والدہ ماجدہ کی آغوش میں پرورش اور تربیت پائی۔ لیکن والدہ محترمہ نے انکی کسطرح تربیت کی۔ اسکا اندازہ اس واقعہ سے لگائیے۔ نواب صاحب خود لکھتے ہیں کہتے میں سات برس کا تھا مکان کے دروازے پر مسجد تھی مجھے خوب یاد ہے کہ جب صبح کی آذان ہوتی اور میں سوتا پڑا ہوتا تو والدہ محترمہ مجھے اٹھاکر وضو کراتیں اور اپنے سامنے مجھکو مسجد بھیجدیتی تھیں کبھی گھر میں نماز پڑھنے نہیں دیتی تھیں۔ اگر نیند کی سستی کی وجہ سے میری آنکھ نہ کھلتی تو منہ پر پانی ڈالدیا کرتی تھیں۔ اس سبب سے نماز کی عادت لڑکپن سے برابر رہی۔ شاید دس برس کی عمر میں روزہ رکھوایا تب روزہ کی عادت پڑی[1]

اس تربیت کا یہ اثر ہوا کہ بری صحبتوں اور بری عادتوں سے ہمیشہ دور

---

[1] ابقاء المنن ص ۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے۔ علماء اور صلحاء کی مجلسوں میں بیٹھنے انکی باتیں سننے اور انکی نصیحتوں سے مستفید ہونے کا شوق دامنگیر رہا۔

علم دین کی تحصیل کیطرف بچپن ہی سے رغبت ہوگئی۔ خود لکھتے ہیں "گھر میں والد مرحوم کا کتاب خانہ تھا جب شیخ حسینی (ان کے والد کے خادم) کتابوں کو دھوپ دیا کرتے تھے تو ہمارا کھیل یہی تھا کہ ایک ایک کو کھول کر ہر جگہ سے دیکھتے اور پڑھتے۔ کوئی جگہ سمجھ میں آتی کوئی نہ آتی محض ورق گردانی کی برکت سے علم کا شوق دل میں پیدا ہوگیا"[1]

اساتذہ اوائل عمر میں مختصرات فن کی تعلیم اپنے بڑے بھائی مولانا سید احمد حسن عرشی سے حاصل کی پھر فرخ آباد۔ کانپور، اور دہلی میں تکمیل کی۔ جن اساتذہ علم سے انھوں نے سند لی ان کے نام یہ ہیں۔ شیخ حسین عرب بن محسن بن محمد الانصاری حدیدی۔ شیخ عبدالحق بن فضل اللہ نیوتنوی، مولانا شاہ محمد یعقوب دہلوی مہاجر مکہ معظمہ۔ شیخ یحییٰ بن محمد بن احمد بن حسن الحازمی، قاضی عدن، علامہ سید نعمان خیرالدین آلوسی زادہ مفتی بغداد۔ صدر الافاضل صدرالدین خاں دہلوی[2] دہلی کے قیام کے زمانے میں شیخ الکل حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلوی مرحوم کو بھی دیکھا تھا۔ مگر اتفاق صحبت کم ہوا[3]

---

[1] ابقاء المنن ص ۱۲، [2] ابجد العلوم ص ۹۳۹، [3] ابقاء المنن ص ۱۳۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ورود بھوپال پہلی مرتبہ

اکیس سال کی عمر میں علوم متداولہ سے فراغت حاصل کر کے دہلی سے اپنے وطن قنوج واپس آئے یہاں بمشکل چند ماہ ان کا قیام رہا کیونکہ سوائے ان کے کوئی دوسرا مربی خاندان موجود نہ تھا۔ متعلقین اور عزیزوں کی معیشت کا دار و مدار صرف ان کے قوت بازو پر تھا۔ وجہ کفاف بھی کوئی موجود نہ تھی جو زندگی کی ضرورتوں میں کافی ہوتی اس پریشان حالی میں تلاش معاش کا خیال پیدا ہوا۔ اپنے محلہ کے ایک آدمی کی زبانی ریاست بھوپال کے حالات سنکر اور خدا کا نام لے کر بھوپال کیطرف چل کھڑے ہوئے۔ ۲۵ روز کے بعد وہاں پہونچے اور ایک کرایہ کے مکان میں اترے۔

اسوقت بھوپال کی ریاست نواب سکندر بیگم کے زیر حکومت تھی۔ ارکان حکومت میں کسی سے تعارف نہ تھا جسکی سعی و سفارش کی توقع ہوسکے۔ مجبوراً انھوں نے تائید ربانی پر اعتماد کر کے اپنے ہاتھ سے ایک مختصر عرضداشت اپنے حال پر ملال کی لکھ کر منشی جمال الدین خاں مدار المہام نائب اول ریاست کی خدمت میں پیش کی۔ شیخ علی عباس چریاکوٹی اتفاق سے وہاں موجود تھے جو عالم بھی تھے اور کسی اعلیٰ عہدہ پر وہاں فائز تھے انھوں نے ہمدردانہ حمایت و تائید کی۔ خدا کا فضل شامل حال تھا۔ رئیسہ معظمہ نواب سکندر بیگم کی خدمت میں نواب صاحب باریاب ہوئے رئیسہ نے ان کی تقرری منظور فرمائی اور غرہ رمضان ۱۲۷۱ھ سے تیس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روپئے مشاہرہ پر منشی گری کی خدمت انکو تفویض ہوئی پھر حسن خدمت کے صلہ میں جلد ہی ترقی کرکے "میر دبیری" کے منصب پر پہونچے، مشاہرہ میں بھی اضافہ ہوا۔ اولاً چالیس روپے اور بعد میں پچاس روپے ہو گئے۔ مگر خدا کی شان اسی دوران میں شیخ علی عباس صاحب سے مسئلہ حقہ کشی پر بحث ہو گئی نواب صاحب اباحت کے اور شیخ صاحب موصوف تحریم کے قائل تھے۔ بحث نے اسقدر طول کھینچا کہ مناظرہ سے مناقشہ اور مناقشہ سے منافرت کی نوبت پہونچی۔ یہی منافرت ریاست کی خدمت سے نواب صاحب کی معزولی کا سبب ہوئی۔

وطن کی طرف واپسی ریاست بھوپال سے جب سلسلۂ ملازمت منقطع ہو گیا تو ۱۷ محرم ۱۲۷۳ھ ۱۸۵۶ء کو وطن روانہ ہو گئے۔ وطن پہونچکر معاش کی بابت کوئی اطمینان کی صورت نہ پیدا ہوئی اسی پریشانی اور فکر میں تھے کہ ملک میں انگریزی حکومت کے خلاف ۱۸۵۷ء کا مشہور ہنگامہ شروع ہو گیا۔ فرخ آباد اور قنوج بھی اسکی لپیٹ میں آ گئے۔ فرخ آباد کے ایک رئیس کی فوج سے انگریزی فوج کی جھڑپ ہو گئی۔ اس جنگ میں تمام رعایائے شہر کے مکانات مسمار اور زراعتیں برباد ہو گئیں اور انکا تمام اثاث البیت سکھوں اور پنجابیوں کی غارت گری کی نذر ہو گیا۔ دوسرے روز قتل عام کا غلغلہ زور شور سے بلند ہوا اور مارشل لا کے جاری ہونیکی افواہیں فرخ آباد سے قنوج اور قنوج سے تمام نواح اور مقامات شہر میں پھیل گئیں ہر طرف ایک بھگدڑ سی مچ گئی۔ سارا گھر لٹ گیا۔

افسوسناک تنگدستی نواب صاحب کے والد سید اولاد حسن کے معتقدوں اور ارادتمندان خاص نے جب یہ حالت دیکھی تو وہ نواب صاحب کو اور انکی بہنوں کو، انکی والدہ کو اپنے ہمراہ بلگرام لے آئے یہاں ایک مکان کرایہ کا لیکر بہ کار واں آنت رسیدہ اتارا گیا چند مہینے یہاں قیام رہا۔ درحقیقت یہ زمانہ ہندوستان کیلئے بڑا مصیبت خیز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اندوہناک زمانہ تھا۔ نواب صاحب کا یہ حال تھا کہ کئی مہینہ تک صرف ایک سیاہ موٹا کپڑا اور سوکھی ہوئی باسی روٹی پر وقت گذاری کرنا پڑی جب کپڑا پھٹ جاتا اپنے ہاتھ سے سی لیتے۔ جب میلا ہو جاتا خود دریا پر جاکر دھولاتے۔ متعلقین کا بھی اس سے زیادہ بہتر حال نہ تھا۔ مگر باوجود اس تنگدستی اور فاقہ مستی کے نہ کسی سے کبھی قرض لیا اور نہ کسی کے سامنے دست سوال پھیلایا۔ اپنی حالت بے مائگی پر صابر اور قانع رہے۔ اسی زمانے کا ایک روز کا ذکر ہے کہ وہ نہانے اور کپڑا دھونے کیلئے دریا پر گئے کپڑا اتار کر کنارے پر رکھے اور پانی میں اتر کر غسل کرنے لگے۔ اتفاق سے سکھ اور پنجابی پلٹن کے کچھ سپاہی ادھر سے گذرے۔ چونکہ نواب صاحب کا سرخ و سفید کھلا رنگ تھا اس لئے سپاہیوں کو ان پر انگریز ہونے کا شبہہ گذرا۔ ان سپاہیوں نے لپک کر ان پر بندوق کا فیر کرنا چاہا۔ مگر خوش قسمتی سے ایک دیہاتی ادھر سے آرہا تھا جو چند سال قبل قنوج میں کاشتکاری کر چکا تھا اور وہاں کے دیہات کا مکھیا تھا، وہ دوڑا اور ان سپاہیوں سے چلا کر کہا، ایسا غضب نہ کرنا یہ تو بڑے حضرت کے صاحبزادے ہیں میں ان کو برسوں سے خوب جانتا پہچانتا ہوں۔ جب سپاہیوں کو اسکے بیان اور گواہی پر پورا اطمینان ہو گیا تو وہاں سے چلے گئے نواب صاحب نے خدائے ارحم الراحمین کا شکر ادا کیا اور نہا دھو کر گھر واپس آئے۔

بلگرام میں قیام کے زمانے میں بیکاری اور روز افزوں ترددات سے تنگ آکر نواب صاحب نے چاہا کہ کوئی ایسا مفید مشغلہ اختیار کیا جائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جسمیں وقت بھی اچھی طرح کٹے اور آشفتہ خاطری کو ایک گونہ تسلی وتشفی بھی حاصل ہو۔ یہ خیال کرکے انھوں نے قرآن مجید حفظ کرنا شروع کردیا اور تھوڑے ہی دنوں میں یاد کر لیا[1] جب ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کی شورش رفتہ رفتہ کم ہوئی تو سب عزیزوں کو ساتھ لیکر بلگرام سے قنوج چلے آئے۔ یہاں پہنچنا تھا کہ خانہ داری کی ضرورتوں نے خیر مقدم کیا چاردناچار وطن کو چھوڑکر تہیۂ سفر کیا۔

ورود بھوپال دوبارہ

خوش قسمتی سے اسی دوران میں بھوپال کی رئیسہ جناب سکندر بیگم صاحبہ نے ان کی طلبی کا فرمان (از خود) بھیجا برسات کا موسم تھا زور شور سے بارش ہورہی تھی اسی حالت میں انکو جانب بھوپال روانہ ہونا پڑا۔ گیارہ روز میں ریاست ریواں ہوتے ہوئے وہ جبل پور پہونچے بارش کی کمی کے انتظار میں ایک جگہ بیس روز تک مہمان رہے مگر جب انھوں نے موسلا دھار پانی میں کسی قسم کی کمی نہ دیکھی تو مجبوراً وہاں سے روانہ ہوگئے۔ ایک ندی پر سے گذر ہوا جو متواتر بارش کے سبب بالکل بھر گئی تھی۔ رات کا وقت تھا کرایہ کی بگھی مع گھوڑے کے اسمیں جا پڑا طغیانیٔ آب کی وجہ سے قریب تھا کہ وہ بھی غوطے کھا کر اسمیں ڈوب جائیں۔ اتفاق سے ندی کے وسط میں ایک سنگ گراں پڑا ہوا تھا اور اسکا ایک بڑا حصہ باہر نکلا ہوا تھا جو پانی کے بہاؤ اور موجوں کے تلاطم کا سد راہ تھا وہ اسکی سطح مرتفع پر چڑھ کر بیٹھ رہے اور صبح تک اسی حالت میں اسپر بیٹھے رہے بارش کا سارا پانی ان کے سر پر سے گذر

[1] سیرت والاجاہی حصہ دوم ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہا تھا جب صبح ہوئی اور آفتاب طلوع ہوا راہ گیرا دھر اُدھر آنے جانے لگے اسوقت ان کو اس مصیبت سے نجات ملی۔ کپڑے خشک کئے، سواری ٹھہرائی اور سوار ہوکر آگے روانہ ہوئے۔ اسطرح بہ ہزار تکلیف و دشواری چوتھی صفر ۱۲۷۵ھ کو وہ بھوپال پہونچے۔

بھوپال پہونچکر ریاست کے نائب اول مدارالمہام منشی جمال الدین خاں بہادر سے ملاقات ہوئی۔ اپنی تمام سرگذشت ان سے بیان کی۔ وہ مصائب سفر کا حال سنکر بہت دلگیر ہوئے مگر بھوپال چلے آنے سے ان کو بہت خوشی ہوئی۔ پھر انھوں نے رئیسہ معظمہ سے جاکر سب حال عرض کیا اور انکی حاضری کی اطلاع دی مگر چونکہ پہنچنے میں دیر ہوگئی تھی۔ اس درمیان میں معاندین اور حاسدین نے رخنہ اندازی کرکے حکم منسوخ کرا دیا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ ریاست سے چلے جانے کا فرمان جاری ہوگیا آخر یہ شعر پڑھکر ۹ ربیع الاول ۱۲۷۵ھ کو بھوپال سے رخصت ہوگئے۔

ما ز بھوپال گذشتیم تو دل شاد نشیں
قفلے بر در مزن و خار بہ دیوار منہ

چند ماہ ٹونک میں

اثنائے سفر میں ان کا گذر ریاست ٹونک میں ہوا حضرت سید احمد شہید بریلویؒ کے خویش سید اسماعیل صاحبؒ نے ان کو اپنا خاص مہمان بنایا۔ نواب وزیرالدولہ امیر الملک محمد وزیر خان کو اطلاع ہوئی تو والا جاہ نے ٹونک میں اقامت اختیار کرنے پر اصرار کیا اور ساتھ ہی پچاس روپیہ مشاہرہ بھی مقرر کردیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس تعلق نے ان کو ٹونک کے قیام پر مجبور کر دیا مگر وہاں کی طرز معاشرت کی ناشائستگی اور طریقہ بود و باش کی عام خرابی سے والا جاہ ہمیشہ متنفر اور دل برداشتہ رہا کرتے تھے۔ آخر آٹھ ماہ کی اقامت کے بعد ترک تعلق کا ارادہ کر کے چار مہینے کی رخصت کی درخواست دیدی۔ ابھی اس درخواست کی منظوری کا حکم صادر نہیں ہوا تھا کہ یکایک بھوپال سے ایک خط منشی جمال الدین خاں کا جو ریاست کے نائب اول تھے اور ایک فرمان طلبی نواب سکندر بیگم صاحبہ رئیسہ کا پہونچا اس خط اور فرمان کے مضمون سے ان سب شکوک و اوہام کا بھی پورا دفعیہ ہو گیا جو بعض افترا پردازوں نے رئیسہ محترمہ کے دل میں پیدا کر دیئے تھے۔ دو چار روز کے بعد دربار ٹونک سے درخواست رخصت بھی منظور ہو کر آ گئی۔ ۲۰ ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ کو والا جاہ ٹونک سے بھوپال کی طرف روانہ ہو گئے۔

ورود بھوپال تیسری مرتبہ

۱۰ محرم ۱۲۷۶ھ (۱۸۵۹ء) کو بھوپال پہونچے، اور یکم صفر کو ریاست کی تاریخ نگاری کی خدمت ان کو تفویض کی گئی نواب صاحب کے حق میں بھوپال اب وہ پہلا بھوپال نہ تھا۔ عروج نے قدم چومے اور اقبال خود کو نچھاور کرنے لگا۔ چنانچہ کم و بیش ڈیڑھ سال کے بعد نائب اول ریاست مدار المہام منشی جمال الدین خاں نے اپنی چھوٹی صاحبزادی سے (جو بیوہ تھیں) نکاح کر دیا۔ نواب صاحب کی یہ پہلی شادی تھی۔ انھیں کے بطن سے وہیرت والا جاہی کے مصنف نواب علی حسن خاں پیدا ہوئے تھے۔ یہ بڑے سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیندار راسخ الاعتقاد موحدہ خاتون تھیں ۔ نماز بڑے اہتمام کیساتھ اوقات معینہ پہ ادا کیا کرتی تھیں ، اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں اچھی مہارت تھی ، گلستاں کی سادہ عبارت ، اسکے شگفتہ جملے ، اور بوستاں کے ناصحانہ دلکش اشعار ان کی نوک زبان پر تھے ۔ بات بات میں وہ بے تکلف گلستاں کی ضرب الامثلیں بول جاتی تھیں ، تقریباً ساٹھ سال کی عمر میں یکم رمضان سنہ ۱۳۰۱ھ (۱۸۸۴ء) کو بھوپال میں انتقال کیا اور وہیں اپنے والد کے مزار کے پاس مدفون ہوئیں ۔ نواب صاحب نے خود ہی ان کے جنازے کی نماز پڑھائی تھی ۔

رئیسہ بھوپال نواب سکندر بیگم کے انتقال کے بعد ان کی صاحبزادی نواب شاہ جہاں بیگم سریر آرائے سلطنت ہوئیں ، ان کا پہلا نکاح نواب نظیر الدولہ بخشی باقی محمد خاں بہادر کے ساتھ ہوا تھا جو نکاح کے بعد غالباً بارہ سال تک زندہ رہے ۔ نواب نظیر الدولہ کی وفات کے پانچ مہینے کے بعد نواب شاہ جہاں بیگم مسند نشین ریاست ہوئی تھیں ۔ عنان حکومت ہاتھ میں لئے ہوئے جب تین سال گذر گئے تو رئیسہ عالیہ (نواب شاہ جہاں بیگم) نے محسوس کیا کہ نظم و نسق ملکی کی ذمہ داریاں روز بروز بڑھتی جارہی ہیں ضرورت ہے کہ کسی قابل اعتماد ، مدبر ، منتظم ، عالم و خطیب ، ذی وجاہت شریف ، خدا پرست اور ماہر اصول سیاست و معدلت کو مشیر امور مملکت اور اپنا ہمدم و محرم راز بنایا جائے ، نگاہ انتخاب والا جاہ نواب صدیق حسن خاں پر پڑی جو سترہ سال سے ریاست کی خدمت محنت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجانفشانی اور دیانت و وفاداری کے ساتھ انجام دے رہے تھے۔ والاجاہ نے بھی منظور کیا۔ ۸ شوال ۱۲۸۸ھ مطابق ۱۸۷۱ء کو نکاح ہو گیا۔ پچپن ہزار روپیہ مہر مقرر ہوا تھا جس کو بعد میں نواب صاحب نے یکمشت ادا کر دیا تھا اور چھ ہزار روپیہ سالانہ مصارف نان ونفقہ کے طور پر برابر دیا کرتے تھے[1] اس رشتہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین و دنیا کے اعلیٰ مراتب پر فائز فرمایا۔ علم دین اور علمائے دین کو عروج اور سربلندی حاصل ہوئی۔ عرصہ تک بھوپال کتاب وسنت کے حاملین کا مرجع بنا رہا۔ مختلف علوم وفنون پر خود والاجاہ نے بہت سی کتابیں لکھیں اور بہت سی دینی کتابیں جو بیش قیمت ہونے کے ساتھ نایاب ہو چکی تھیں، عرب وعجم سے گراں بہا قیمتوں پر حاصل کر کے، مصر، بیروت اور ہندوستان کے مختلف مطابع میں لاکھوں روپیہ خرچ کر کے چھپوائیں اور پھر تحفتہً قدردانوں کو نذر کر دیں۔ فتح الباری کا قلمی نسخہ چھ سو روپیہ میں خریدا اور ہزاروں کی لاگت سے چھپوا کر مفت تقسیم کیا۔ گورنمنٹ کی طرف سے "نواب والاجاہ امیر الملک سید محمد صدیق حسن خاں بہادر" کا خطاب ملا تھا۔

تیرہ چودہ سال تک یہ خطاب ومنصب حاصل رہا پھر حاسدین و مبغضین کی ریشہ دوانیوں اور مخالفانہ کوششوں کی وجہ سے نوابی کا خطاب انگریزوں نے چھین لیا۔ جن شکایتوں سے انگریز افسروں کے کان بھرے ان میں بڑی شکایت یہ تھی کہ نواب صدیق حسن خاں انگریزی حکومت

---

[1] ابقاء المنن ص۱۱۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے خلاف جہاد کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور مذہب وہابیت کی تبلیغ کرتے ہیں۔ رئیسہ شاہ جہاں بیگم ان الزامات کے دفعیہ اور خطاب کی واپسی کے لیے برابر کوشش کرتی رہیں یہانتک کہ پانچ برس کے بعد انکی درخواست کی منظوری اور دوبارہ خطاب کی واپسی کی اطلاع گورنمنٹ انگلشیہ کیطرف سے اسوقت آئی جبکہ نواب صاحب اس دنیا سے رحلت فرما چکے تھے۔ نواب صاحب کی وفات ۲۹ر جمادی الاخریٰ ۱۳۰۷ھ مطابق ۲۰ر فروری ۱۸۹۰ء کو بھوپال میں ہوئی اور وہیں دفن کئے گئے۔ غفر اللہ لہ ورحمہ۔

مرثیہ شعراء ہندوستان اور سخنوران ریاست نے والا جاہ کی وفات کے بعد بکثرت مرثیے اور قطعات تاریخ لکھے ان میں سے مولوی جمیل احمد صاحب سہسوانی مرحوم کے مرثیے سے چند اشعار ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ نواب صاحبؒ کی دینی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

اب کون یوں کرے گا اشاعت حدیث کی — ہے کسکے دلمیں اتنی محبت حدیث کی
لطف اسکا کس زبان سے سنکر اٹھائیں گے — قرآن کا یہ مزا ہے یہ لذت حدیث کی
لغو و رفث سے انکی زباں آشنا نہ تھی — کہتے جو کوئی بات تو آیت حدیث کی
بے مایۂ حدیث ہوئے کیسے مایہ دار — کیسی لٹی دھڑتے سے دولت حدیث کی
دن رات صبح و شام یہی مشغلہ رہا — حق تو یہ ہے کہ خوب کی خدمت حدیث کی
کیسا محدث آہ زمانے سے اٹھ گیا — حالت ہے آج قابل رقت حدیث کی
اب قدرداں کہاں کوئی اہل حدیث کا — سمجھے ہوئے تھے کچھ وہی وقعت حدیث کی
افسوس کارخانۂ ملت بگڑ گیا — ہے ہے شگفتہ باغ شریعت اجڑ گیا

(سیرت والاجاہی صفحہ ۱۳۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعا اس مرثیے کے آخر میں والا جاہ مرحوم کیلئے جو دعائیں کی گئی ہیں آئیے ہم بھی اسمیں شریک ہو جائیں ۔

اللہ ان کو روضۂ رضواں عطا کرے — حور و قصور و نعمت الواں عطا کرے
جو چاہیں وہ حصول ہو۔ جو مانگیں وہ وصول — اپنی طرف سے اور انھیں یزداں عطا کرے
مرکب تیز رو نجیب ہاں سیر کے لئے — خدمت کے واسطے انھیں غلماں عطا کرے
پینے کو آب کوثر و تسنیم و سلسبیل — کھانے کو میوہ ہائے فراواں عطا کرے
ملک کبیر و فوز عظیم و سرور و عیش — اللہ نکویاں کے عوض واں عطا کرے
اپنے جمال پاک کی رویت کرے نصیب — نقد و فور رحمت و رضواں، عطا کرے
جو کان سے سنا ہو نہ دیکھا ہو آنکھ سے — جنت میں وہ فضا کا ساماں عطا کرے

(سیرت والا جاہی حصہ سوم)

نواب صاحب کا مسلک آج اہلحدیث ہی نہیں احناف میں بھی حضرت نواب صاحب قدس سرہ کا مسلک اہلحدیث ہونا اتنا مشہور اور معروف ہے کہ شاید بہتوں کو اس پر تعجب ہو گا کہ اس عنوان پر گفتگو کرنے کی ہم نے ضرورت کیوں محسوس کی؟ قصہ یہ ہے کہ نواب صاحب کے صاحبزادے نواب علی حسن خاں مرحوم نے "ماثر صدیقی" موسوم بہ "سیرت والا جاہی" میں نواب صاحب کے مسلک کی بابت بعض ایسی باتیں لکھدی ہیں جو اب تک تو قابل التفات نہیں سمجھی گئی تھیں لیکن آجکل بعض لوگوں نے ان کو اچھالا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ دلائل اور واقعات کی روشنی میں اس مسئلہ کی حقیقت بھی واضح کردی جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیرت والاجاہی کا بیان

نواب صاحب کے مسلک کے متعلق مصنف سیرت والاجاہی کا ایک بیان تو یہ ہے! لکھتے ہیں:۔

"سنی خالص، محمدی فتح اہلحدیث، متبع کتاب وسنت، حنفی مذہب نقشبندی مشرب تھے اور بہ پیروی طریقہ اسلاف پر مذہب حنفی کی طرف اپنے کو منسوب کرتے تھے مگر عملاً واعتقاداً اتباع سنت کو مقدم رکھتے تھے، چنانچہ خود لکھتے ہیں "باقتفائے نیاکان بزرگ ودانشمندان سترگ ورظاہر انتساب بروش امام ابوحنیفہ معروف است لیکن ہموارہ گفتار وکردار را باتباع سنت آرائش دارد۔"

(سیرت والاجاہی حصہ چہارم ص۱)

ان کا دوسرا بیان یہ ہے لکھتے ہیں۔

"والاجاہ مرحوم نماز پنجگانہ حنفی طریقہ پر پڑھتے تھے البتہ ان کو فاتحہ خلف الامام اور اول وقت کا خاص اہتمام مدنظر رہتا تھا۔" (کتاب مذکور ص۶۳)

نواب صاحب کی تالیفات، ان کے مضامین اور تحریروں کا جہاں تک ہم نے مطالعہ کیا ہے اُسکی بنیاد پر اور اس زمانے میں جبکہ نواب صاحب کے رفقاء اور مشاہدین ایک ایک کرکے سب اللہ کو پیارے ہوچکے ہیں، ان چیزوں کے سوا کوئی دوسری چیز اس بحث کی بنیاد بن ہی نہیں سکتی، ہم پورے وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ "سیرت والا جاہی" کے یہ دونوں بیان غلط اور ناقابل اعتبار ہیں۔ حتیٰ کہ فارسی کی وہ عبارت بھی انکے مدعا کی مثبت نہیں ہے جس کو انھوں نے اس موقع پر اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔ ہم ان دونوں بیانوں پر علی الترتیب الگ الگ گفتگو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا چاہتے ہیں۔

سیرت والاجاہی کے دعویٰ اور دلیل میں مطابقت نہیں

مصنف "سیرت والاجاہی" نے دعویٰ یہ کیا ہے کہ نواب صاحب "ہمیشہ مذہب حنفی کیطرف اپنے کو منسوب کرتے تھے"۔ "منسوب کرنے" کے صاف معنی یہ ہیں کہ نواب صاحب اپنے متعلق خود یہ کہا کرتے تھے یا لکھا کرتے تھے کہ میں حنفی ہوں اور ایسا وہ "ہمیشہ" کرتے تھے بالفاظ دیگر "سیرت والاجاہی" نے حنفی مذہب کی طرف سے انتساب کو خود نواب صاحب کا فعل بتایا ہے۔ لیکن اس کے ثبوت اور تائید میں فارسی کی جو عبارت انھوں نے نقل کی ہے وہ ہرگز اس دعوے کے مطابق نہیں ہے۔ اسمیں نواب صاحب نے مذہب حنفی کیطرف انتساب کو اپنا فعل نہیں قرار دیا ہے۔ اور نہ یہ تسلیم کیا ہے کہ میں حنفی ہوں۔ ہاں یہ البتہ کہا ہے کہ مذہب امام ابوحنیفہ کیطرف انتساب "معروف" ہے۔ یعنی انتساب کی نسبت انھوں نے عرف کیطرف کی ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ لوگوں کا عمل ہے۔ خود ان کا اپنا عمل یہ نہیں ہے۔ اسلیئے اس عبارت سے یہ دعویٰ تو ثابت نہیں ہوتا کہ نواب صاحب اپنے کو مذہب حنفی کیطرف منسوب کرتے تھے۔ اور جب یہ ثابت نہ ہوا تو یہ بھی ثابت نہ ہوگا کہ وہ "حنفی مذہب" تھے

رہا عرف کا معاملہ، تو اسکے اعتبار سے یہ عبارت دو معنوں کا احتمال رکھتی ہے ایک یہ کہ لوگ اپنے کو حنفی مذہب کیطرف منسوب کرتے ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ہر چند یہ انتساب لوگوں میں معروف و مشہور ہے۔ لیکن میں نے اس شہرت کی پیروی نہیں کی۔ میں نے اتباع سنت کو اختیار کیا ہے

دوسرا احتمال یہ ہے کہ نواب صاحب نے اپنے ہی متعلق یہ بات کہی ہو کہ بظاہر ان کا انتساب حنفی مذہب کی طرف معروف ہے مگر پھر ساتھ ہی انہوں نے حرف استدراک (لیکن) سے اس توہم کو بھی دفع کیا ہے۔ کہ اس ظاہری انتساب کا مطلب یہ نہ سمجھا جائے کہ میں امام ابوحنیفہ کا مقلد اور انکے اقوال کا پابند ہوں میں نے اپنے قول و عمل کو تقلید کے عیب سے بچاکر، اتباع سنت کی زینت سے آراستہ کیا ہے۔

اس عبارت کا ایک بڑا اہم لفظ، مصنف "سیرت والاجاہی" نے نقل نہیں کیا ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پوری عبارت قارئین کے سامنے رکھی جائے تاکہ نواب صاحب کا صحیح منشا ان کی سمجھ میں آجائے۔ نواب صاحب لکھتے ہیں۔

عبارت کا پورا متن اور اسکا صحیح مطلب

"امروز کہ چہل و ہشت مرحلہ از عمر گرامی طے شدہ باآنکہ استخواں در تن ناتواں کہنہ شد، و موئے سر سفیدی چوں شعلہ تاباں گردید، آثار گرمی دروں و سوز باطن ہیجاں افزائش دارد و لبانکات دل افروز بر فراز ظہور می دارد، در آئین مالک و شافعی و ابوحنیفہ و ابن حنبل گوناگوں دریافت اصولاً و فروعاً بہم آمد۔ وبفلد وزی بخت بیدار، و نکاپوی طالع سازگار بر پایہ اجتہاد مجتہداں وقوف حاصل شد، ہرچند با قتضائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیاکان بزرگ و دانشمندان ستر کے درظاہر انتساب بروش ابوحنیفہ رح معروف است لکن ہموارہ گفتار و کردار را باتباع سنت آرائش دارد۔

(المغنم البارد ص۱۳)

ترجمہ :۔ آج جبکہ میں اپنی عمر عزیز کی ۸ہم منزلیں طے کر چکا ہوں، بدن کی ہڈیاں بھی پرانی ہوئی ہیں۔ سر کے بالوں میں سفیدی چمک رہی ہے۔ سوز باطن بھی ترقی پر ہے۔ امام مالک و امام شافعی و امام ابوحنیفہ و امام ابن حنبل رحمہم اللہ ہر ایک کی فقہ و آئین کو اصولاً و فروعاً ہر طرح سے جان چکا ہوں۔ اور خوش قسمتی سے مجتہدوں کے پایۂ اجتہاد سے بھی واقفیت حاصل کر چکا ہوں ایسی حالت میں بزرگوں کی اتباع اور دانشمندوں کی پیروی میں ظاہری طور پر امام ابوحنیفہ کے طریقے کیطرف انتساب رچا ہے، جتنا بھی مشہور ہو۔ لیکن (اس انتساب کے معنی یہ نہیں کہ میں ان کا مقلد ہوں میں اپنی گفتار و کردار کو (تقلید کے عیب سے بچا کر) اتباع سنت کی زینت سے آراستہ کرتا ہوں ۔ ——— پوری عبارت کے معنی اور مفہوم پر غور کیجیے! نواب صاحب نے سب سے پہلے اپنی عمر کی مدت بیان کی ہے جس سے انکا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی عمر کی اس منزل میں پہنچ گئے ہیں جو طبعی طور پر انسان کے فہم و دانش کے کمال کی منزل مانی جاتی ہے۔ اس کے بعد انھوں نے اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا ذکر کیا ہے جو علم دین کے متعلق انکو عطا کیا گیا تھا انھوں نے بتایا ہے کہ چاروں اماموں کے فقہی مسائل اور ان کے استخراج و استنباط کے اصول و قواعد، آئین اور ضابطے سب پر ان کو عبور حاصل ہے۔ وہ خوب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نتے ہیں کہ کون مجتہد کس درجے کا فقیہ ہے۔ کس کا اجتہاد کتاب وسنت کے موافق ہے اور کس کا اس کے خلاف۔ اپنے علم وفہم کے اس رسوخ اور کمال کا اظہار کر لینے کے بعد تب انھوں نے لکھا ہے۔ ہر چند باقتضائے نیاکان بزرگ ودانشمندان سترگ در ظاہر انتساب..... یعنی جب اللہ تعالیٰ نے عقل وفہم کے کمال کی منزل تک پہونچا دیا ہے اور فقہ واصول فقہ کا علم بھی وافر عطا فرمایا ہے۔ ایسا علم جو چاروں اماموں کے اصول وفروع پر گوناگوں طریقے سے حاوی ہے۔ مجتہدوں کے پایۂ اجتہاد اور ان کے اقوال وآراء کے خطا وصواب کے معرفت کا ملکہ بھی حاصل ہو تو ایسی صورت میں کسی کا مقلد بن کر، ہر مسئلہ میں اسکی رائے کو بلا دلیل مان لینا اور خود اس کا پابند بنا کر رکھنا، یہ میرا کام نہیں ہے۔ اس لئے "ہر چند" اپنے بزرگوں کی پیروی میں لوگوں کا انتساب ظاہر میں رسمی طور پر حنفی مذہب کیطرف معروف ہے لیکن میرے نزدیک اس شہرت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ میں نے اتباع سنت کی راہ اختیار کی ہے۔ یا نواب صاحب کا مقصد یہ ہے کہ "ہر چند" ظاہر میں میرا انتساب حنفی مذہب کی طرف معروف ہے لیکن اس ظاہری انتساب کا مطلب مقلد ہونا نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تو مجھ جیسے شخص کیلئے ایک عیب کی بات ہے۔ میں نے اپنے قول وعمل اور گفتار وکردار کو تحقیق وبصیرت کی روشنی میں سنت کی پیروی سے آراستہ کیا ہے

اہل علم سمجھ سکتے ہیں کہ نواب صاحب کی محولہ بالا عبارت میں لفظ "ہر چند" کو اپنے سیاق وسباق کے ساتھ کتنا گہرا تعلق ہے اسکے بعد وہ خود فیصلہ کریں کہ کیا ہماری یہ شکایت بے جا ہے کہ مصنف "سیرت والا جاہی"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس عبارت کا ایک بڑا اہم لفظ نقل نہیں کیا ہے؟

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس عبارت سے نواب صاحب کا "حنفی" (بمعنی مقلدِ امام ابوحنیفہ) ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے برخلاف اسی عبارت سے ان کا محقق (غیر مقلد) متبع سنت ہونا واضح طور پر ثابت ہو جاتا ہے اس لئے کہ اگر "انتساب معروف" سے اتباع سنت کا حق ادا ہو جاتا تھا تو پھر اس استدراک کے ذریعہ کس توہم کو دفع کیا گیا ہے کہ ..... "لیکن ہموارہ گفتار و کردار را باتباع سنت آرائش دارد"؟ نیز اگر وہ مقلد ہی تھے تو اس اہتمام کے ساتھ اپنے علمی کمال اور جامعیت کے بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

نواب صاحب کی بعض دوسری عبارتوں سے اسکی تائید

"انتساب معروف" کا تعلق نواب صاحب ہی کی ذات سے مان کر عبارت زیر بحث کا جو مطلب ہم نے بیان کیا ہے اسکی تائید نواب صاحب کی دوسری کتابوں سے بھی ہوتی ہے۔ منجملہ ان کے ایک کتاب "ابقاء المنن بالقاء المحن" ہے جو نواب صاحب کی وفات سے ڈھائی تین سال پہلے کی تالیف[1] ہے۔ اسی کتاب کے حوالے سے چند عبارتیں ہم یہاں نقل کرتے ہیں نواب صاحب لکھتے ہیں۔

"میں نے ابتداء طلب علم میں کتب فقہ حنفی کو بھی موافق رواج اس

---

[1] نواب صاحب کی وفات ۱۳۰۷ھ میں ہوئی۔ اور رسالہ ابقاء المنن انہوں نے ذی الحجہ ۱۳۰۴ھ میں لکھی جیسا کہ کتاب کے آخر میں مذکور ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملک کے پڑھا تھا۔ پھر شعور بڑھا تو مذاہب ائمہ ثلاثہ پر بھی عبور کیا اور فروع میں ادلۂ مذاہب اربعہ پر اطلاع حاصل ہوئی۔ اور اچھی طرح ہوئی۔ ہر مذہب کی دلیل کو میزان تحقیق میں بقاعدۂ علماء جامعین وزن کیا جس مسئلہ کو دلیلاً راجح پایا اسی کا میں قائل ہوا۔

بعد عبور کے مذاہب اربعہ پر میں نے اتباع دلیل کا اختیار کیا ہے۔ جو مذہب موافق دلیل قوی وصحیح کے ہوتا ہے وہی میرا مختار ہے خواہ مذہب حنفی ہو یا شافعی یا مالکی یا حنبلی۔ میں کسی مذہب کا ترک درد براہ تعصب کے نہیں کرتا ہوں، نہ کسی مذہب کا اخذ براہ ہوائے نفس کے۔ مثلاً مسئلہ آب میں مذہب مالک اقوی المذاہب ہے اور مسئلہ صیغ تشہد میں مذہب امام ابوحنیفہ اصح الاقوال ہے اور مسئلہ صفات میں مذہب امام احمدؒ اقوی المذاہب ہے۔ وعلی ہذا القیاس میری کل تالیف میں اسی قاعدہ کی رعایت وحمایت ہے اس اعتبار سے اگر میں آپ کو حنفی کہوں یا شافعی یا مالکی یا حنبلی کہوں تو کچھ کذب لازم نہیں آتا ہے۔ اور اگر سنی محض کہوں تو بالکل سچ ہے اور اگر اس اعتبار سے کہ میں محب اور خادم ہوں ہر امام مجتہد کا۔ ان ائمہ اربعہ وغیرہم سے آپکو طرف کسی امام کے مضاف کروں تو بھی یہ اضافت درست ہے[1]۔

---

[1] دیکھیے مقلد ہونے کی حیثیت سے تو نواب صاحب کسی امام کیطرف اپنے کو منسوب کرنا درست نہیں سمجھے البتہ دوسرے اعتبارات سے اسکو صحیح سمجھتے ہیں لیکن اس میں بھی حنفی مذہب کی خصوصیت نہیں ہے چاروں اماموں اور چاروں مذہبوں کو وہ ایک ہی نظر سے دیکھتے ہیں ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ اکثر اضافات ائمہ علم کی طرف سلف امت کے اسی قبیل سے تھے. (ص ۳۱)

● مشکل تو یہ ہے کہ میں تو دلیل کو نا صب کہتا ہوں نہ تقلید کو، اور لوگ اعتراض مجھ پر از روئے تقلید کرتے ہیں (ص ۲۶)

● ائمہ سلف پر طعن مخالفت سنت کی کرنا انصاف کا خون بہانا ہے ہاں جو مقلد ان کے بعد وضوح دلیل کتاب وسنت کے تقلید رائے بحث پر جامد ہیں انکو خاطی سمجھتا ہوں (ص ۲)

مجھے یہ بات معلوم ہے کہ سوا اللہ ورسول کے کسی کا اتباع کسی شخص پر امت اسلام میں سے واجب نہیں ہے اور اسی وجہ سے سارے سلف تقلید رجال سے منع کرتے آئے ہیں (ص ۱۱۴)

● رجماً بالغیب مجھ پر یہ طوفان باندھا گیا کہ میں خدانخواستہ حق میں ائمہ اربعہ کے عموماً اور حق میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے خصوصاً بے ادب نامہذب[1] ہوں ۔ حالانکہ یہ نرا افترا ہے اسکی تکذیب کیلئے میرا رسالہ جلب المنفعۃ نام بس کرتا ہے اگر میں ایسا ہوتا تو اپنی کتب فقہ میں ہرگز کسی مسئلہ حنفی کی ترجیح نہ کرتا ۔۔۔۔۔۔ بے شبہ میں کسی کی رائے مجرد واجتہاد کا مقلد نہیں ہوں جب تک کہ اسکو موافق دلیل وسنت کے نہ کرلوں خواہ وہ علم ظاہر سے علاقہ رکھتا ہو یا علم باطن سے ۔۔۔ (ص ۱۱۹)

---

[1] سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر سیرت والا جاہی کا یہ بیان صحیح ہے کہ نواب صاحب حنفی مذہب تھے اور ہمیشہ مذہب حنفی کی طرف اپنے کو منسوب کرتے تھے تو پھر ان پر یہ طوفان کیسے باندھا گیا کہ وہ امام ابوحنیفہ کے حق میں بے ادب نامہذب ہیں ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

● پھر مجھ سا شخص جو بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عالم اور امام امت کی تقلید کا وجوباً قائل نہیں ہے وہ صاحب کتاب التوحید الشیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کیوں کرنے لگا (ص ۱۲۰)

● ایک محنت مجھ پر یہ آئی کہ اہل تقلید نے مجھ پر تہمت تقلید امام محمد بن علی شوکانی کی لگائی[1] گویا میں اپنے دین میں انکا مقلد ہوں یہ تہمت نہایت طرفگی سے قابل تماشا ہے اسلئے کہ جسطرح ائمہ اربعہ مجتہدین وغیرہ سلف صالحین نے تقلید مذاہب سے منع کیا ہے اسی طرح یا اس سے زیادہ رد تقلید میں شوکانی نے میدان مباحثہ میں جولانی فرمائی ہے ...... پھر میرا انکی اور کا اس نہی کے باوجود ان کا مقلد بننا کیا معنی رکھتا ہے ؛ میں نے اپنی تالیف میں کئی جگہ ان کا خلاف کیا ہے اسلئے کہ انکی تقریر پر دلیل واضح کی موافقت ظاہر نہیں ہوئی (ص ۱۱۸)

بعض لوگوں کو یہ گمان ہے کہ میں اولیاء اللہ تعالیٰ کا معتقد نہیں ہوں[2] حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ ولایت خدا کا وجود کتاب وسنت دونوں سے ثابت ہے۔ اور کرامات کے وقوع پر بھی قرآن و حدیث دلیل ہیں۔ پھر انکا انکار یعنی چہ ..... ہاں اتنی بات ہے کہ میں اس علم میں بھی بکتاب وسنت ہوں اس حال وقال کا قائل نہیں ہوں جو نص کتاب ودلیل

---

[1] [2] : اگر واقعی نواب صاحب حنفی المذہب تھے اور ہمیشہ حنفی مذہب کیطرف اپنے کو منسوب کرتے تھے تو پھر ان دونوں الزاموں کی گنجائش کہاں سے نکل آئی کہ وہ شوکانی کے مقلد ہیں۔ یا یہ کہ وہ اولیاء اللہ کے معتقد نہیں ہیں؛ اس قسم کے الزام تو اہلحدیثوں کو لگائے جاتے ہیں نہ کہ کسی حنفی المذہب مقلد کو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنت کے برخلاف ہے۔ اور نہ ان رسوم مشائخ کو جائز جانتا ہوں جو کسی برہان پر مبنی نہیں ہیں کیونکہ جسطرح تقلید فروع احکام میں بے اصل ہے۔ اسی طرح تقلید مکشوفات ورسوم میں بے سند ہے۔ صوفیۂ صافیہ میں کوئی شخص مقلد کسی مذہب خاص کا نہیں تھا اسی جگہ سے کہا ہے الصوفی لا مذھب لہٗ۔ احیاء العلوم وفتوحات مکیہ وغیرہما کو دیکھو کہ کس قدر تحذیر اختیار تقلید سے اور کس قدر تحریض ایثار اتباع پر کی ہے (ص ۱۲۵)

یہ اقتباسات پوری وضاحت کیساتھ اس بیان کی تردید کر رہے ہیں کہ نواب صاحب حنفی مذہب تھے اور ہمیشہ مذہب حنفی کی طرف اپنے کو منسوب کرتے تھے۔ لہذا "المغنم البارد" کی عبارت سے مصنف "سیرت والا جاہی" نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ بھی غلط ہے اور اس عبارت کا صحیح مطلب وہی ہے جو ہم نے بتایا ہے۔

اس سلسلے میں ایک اقتباس اور پڑھئے جسمیں نواب صاحب نے اہلحدیث مسلک کی صحیح صحیح ترجمانی کی ہے اور تقلید کی پرزور مذمت کی ہے۔ لکھتے ہیں۔

"تقلید اس کو کہتے ہیں کہ ایک آدمی دوسرے شخص کی بات کو کسی شئی کی حلت یا حرمت میں بلا دلیل ونص شارع کے قبول کرلے، سو یہ بات ظاہر ہے کہ سب مسلمان حضرت کی امت ہیں اور حلت وحرمت کسی شئی کی بغیر حضرت کے بتلائے معلوم نہیں ہوسکتی تو اس باب میں اتباع حضرت کا چاہئے نہ اور کسی شخص کا۔ ورنہ اس شخص کو پیغمبر ماننا پڑیگا۔ اور اگر کسی مجتہد نے کسی شئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر بسبب نہ ملنے اور معلوم نہ ہونے کسی دلیل کے ایسا حکم اپنے اجتہاد اور رائے و قیاس سے لگا دیا ہے اور بعد اس کے کوئی اور دلیل کسی دوسرے شخص پر قرآن یا حدیث سے واضح ہوگئی تو وہ مجتہد معذور ہے بلکہ اس کو ایک اجر جہد و سعی کا ملیگا مگر یہ شخص جس کو آیت قرآن یا سنت صحیحہ پہنچ گئی ہرگز معذور نہ ہوگا۔ بلکہ اگر وہ دیدہ و دانستہ خلاف نص کے کریگا تو مخالف خدا یا رسول ٹھہرے گا۔ اس بات کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کچھ مشکل بات نہیں ہے اور ہم نے ساری کتب فقہ مذاہب اربعہ دیکھی کسی امام مجتہد سے یہ بات ماثور نہیں پائی کہ ہمارے اجتہاد کے آگے تم قرآن و حدیث کو چھوڑ دینا بلکہ چاروں اماموں نے اپنی تقلید اور غیر کی تقلید سے منع کیا ہے ان کے اقوال خود کتابوں میں ان کے مقلدین کی منقول ہیں۔

اس صورت میں مقلد صحیح صادق ان کا وہی مسلمان ہے جو اس قول حق میں انکی پیروی کرتا ہے نہ وہ مسلمان جو خلاف انکی نہی کے عمل کرتا ہے کیونکہ وہ تو ان کا مخالف ہوا نہ مقلد۔"

یہ نواب صاحب کی صرف ایک کتاب کے اقتباسات ہیں اگر ان کی دوسری کتابوں سے اسی قسم کی عبارتیں ہم نقل کریں تو مضمون بہت طویل ہو جائے گا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ "سیرت والا جاہی" کے بیان کی تردید کیلئے اتنے حوالے ہی کافی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیرت والاجاہی کے دوسرے بیان پر تنقید

اسی طرح نواب صاحب مرحوم کی کتابوں کی روشنی میں ہم اس بیان کو بھی ناقابل اعتبار سمجھتے ہیں کہ "والاجاہ مرحوم نماز پنجگانہ حنفی طریقہ پر پڑھتے تھے" "سیرت والاجاہی" کے حصۂ چہارم کے آخر میں خود اسی کے مصنف نے نواب صاحب کی مؤلفہ کتابوں کی ایک طویل اور مفصل فہرست پیش کی ہے۔ یہ فہرست انھوں نے کتابوں کے ناموں کے پہلے حرف کو ملحوظ رکھکر حروف تہجی کی ترتیب پر مرتب کی ہے اور الله کی شان ہے کہ "حرف الالف" سے لیکر "حرف الیاء المثناۃ" تک ہر حرف کے ذیل میں نواب صاحب کی تالیفات موجود ہیں۔ چنانچہ "حرف التاء" کے ماتحت "تعلیم الصلوٰۃ" کو بھی انھوں نے نواب صاحب کی تالیفات میں شمار کیا ہے۔ جو اس وقت ہمارے سامنے موجود ہے۔ تقریبًا بیس صفحوں کا یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جسمیں طہارت اور نماز کے کچھ مسائل بالاختصار مذکور ہیں[1]

مصنف "سیرت والاجاہی" کے مذکورہ بالا بیان کو پیش نظر رکھکر جب ہم نے اس رسالہ کا مطالعہ کیا تو ہمیں یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ اس باب میں احناف اور اہلحدیث کے مابین جن جن مسائل میں اختلاف مشہور ہے ان سب میں نواب صاحب نے اہلحدیث ہی کے مسلک کو اختیار کیا ہے کسی ایک مسئلہ میں بھی انھوں نے حنفی مذہب کی موافقت نہیں کی ہے

---

[1] اس رسالہ کے آخری صفحہ پر درج ہے کہ ۱۲ رجمادی الاخری ۱۲۹۶ھ کو چند گھنٹوں میں لکھا گیا ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثلاً "نماز کی ترکیب" کا عنوان قائم کرکے وہ لکھتے ہیں:۔ "نماز بے نیت کے نہیں ہوتی ہے، نماز کے سب رکن فرض ہیں مگر بیچ کا تشہد، جلسہ استراحت اور نماز کے ذکروں میں کوئی ذکر واجب نہیں ہے مگر تکبیر تحریمہ اور پڑھنا فاتحہ کا ہر رکعت میں اگرچہ مقتدی ہو۔ اور پچھلا تشہد اور سلام پھیرنا، یہ چار ذکر فرض ہیں۔ اس کے سوا جو کچھ ہے وہ سنت ہے جیسے ہاتھ اٹھانا چار جگہ پر، وقت تکبیر کہنے کے، اور وقت رکوع کرنے کے، اور سر اٹھانے کے رکوع سے۔ اور وقت کھڑے ہونے کے واسطے رکعت سوم کے، اور جیسے ہاتھ باندھنا وقت قیام کے، اور جیسے دعائے توجہ پڑھنا بعد تکبیر تحریمہ کے، سب سے زیادہ صحیح و متفق علیہ یہ دعا ہے۔ اللّٰھم باعد بینی و بین خطایای.... اور جیسے تعوذ کرنا.... پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے... پھر فاتحہ پڑھے اور آمین جہر سے کہے یہ آمین امام و مقتدی دونوں کو کہنا چاہیئے روایت جہر کی اصح و اقوی ہے روایت خفض سے۔ اور جیسے پڑھنا کسی سورہ کا ہمراہ فاتحہ کے.... اور جیسے تشہد اوسط.... اور جیسے وہ ذکر جو ہر رکن میں آئے ہیں مثل تکبیرات رکوع و سجود و قیام و قعود کے پھر اجد تشہد اخیر کے جو نسی دعا چاہیے ماثور یا غیر ماثور مانگے (ص۱۰۹)

اسکے بعد نواب صاحب نے "فائدہ" کے ذیل میں ان حدیثوں کا ترجمہ کیا ہے جنمیں تعدیل ارکان کی تعلیم اور ترک کے ساتھ نماز ادا کرنے کا ذکر ہے۔ پھر فرماتے ہیں:۔

"اب چاہیئے کہ کوئی نمازی کیفیت نماز میں اس ہیئت سے تجاوز نہ کرے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ورنہ اسکی نماز میں خلل ہوگا ؟ (ص ۱۱)

ان تصریحات کی موجودگی میں کسی کا یہ بیان کسطرح قابل اعتبار سمجھا جائے کہ " والا جاہ نماز پنجگانہ حنفی طریقہ پر پڑھتے تھے ؟ " مسک الختام وغیرہ میں تو نواب صاحب نے ان مسائل کے بارے میں اہل حدیث کے موقف و مسلک کی تائید اسطرح کی ہے کہ اسکے خلاف حنفیہ کے شبہات و دلائل کے جوابات بھی دیئے ہیں ۔ یہی وہ حقائق ہیں جنکی بنا پر نواب صاحب اہل حدیث مشہور تھے جیساکہ انھوں نے خود اس کا اقرار کیا ہے

نواب صاحب باقرار خود اہلحدیث مشہور تھے

لکھتے ہیں :۔

" ایک محنت مجھ پر یہ آئی کہ ہنگام انقلاب سنکر اہل عزائم نے آکر گھیرنا شروع کیا ،

عامۂ خلق کے ذہن میں یہ بات جمی ہوئی ہے کہ امرار ورؤسار معتقد عمال کے ہوتے ہیں حالانکہ میں اول امیر نہیں ہوں دوسرے علم سے فقیر بھی نہیں ہوں کہ دام تزویر اہل شرک و بدعت میں گرفتار ہو جاؤں ، میں تو اپنے اعتقاد میں کسی شخص کا معتقد نہیں ہوں خصوصًا ان فقرار و مشائخ کا جو اس زمانہ جہل میں دوکانداری کرتے پھرتے ہیں ۔ مجھکو انکی حرکات بے برکات پر نہایت تعجب آتا ہے کہ باوجود اس جہل و خبث و شرک و بدعت کے یہ کسی موحد کو پھانسنے چلے ، ان حمقار نے اتنا بھی نہ جانا کہ میں تو اہلحدیث مشہور ہوں اور تقویۃ الایمان و رسائل توحید کا پابند ہوں ۔ میرے سامنے کسی رمال جفال منجم عزیمت خوان کی اتنی بھی قدر نہیں ہے ۔ جتنی کہ دواب کی قدر نظر انسان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیں ہوتی ہے کیونکہ موحد ہر بلا، در خار مصیبت و عافیت میں اللہ ہی کو پکارتا ہے ——— (اقبار المنن ص ۱۳۶)

نواب صاحب مرحوم کی عبارتوں کے یہ اقتباسات صاف اور صریح لفظوں میں ان باتوں کی تردید و تکذیب کر رہے ہیں کہ "وہ حنفی تھے اور ہمیشہ حنفی مذہب کیطرف اپنے کو منسوب کرتے تھے اور حنفی مذہب کے طریقہ پر نماز پڑھتے تھے" ؎

قد اصبحت ام سلیم تدعی
علی ذنبا کلہ لم اصنع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا خرم علی بلہوری

مہر صاحب لکھتے ہیں:

بلہور کان پور کے مضافات میں سے ہے۔ مولوی صاحب موصوف نے لکھنؤ میں سید صاحب سے بیعت کی تھی۔ اس کے بعد خدمت دین میں مشغول ہو گئے۔ مشہور ہے کہ سید صاحب کے ساتھ جہاد کے لئے سرحد گئے تھے وہاں سے واپس آ گئے، غالباً سید صاحب نے انھیں دعوت و تبلیغ کے لئے مقرر کر دیا۔ رد بدعت اور احیاء سنت میں بہت سرگرم تھے۔ ۱۲۵۵ھ میں نواب ذوالفقار بہادر رئیس باندہ کے حکم سے "در مختار شرح تنویر الابصار" کا ترجمہ شروع کیا۔ محرم ۱۲۷۱ھ میں کتاب الحج تک ترجمہ مکمل کر چکے تھے۔ اسی سال وفات پائی۔ مولوی محمد احسن نانوتوی نے مولوی خرم علی کے وارثوں سے اس کتاب کا حق تالیف خرید لیا اور "غایۃ الاوطار" کے نام سے اسے شائع کر دیا۔ یہ ترجمہ ناتمام رہا۔ "مشارق الانوار" کا بھی ترجمہ کیا۔ "نصیحۃ المسلمین" ان کی مشہور کتاب ہے "جہادیہ" منظوم ہے جس میں جہاد کے فضائل بیان کئے ہیں۔ سید صاحب کے لشکر میں "جہادیہ" جنگ کے وقت پڑھی جاتی تھی[۱] مولانا ابو یحییٰ امام خاں نوشہری نے "تراجم علمائے حدیث ہند" (جلد اول) میں اس "جہادیہ" کی نسبت لکھا ہے کہ "اسکی اشاعت کی اجازت نہیں" اس

---

[۱] جماعت مجاہدین ص ۲۹۴۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اندازہ ہوتا ہے کہ انگریزی حکومت کی نظر میں بھی اسکی خاص اہمیت تھی۔ اس "جہادیہ" کے کچھ اشعار مہر صاحب کی کتاب کے حوالہ سے اس کتاب کے شروع میں نقل کیئے گئے ہیں وہاں ملاحظہ کیئے جائیں۔ مولانا نوشہروی موصوف لکھتے ہیں۔

"مولانا خرم علی بلہوری ولی اللٰہی خانوادہ (دہلی) کے شاگرد تھے اور ابتداءً روش عام کے مطابق غالی مقلد کہ بقول صاحب "تذکرہ علماء ہند" منع قراءۃ فاتحہ خلف الامام پر رسالہ لکھا، مگر جب قسمت نے یاوری کی اور اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ کی مصاحبت نصیب ہوئی تو اتباع سنت کا رنگ چڑھ آیا اور اسی پر خاتمہ ہوا۔ اس غلبہ نے آپکی زبان سے وہ شعر محبت حدیث رسول میں نکلوائے کہ جنھیں ہندوستان کے پرانے اہلحدیث شوق سے پڑھا کرتے۔ یعنی

کیا تجھ سے کہوں حدیث کیا ہے ۔۔۔ دردانۂ دُرجِ مصطفےٰ ہے

صوفی عالم حکیم و نبی ۔۔۔ کرتے رہے اسکی خوشہ چینی

بابا کے یہاں سے کون لایا ۔۔۔ جس نے پایا یہیں سے پایا

یہ شاہ راہِ محمدی ہے ۔۔۔ گنجینۂ راز احمدی ہے

مشعل افروز راہ سنت ۔۔۔ برہمزن بیخ و شاخ بدعت

ہوتے ہوئے مصطفےٰ کی گفتار ۔۔۔ مت دیکھ کسی کا قول و کردار

جب اصل ملے تو نقل کیا ہے ۔۔۔ یاں وہم و خطا کا دخل کیا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب زیادہ تو مجھ سے نہ کر کل کل — خورشید کے آگے کیا ہے مشعل

بالفرض فلاں ہے مرد کامل — اس نے تھا کیا کہاں سے حاصل

وہ بھی اسی در کا اک گدا تھا — گو غوث و امام و مقتدا تھا

ملفوظ بہت ہیں تو نے دیکھے — ملفوظ محمدی کو اب لے

ناحق تجھے اور کچھ ہوس ہے — قرآن و حدیث تجھکو بس ہے

حق ہو گا حدیث خواں سے خرم — ارشاد رسول فخر عالم

(تراجم علمائے حدیث ص۵۰۹)

صاحب تذکرۂ علمائے ہند نے ان کے حق میں لکھا ہے "در قلع بدعت و احیائے سنت می کوشید"

(بدعت کے مٹانے اور سنت کے زندہ کرنے میں بڑے سرگرم تھے)

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے ایک نامور مجاہد مولوی لیاقت علی صاحب[1]

---

[1] مولوی لیاقت علی صاحب الہ آبادی کے نواسے قاضی محمد ایوب صاحب ابھی بحمداللہ زندہ ہیں۔ اپنے گاؤں مہگاؤں ضلع الہ آباد میں رہتے ہیں۔ مولوی ابوالخیر صاحب فاروقی ساکن موضع پریوا ضلع پرتاب گڈھ نے مجھے بتایا کہ یہ بڑے دیندار اور "اعتقاداً و عملاً" نہایت پر جوش اور پختہ اہل حدیث ہیں۔ اپنے نانا مولوی لیاقت علی صاحب کے متعلق انھوں نے بڑے وثوق کے ساتھ کہا کہ وہ قطعی اہل حدیث تھے بلکہ اہلحدیث گر تھے۔ وہ رفع یدین کرتے تھے۔ سنت نبی کے عاشق تھے۔" جب ۱۸۵۷ء کی شورش ناکام ہوئی اور انگریز کامیاب ہو گئے تو مولوی لیاقت علی صاحب گرفتار کر لیے گئے ان کو کالے پانی بھیجا گیا۔ وہیں انکی وفات ہوئی۔ مولانا غلام رسول

(بقیہ ص۱۵۷ پر)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الہ آبادی کے جو کارنامے تاریخ میں محفوظ ہیں ان میں مذکور ہے کہ انھوں نے انگریزوں کے خلاف جب جہاد کا اعلان کیا اور خود تلوار لیکر میدان میں نکل آئے تو ملک کے دوسرے لوگوں کو اپنے ساتھ لینے کے لئے دو اشتہار بٹوائے۔ ایک اشتہار میں نثر نما عبارت تھی اور دوسرا اشتہار منظوم تھا۔ یہ دونوں اشتہار محاربۂ عظیم کے مصنف کنالال نے اپنی کتاب میں شائع کئے ہیں۔ منظوم اشتہار میں یوں لکھا ہے۔

واسطے دین کے لڑنا نہ پئے طمع بلاد ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ اہل اسلام اسے شرع میں کہتے ہیں جہاد
جو مسلمان رہ حق میں لڑا لحظہ بھر ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ روضۂ خلد بریں ہوگیا واجب اس پر
جو رہ حق میں ہوئے ٹکڑے نہیں مرتے ہیں ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ بلکہ وہ جیتے ہیں جنت میں خوشی کرتے ہیں
گر رہے جیتے تو گھر بار میں پھر آؤ گے ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ اور گئے مارے تو جنت میں چلے جاؤ گے

مولوی لیاقت علی کے یہ دونوں اشتہار تلوار سے زیادہ کاٹ کرنے لگے۔ جس نے بھی اسے پڑھا وہ تلوار لیکر میدان جنگ میں کود پڑا[۱] مذکورہ بالا سب اشعار مولانا خرم علی بلہوری کے ہیں جو ان کے رسالہ "جہادیہ" سے اشتہار میں نقل کئے گئے تھے۔ اس طرح بالواسطہ مولانا

مہر اپنی کتاب "سر ... مہر اپنی کتاب "سنہ ۵۷ء کے مجاہد" میں فرماتے ہیں:-
دینی حمیت، ایمانی غیرت، اور حب آزادی کا یہ گرانمایہ گوہر بے بہا۔ الٰہ آباد کی آغوش میں محو خواب ہے"

[۱] اخبار "ندائے ملت" لکھنؤ بابت ۵ رجولائی ۱۹۶۳ء ملاحظہ ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خرم علی بھی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شامل ہو جاتے ہیں اور اس انقلاب انگیز شورش میں ان کا بھی حصہ ہو جاتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اس "جہادیہ" کی اشاعت کی اجازت نہیں تھی جیسا کہ الو یحیٰ امام خاں نے لکھا ہے۔

"سید احمد شہیدؒ جب سرحد پار پہنچ گئے تو ہندوستانی مجاہدین کے قافلے انکی خدمت میں وقتاً فوقتاً حاضر ہوتے رہے ان میں ایک قافلہ مولانا خرم علی کا بھی تھا۔[۱]"

www.KitaboSunnat.com

---

(۱) سید احمد شہید جلد دوم ص ۲۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکیم مومن خاں مومن

جہاد اور تجدید و احیائے دین کی اس تحریک میں حکیم مومن خاں مومن دہلوی بھی شریک تھے۔ حضرت سید احمد شہیدؒ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، اس تحریک کو فروغ دینے میں اپنی شاعری سے بھی کام لیا۔ مومن ۱۲۱۵ھ (۱۸۰۱ء) میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان طبیبوں کا ایک مشہور خاندان تھا، ان کے والد حکیم غلام نبی خاں اپنے زمانے کے مشہور طبیبوں میں سے تھے۔ مومن کے گھرانے میں فارغ البالی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ مذہبیت کا بھی چرچا تھا ان کے والد کو شاہ عبدالعزیزؒ سے خاص ارادت تھی کہا جاتا ہے کہ جب مومن خاں پیدا ہوئے تو ان کے والد کی فرمائش پر شاہ صاحب ہی نے ان کے کانوں میں اذان دی اور ان کا نام مومن خاں رکھا۔ مومن کی ابتدائی تعلیم گھر ہی پر ہوئی۔ جب سن شعور کو پہونچے تو ان کے والد نے انھیں شاہ عبدالقادرؒ کے سپرد کیا۔ مومن بلا کے ذہین تھے اس لئے اس ماحول سے انھوں نے بہت جلد بہت کچھ حاصل کیا۔ مشہور یہ ہے کہ استاذ کی زبان سے جو الفاظ نکلتے تھے وہ انھیں ازبر ہو جاتے تھے غرض مومن نے اس علمی ماحول میں شاہ عبدالقادرؒ جیسے استادوں سے درسیات کی تکمیل کی اس کے بعد طب کی طرف متوجہ ہوئے جو ان کا آبائی پیشہ تھا۔ طب کی تکمیل کے بعد ان کی تنوع پسند طبیعت علم نجوم کی طرف راغب ہوئی اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس فن میں بھی مہارت حاصل کرلی۔ نجوم کیساتھ ساتھ شطرنج کیطرف بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راغب ہوئے اور اس فن پر بھی بہت تھوڑے عرصہ میں حاوی ہوگئے اس عرصہ میں شاعری سے انھیں برابر خاص نسبت رہی۔ شعر کہتے رہے اور اس میں بھی جلد اپنی ایک حیثیت بنالی یہاں تک کہ ان کا شمار اس دور کے مشہور اساتذہ میں ہونے لگا۔

ایک شاعر کی حیثیت سے مومن نے یوں تو تمام اصناف میں شاعری کی ہے۔ غزل، قصیدہ، مثنوی، قطعہ، رباعی، مثلث، مربع، مخمس، مسدس، مثمن، ترجیع بند، ترکیب بند، سب میدانوں کی انھوں نے خاک چھانی ہے۔ لیکن ان کا خاص میدان غزل ہے۔ اس مخصوص صنعت میں انھوں نے جو کمال حاصل کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے انھوں نے اس صنعت میں جس مخصوص اچھوتے انداز کی طرح ڈالی ہے اس نے خود غزل کی صنعت کو چار چاند لگا دیئے ہیں[1]

جذبۂ جہاد شاعری کے اس ذوق کے باوجود جذبہ جہاد سے بھی ان کا دل معمور تھا۔ ان کی ایک رباعی ہے ؎

مومن تمھیں کچھ بھی ہو جو پاس ایماں ... ہے معرکۂ جہاد چل دیجے وہاں
انصاف کرو خدا سے رکھتے ہو عزیز ... وہ جان جسے کرتے تھے بتوں پر قرباں[2]

بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے ہیں ؎

خدایا لشکر اسلام تک پہنچا کہ آپہنچا ... لبوں پہ دم بنا ہے جوشِ خوں شوقِ شہادت کا[3]

---

[1] مومن کے ابتدائی حالات اور انکی شاعری کے متعلق یہ تفصیلات کلیات مومن کے مقدمہ سے ماخوذ ہیں۔
[2] کلیات مومن ص ۶۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ کر بیگانہ مہر امام اقتدا سنت — کہ انکار آشنائے کفر ہے انکی امامت کا
امیر لشکر اسلام کا محکوم ہوں، یعنی — ارادہ ہے مرا فوج ملائک پر حکومت کا

زمانہ مہدیٔ موعود کا پایا اگر مومن
تو سب سے پہلے تو کہیو سلام پاک حضرت کا[1]

ان کی ایک مثنوی پورے چالیس اشعار کی "مثنوی جہادیہ" کے نام سے موسوم ہے جو درج ذیل ہے۔

پلا مجکو ساقی شراب طہور — کہ اعضا شکن ہے خمار فجور
کوئی جرعہ دے دیں فزا جام کا — کہ آجائے بس نشہ اسلام کا
برنگ مے ایمان کو آجائے جوش — نہ اپنا رہے اور نہ دنیا کا ہوش
عنا نہفتہ کو ظاہر کروں — دم تیغ سے قتل کافر کروں
پئے تشنہ کامی سبو در سبو — پیوں شوق سے ملحدوں کا لہو
یہی اب تو کچھ آگیا ہے خیال — کہ گردن کشوں کو کروں پائمال
بہت کوشش جان نثاری کروں — کہ شرع پیمبر کو جاری کروں
دکھادوں بس انجام الحاد کا — نہ چھوڑوں کہیں نام الحاد کا
نہ کیونکر رہوں اس کام میں ناشکیب — ظہور امام زماں ہے قریب
وہ خضر طریق رسول خدا — کہ جو پیرو اس کا ہے سو پیشوا
وہ نور مجسم وہ ظل الٰہ — کہ سایہ سے جسکے خجل مہر و ماہ
زہے سید احمد قبول خدا — سر امتحان رسول خدا

---

[1] کلیات مومن ص

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکو گوہری کا نہ پوچھو شرف — علی و حسینؓ و حسنؓ کا خلف

رہے حشر تک زندہ وہ نیک ذات — ہے کفار کی موت اسکی حیات

خدا نے مجاہد بنایا اسے — سر قتل کفار آیا اسے

دم اس دست و بازو پہ لیوے اجل — لب تیغ کے بوسے لیوے اجل

جلو میں ہمیشہ رواں ہو ظفر — رکاب اسکی پکڑے رواں ہو ظفر

کہوں کیا لولاے امامت کا اوج — کہ ہیں غوث و ابدال سب اہل فوج

خبردار ہو جاؤ اے اہل دل — کہ رحمت برستی ہے اب متصل

ہوا مجمع لشکر اسلام کا — اگر ہو سکے وقت ہے کام کا

ضرور ایسے مجمع میں ہونا شریک — کہ خوش تم سے ہو وحدہ لاشریک

جو داخل سپاہ خدا میں ہوا — فدا جی سے راہ خدا میں ہوا

حبیب حبیب خداوند ہے — خداوند اس سے رضامند ہے

امام زمانہ کی یاری کرو — خدا کیلئے جاں نثاری کرو

سمجھ لو جو کچھ بھی ہے تمکو تمیز — نہ جاں آفریں سے کرو جاں عزیز

کسی کو نہیں ہے اجل کی خبر — کہ آجائے بیٹھے ہوئے اپنے گھر

تو مقدور کس کا کہ آنے نہ دے — تن خستہ سے جاں کو جانے نہ دے

تو بہتر یہی ہے کہ جاں کام آئے — پس مرگ تربت میں آرام آئے

قیامت کو اٹھو تو تم بامراد — لب الحمد گو اور دل شاد شاد

عجب وقت ہے یہ جو ہمت کرو — حیات ابد ہے جو اس دم مرو

جو ہے عمر باقی تو غازی ہو تم — سزاوار گردن فرازی ہو تم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ملک جہاں ہے تمہارے لئے
نعیم جناں ہے تمہارے لئے

شراکت یہاں کی ہے طالع کا اوج
کہ ایسا امام اور ایسی ہے فوج

سعادت ہے جو جانفشانی کرے
یہاں اور وہاں کامرانی کرے

الٰہی مجھے بھی شہادت نصیب
یہ افضل سے افضل عبادت نصیب

الٰہی اگرچہ ہوں میں تیرہ کار
پہ تیرے کرم کا ہوں امیدوار

تو اپنی عنایت سے توفیق دے
عروج شہید اور صدیق دے

کرم کر نکال اب یہاں سے مجھے
ملا دے امام زماں سے مجھے

یہ دعوت ہو مقبول درگاہ میں
مری جاں فدا ہو تری راہ میں

میں گنج شہیداں میں مسرور ہوں
اسی فوج کے ساتھ محشور ہوں [1]

مسلک کا اظہار مومن خاں نے اپنے فقہی مسلک کے اظہار میں بھی جرأت ایمانی سے کام لیا ہے اور صاف صاف لفظوں میں بتا دیا ہے کہ میں حدیث کا متبع، تقلید کا منکر اور خالص محمدی ہوں۔ لکھتے ہیں:

ارباب حدیث کا میں فرماں بر ہوں
تقلید کے منکروں کا سر دفتر ہوں

مقبول روایت ائمہ۔ نہ قیاس
یعنی کہ فقط مطیع پیغمبر ہوں [2]

ایک دوسری رباعی ہے

۱؎ کلیات مومن از ص ۲۱۳ تا ص ۲۱۴ / ۲؎ کلیات مومن ص ۲۲۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خالص ہوں محمدی مرا دین اسلام — گو رائے ثواب ہو نہیں مجکو کام[1]
تقلید کی ٹھہری تو بنوں گا شیعہ — کس واسطے چھوڑ دیجئے افضل ترمقام

ایک غزل کا مقطعہ ہے ع

مومن نہ ہوں جو ربط رکھیں بدعتی سے ہم[2]

توحید و سنت سے محبت اور اہل بدعت و ضلالت سے نفرت کا اظہار کس جوش کے ساتھ کیا ہے لکھتے ہیں ؂

فروغ جلوۂ توحید کو وہ برق جولاں کر — کہ خرمن پھونک دیوے ہستیٔ اہل ضلالت کا
مرا جو سر ہو سرتا پا صفائے مہر پیغمبر — مرا حیرت زدہ دل آئینہ خانہ ہو سنت کا
مجھے وہ تیغ جوہر کر کہ میرے نام سے خوں ہو — دل صد پارہ اصحاب نفاق اہل بدعت کا[3]

تحریک جہاد پر اعتراض کرنے والوں کے جواب میں ایک رباعی کہی ہے ؂

یہ چند منافق سراپا بدعت — ہے کفر و ضلال و فسق جنکی طینت
بتلاتے ہیں بدعتی امام حق کو — گویا کہ جہاد ہے خلاف سنت[4]

ان اشعار سے مومن خاں کا مسلک واضح ہے اسی لئے ان کے بعض حنفی سوانح نگاروں نے بھی تسلیم کیا ہے کہ وہ "موحد اور عامل بالحدیث تھے" چنانچہ ڈاکٹر سید نور الحسن ہاشمی ان کے حالات کے ذیل میں ایک جگہ لکھتے ہیں :-

____ تمام خاندان ان کا سخت کٹر قسم کا مسلمان، خود موحد،

---

[1] کلیات مومن ص۲۶۳ ۔ [2] کلیات مومن ص۹۵ ۔ [3] کلیات مومن ص۴ ۔ [4] کلیات مومن ص۲۵۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عامل بالحدیث، اور بیعت کے بعد اور بھی سخت ہو گئے تھے، چنانچہ اکثر و بیشتر (اشعار میں) مذہبی اصطلاحیں بھی آجاتی ہیں۔ کبھی تو علانیہ یا اشاروں میں دوسرے مذاہب والوں پر سودا کی طرح چوٹیں بھی کر جاتے ہیں

سنہ ۱۲۶۸ھ دسمبر ۱۸۵۲ء میں وفات پائی۔ مہدی پورہ میں

وفات شاہ ولی اللہؒ کے خاندانی مقبرے کے پاس دفن ہوئے[1]

---

[1] جماعت مجاہدین ص ۲۹۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا ابوالحسن افغانی رح

مشہور اہل حدیث عالم مولانا حکیم عبدالشکور صاحب شکراوی (ضلع گوڑگانوہ علاقہ میوات) نے "تاریخ میوچھتری" کے نام سے کوئی کتاب لکھی ہے جو ابھی تک شائع نہیں ہوسکی ہے۔ ہم مولوی محمد اسرائیل صاحب ندوی مدرس دارالعلوم شکراوہ کے شکر گذار ہیں کہ انھوں نے اس کتاب کا کچھ حصہ جو بعض مجاہدین کے حالات پر مشتمل ہے اخبار "اہلحدیث دہلی" میں شائع کردیا ہے۔ اسی اخباری مضمون کو ہم یہاں نقل کررہے ہیں اس مضمون میں تین مجاہدوں کا تذکرہ خاص طور سے کسی قدر تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ مولانا ابوالحسن افغانی۔ حاجی عبداللہ خاں۔ میانجی کریم اللہ خاں۔ اب علی الترتیب ان تینوں بزرگوں کے حالات آئندہ صفحات پر پڑھیے۔ حکیم عبدالشکور صاحب مولانا ابوالحسن افغانی کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"آپ علاقہ میوات کے باشندے نہ تھے بلکہ ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں علاقہ میوات میں وارد ہوئے تھے۔ آمد کا واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو جب دہلی میں ہنگامہ شروع ہوا تو سرحد کی اس جماعت میں سے جو مجاہدین کے نام سے بہت بڑی شہرت رکھتی تھی ایک اچھی خاصی جماعت انگریزوں سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقابلہ کرنے کیلئے ہندوستان میں چلی آئی تھی۔ اور ہنگامہ کے ابتدائی ایام میں انھوں نے باغی فوج کے ساتھ مل کر انگریزوں سے مقابلہ کیا۔ بعد میں جب باغی فوج اور سلطان بہادر شاہ ظفر پر انگریزوں نے فتح پائی تو مجاہدین کی یہ مختصر سی جماعت دلی سے باہر نکل پڑی اور جہاں انکو راستہ اور موقع ملا دوسرے علاقوں میں چلے گئے۔ ان میں سے چار حضرات نے میوات کا رُخ کیا (۱) مولوی نور علی (۲) مولوی محمد مرید (۳) مولانا ابوالحسن افغانی (۴) حضور کھینی والے رح ایام ہنگامہ کے بعد یہ لوگ میوات میں رہنے لگے۔ اِنُ چاروں کا مشغلہ تبلیغ اور اشاعت دین کے سوا کچھ نہ تھا ان کے متعلق جو کچھ معلوم ہو سکا ہے اسکو ہم بروایت مولانا ڈاکٹر نذر محمد بادشاہ پوری (ضلع گوڑگانوہ) بیان کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب ایک بہت بڑے دیندار بزرگ اور عالم باعمل تھے، جماعت مجاہدین سے اچھا خاصا تعلق اور نسبت رکھتے تھے۔ روایت حسب ذیل ہے۔

"غالباً جولائی ۱۸۵۷ء کی بات ہے کہ چار اشخاص میرے پاس پہنچے جنکے خوبصورت چہرے کملائے ہوئے ہوئے تھے۔ مگر ایمانی جلالت شان انکی زبانوں سے مجھے محسوس ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک مجھ سے باتیں کرتے رہے اور پھر کھانے پینے سے فارغ ہوکر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے انھیں مکان میں آرام کرنے کیلئے کہا تھوڑی دیر انھوں نے آرام بھی کیا مگر ایک شخص ان میں سے کبھی کبھی کراہتے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ کو کیا تکلیف ہے؟ انھوں نے مجھے بتایا کہ میرے پیر میں بندوق کی گولی لگی ہے۔ ہر چند اسکو نکالنے کی کوشش کی گئی مگر ناکامی رہی۔ میں نے کہا ذرا دکھاؤ۔ انھوں نے مجھے دکھایا۔ ان کے پیر میں گولی پھنسی ہوئی تھی مجھ سے نکالنے کو کہا۔ میں نے آلات جراحی کے ذریعہ اسکو نکال لیا وہ اسقدر مضبوط دل کے آدمی تھے کہ عمل جراحی کرنے پر انھوں نے آہ بھی نہ کی۔ میں نے خراب ساختوں کو نکال کر انکی مرہم پٹی کردی۔ ان چاروں کو "بادشاہ پور" کے شمال کیطرف دو فرلانگ کے فاصلے پر جو گنبد ہے اسمیں ٹھہرا دیا۔ وہ کئی دن تک ٹھہرے رہے میں ان کو رات میں کھانا پہونچا دیا کرتا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ انگریزوں کو دہلی پر تغلب حاصل ہوگیا تھا۔ اور باغیوں کی پکڑ دھکڑ شروع ہوچکی تھی۔ ایک دن صبح کو جو میں بازار میں نکلا تو چند آدمی یہ گفتگو کر رہے تھے کہ گنبد میں کچھ آدمی ٹھہرے ہوئے ہیں دن میں اندر رہتے ہیں۔ گاہے ماہے اکے دکے پیشاب پاخانہ کو بھی آتے جاتے دیکھا گیا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ اب ان لوگوں کا راز فاش ہوچکا ہے ان کو گنبد میں رکھنا مناسب نہیں ہے۔ چنانچہ اسی رات کو میں ان حضرات کے پاس پہنچا اور افشائے راز کا واقعہ جسطرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے سنا تھا ان کے سامنے بیان کر دیا۔ یہ لوگ رات ہی کو میوات کیطرف چلے گئے۔ ان میں سے دو آدمیوں کو میں پہچانتا تھا باقی دو کو بعد میں بھی نہ پہچان سکا... پہلے بزرگ تو وہی ہیں جنکے پیر سے میں نے گولی نکال کر مرہم پٹی کی تھی۔ وہ مولوی محمد مرید تھے۔ جو فیروزپور جھرکہ میں مقیم ہوگئے تھے اور دوسرے مولوی نور علی صاحب تھے جو ریواڑی میں مقیم ہوگئے تھے اور میوات کو ان سے بڑا فیض پہنچا (انتہی کلامہ)

(اسکے بعد حکیم صاحب لکھتے ہیں)

"ڈاکٹر صاحب کے اس بیان سے مجھے جستجو ہوئی کہ وہ دو حضرات کون بزرگ تھے جو مولوی نور علی اور محمد مرید صاحبان کے ساتھ تھے۔ میں نے میوات میں ان آدمیوں کی تلاش شروع کی تو معلوم ہوا کہ ان میں سے ایک بزرگ تو وہ تھے جو موضع "کھیتی کی" ریاست الور میں خوانی خان کے یہاں مقیم تھے اور ساری عمر وہیں مقیم رہے۔ خوانی خان نے میوات کے وہ رئیس تھے جنکے یہاں ہمیشہ لنگر جاری رہتے تھے اور عام لوگ اس مجاہد کو "حضور" کہا کرتے تھے۔ دوسرے بزرگ وہ ہیں جو اہل میوات کیلئے ایک عرصہ تک عجوبہ بنے رہے وہ بڑے سیاح اور صوفی و عالم بھی تھے اور موضع بھونری میں تقریباً چالیس سال تک مقیم رہے انھیں آخر عمر میں مالیخولیا ہوگیا تھا۔ یہ میوات کے نواح میں مولوی ابوالحسن کے نام سے مشہور تھے۔ (حکیم صاحب کا بیان ہے کہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان چاروں میں سے میں نے مولوی نور علی، مولوی محمد مرید، مولانا ابوالحسنؒ کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ یہ حضرات اپنی ساری عمر میوات میں رہے مگر مولانا ابوالحسن ہندوستان کی سیاحت کرکے چند موضع کھونسری میں مقیم ہو گئے اور وہیں انتقال فرمایا۔ مولانا ابوالحسن کوئی معمولی لکھے پڑھے آدمی نہ تھے بلکہ وہ جملہ علوم و فنون کے بڑے بھاری جید عالم تھے۔ فن مناظرہ میں ید طولی رکھتے تھے۔ تبلیغ دین کیلئے بے پناہ جوش رکھتے تھے۔ انھوں نے تبلیغ کے سلسلے سارے ہندوستان کا سفر بھی کیا تھا۔ مگر آخر عمر میں وہ اپنے قدیم محسن "نتھو نمبردار" کے مکان پر موضع کھونسری ضلع بھرت پور میں مقیم ہو گئے تھے۔ بڑے باکمال بزرگ تھے۔ دہلی، آگرہ وغیرہ بلاد سے بہت سے لوگ ان سے ملنے آیا کرتے تھے۔ علم کیمیا کے متعلق بھی ان کے بارے میں یہ عام شہرت تھی کہ وہ یہ علم جانتے ہیں۔ جس وقت انکی وفات ہوئی تو ان کے حجرے میں ستر جوڑی سونے کے بٹن اور کچھ کٹھیالیاں اور سنسیاں پائی گئیں۔ ان کے اس اندوختہ سے کھونسری اور گرد و نواح کے آدمیوں نے ایک عیدگاہ تعمیر کرائی اور ان کا مزار بنوایا۔

مولانا ابوالحسن طبیعت کے بڑے تیز تھے، مطالعہ کے بہت شوقین تھے۔ آخری زندگی میں تصوف کیجانب مائل ہو گئے تھے۔ تصوف میں گفتگو ہونے کیساتھ ان کی زبان پر فتوحات مکیہ اور احیاء العلوم کے مقولے بڑی جلدی سے آیا کرتے تھے۔ اپنی آمد کے ابتدائی برسوں میں ان کو بحث و نظر سے واسطہ پڑا۔ اہل حدیث مسلک رکھتے تھے اس لئے مختلف عالموں سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے مناظرے ہوئے یہاں تک کہ فیروز پور جھرکہ میں جب حنفی اہلحدیث مناظرے کی تحریک اٹھی تو اسکی بحث وتمحیص میں آپ پیش پیش تھے۔ اور حضرت مولانا محمود حسن صدر مدرس دارالعلوم دیوبند سے مناظرہ کرنے کیلئے سر توڑ کوشش کر رہے تھے۔ آخر عمر میں آپ جھونری کی مسجد کے ایک حجرے میں مقیم ہو گئے۔ تعویذ لکھنے والوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ خلق خدا نے ان سے بڑا فیض پایا گرد و نواح کے اضلاع کے مسلمان اور میوات کے باشندے انہیں اچھی طرح جانتے پہچانتے ہیں۔ خود مجھے ان سے بارہا نیاز حاصل ہوا۔ آخر عمر میں اگرچہ ان کے دماغ میں خلل آگیا تھا مگر جب راستی پر آجاتے تھے تو بڑی اچھی گفتگو کیا کرتے تھے۔ اور ہر بات کا شافی جواب دیا کرتے تھے۔ ان کے متعلق عوام و خواص میں بہت سی کرامتیں مشہور ہیں۔ سو سال سے زائد عمر میں وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے [1]

---

[1] اخبار اہلحدیث دہلی بابت یکم اگست ۱۹۴۳ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاجی عبداللہ خاںؒ

آپ موضع کانکر کھیڑہ تحصیل تجارہ ضلع الور کے باشندے تھے۔ معتبر روایات کی بنا پر یہ سمجھا گیا ہے کہ جس وقت حضرت سید احمد صاحب بریلوی کی تحریک جہاد اٹھائی گئی اسوقت جو قافلے اور مسافر ٹونک اور دہلی میں آمد و رفت رکھتے تھے۔ انھیں کے توسط سے آپ کو دینداری کی نسبت پیدا ہوئی۔ اس زمانے میں راجستان کی آمد اس موجودہ پختہ سڑک سے نہیں تھی جو آج دہلی کو راجستان سے ملاتی ہے بلکہ اسوقت عام طور پر دہلی سے راجستان جانے والے یا تو ریواڑی سے جاتے تھے یا اس راستے سے گذرتے تھے جو قصبہ سوہنہ سے اراوڈی پربت کو کاٹ کر قصبہ تاؤڑو کا راستہ پکڑتی ہے۔ تاؤڑو سے تجارہ کو جاتے ہوئے موضع کانکر کھیڑہ راستہ میں ملتا ہے۔ حاجی عبداللہ خاں نے ان راستہ چلنے والوں سے جو ٹونک اور دہلی کے درمیان آمد و رفت رکھتے تھے۔ دینی سبق حاصل کیا۔ یہاں تک کہ آپ دہلی پہنچکر احمد صاحب رح بریلوی کے مرید ہو گئے۔ اور مولانا اسماعیل شہید کے قافلے کے ساتھ جنہیں اور بھی بہت سے اہل میوات تھے سرحد پہنچ گئے۔ اور وہاں سید صاحب کے ہمراہ متعدد جنگوں میں شریک رہے۔ جب بالاکوٹ میں مولانا اسماعیل اور حضرت سید احمد صاحب بریلوی شہید ہو گئے تو مجاہدین کے دو گروہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنے۔ ایک گروہ سرحد میں رہا۔ اور دوسرا گروہ عازم ہندوستان ہوا جسقدر بھی مجاہدین حضرت سید احمدؒ اور مولانا اسماعیل شہید کے ہمراہ رہ چکے تھے اور انکی مبارک صحبتوں سے فیض پا چکے تھے ان سب نے اپنے اپنے وطن پہنچکر لسانی جہاد شروع کر دیا۔ ان میں ایک ہمارے حاجی عبداللہ خاں بھی تھے اور انھیں کے ایک ساتھی میانجی کریم اللہ گوہانوی بھی تھے۔

حاجی عبداللہ اگرچہ بہت زیادہ لکھے پڑھے، عالم فاضل نہ تھے مگر حضرت مولانا اسماعیل شہید کے فیض صحبت سے وہ تبلیغ اور اشاعت دین کا جذبہ بے پناہ رکھتے تھے۔ اسوقت کا میوات آج کا میوات نہ تھا بلکہ پورا علاقہ کفر و شرک و بدعات کی مکروہات سے پُر تھا۔ کھیڑے ڈیوٹا دیوی، دیوتاؤں کو مانتے تھے۔ دینی تعلیم کا کوئی رواج نہ تھا۔ ہزاروں مواضعات میں سے چند مواضعات ایسے تھے جہاں مساجد تھیں۔ اس وقت جو گاؤں در گاؤں مساجد کے منارے اور گنبد نظر آتے ہیں ان کا پتہ بھی نہ تھا۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ اور شاہ مدارؒ اور سید سالار صاحبؒ کے مجاور میواتی ہی آتے تھے اور اپنا نذرانہ اور بھینٹ لے جایا کرتے تھے۔

جب واقعہ بالاکوٹ ہو چکا تو خاندان ولی اللہی کے بعض فیض یافتگان عالم بھی میوات کا دورہ کرنے لگے تھے جنمیں مولوی سید محبوب علی اور مولوی حیدر علی ٹونک کا نام بڑی جلدی سے ہمارے سامنے آجاتا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاجی عبداللہ مرحوم اپنے طریقے سے ایک تبلیغی وفد مرتب کر کے میوات کے دورے کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ ان کی آمد کا حال بعض پرانے آدمیوں سے معلوم ہوا تھا۔ مشرقی میوات کے حصے میں اکثر ان کے دورے ہوتے تھے چونکہ عقیدۃً وعملاً اہل حدیث تھے۔ اور شاہ اسماعیل شہید کے تربیت یافتہ اہل حدیث تھے اس وجہ سے ان کے فیض صحبت سے میوات میں حلقۂ اہلحدیث قائم ہوا گوھانہ، شکراوہ، جلال پور، لاڈمکا، سنجارا کا وغیرہ میں انھوں نے اپنی رشتہ داریاں بھی کر لی تھیں۔ پھر یہ رشتہ داری کے تعلقات ایسے راست آئے کہ بہت سے مقامات پر اہل حدیث پیدا ہو گئے۔ آج جو کچھ اہل حدیث میوات میں پائے جاتے ہیں یہ سب حاجی عبداللہ رحمہ اللہ کا فیضان ہے چنانچہ جھانڈہ، شکراوہ، رہپوہ جلال پور وغیرہ میں جو اہل حدیث کی بڑی تعداد پائی جاتی ہے اس کا واحد سبب حاجی عبداللہ کے وہ رفقاء ہیں جن سے ہم نے اپنی مستعارہ زندگی میں ملاقات کی اور ان سب حالات کے مرتب میں ہم نے مدد لی۔ ان حضرات کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

(۱) میانجی کریم اللہ خاں گوہانی (۲) میانجی الف خاں شکراوی (۳) نتھو خاں نمبردار جلال پوری۔ (۴) حاجی سمیع خاں ساکرسوی (۵) میانجی عبدالغفور بادلوی (۶) پٹواری حاجی احمد خاں رہپوی (۷) مولانا ڈاکٹر نذر محمد خاں بادشاہ پوری رحمہم اللہ [1]

---

[1] اخبار اہلحدیث دہلی بابت یکم اگست ۱۹۶۱ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میانجی کریم اللہ خاںؒ

(مولانا حکیم عبدالشکور صاحب شکراوی لکھتے ہیں)

"میانجی کریم اللہ خاں موضع گوہانہ تحصیل نوح ضلع گوڑگانوہ کے باشندے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو دین وایمان کی دولت کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا جسکی بنا پر اپنا تعلق دیندار وں سے قائم کیا اور یہی تعلق دینی آپ کو سید احمد بریلویؒ تک کھینچ کر لے گیا جہاں آپ سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر ان کے مرید ہو گئے اور مولانا اسماعیل شہید کے قافلے کے ساتھ سرحد پہنچ گئے۔ میانجی مولانا شاہ اسماعیل شہید کے خاص معتقدوں میں تھے اور آپ کی جماعت میں شامل ہوکر متعدد جنگوں میں شریک ہوئے۔ شاہ شہیدؒ ہی کے اثر سے مسلک عمل بالحدیث اختیار کیا اور آخر عمر تک اسی پر گامزن رہے"۔

میانجی موصوف معرکہ بالاکوٹ میں سید صاحبؒ کے ساتھ تھے، مولانا غلام رسول مہر اس معرکے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"کریم اللہ خاں میواتی مولانا شاہ اسماعیل کی جماعت میں تھے، اس جماعت کو ملا لعل محمد قندھاری کے مورچے کے قریب متعین کیا گیا تھا۔ سب لوگ صبح ہوتے ہی مورچوں میں جا بیٹھے کریم اللہ خاں کو سید صاحب کی زیارت کے شوق نے روکے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ مسجد بالا میں پہنچا تو آپ دعا و مناجات میں مشغول تھے۔ مسجد سے دس پندرہ ہاتھ نیچے (یعنی مغرب جانب) ایک مورچہ شاہینچیوں کا تھا وہ سکھوں پر گولے پھینکتے تھے۔ سکھوں کے گولے انکی طرف آتے تھے لیکن کوئی گولہ کسی کو لگتا نہ تھا۔ میں چلتے ہوئے گولے اٹھا اٹھا کر شاہینچیوں کو دینے لگا۔ اس وقت مسجد (یعنی مسجد بالا) میں بڑا ہجوم تھا۔ پھر حضرت کواڑ مسجد کے کھول کر باہر نکلے اور بالاکوٹ کے نیچے کو روانہ ہوئے اور سب لوگ آپ کے پیچھے آپکے ہمراہ چلے جب نیچے کی مسجد کے قریب پہنچے گلی تنگ تھی تمام آدمی اس میں ٹھس گئے۔ اور ایک گلی مسجد کے داہنے طرف اور تھی، پھر حضرت تو مسجد مذکور میں تشریف لے گئے اور کچھ لوگ اس گلی میں گئے انھیں کے ساتھ میں بھی چلا گیا اور دھانوں کے کھیت میں پہنچکر بندوق سکھوں پر لگانے لگا۔ اس (اثنا) میں حضرت امیرالمومنین اس مسجد سے حملہ کرکے آئے اور ہم لوگوں کے بائیں طرف جو سکھوں کا بڑا ہجوم تھا ادھر چلے گئے۔ اور جانبین سے بندوق کی باڑھ بھی چلتی تھی اور تلوار بھی چلتی تھی اور دھوئیں کی ایسی تاریکی تھی کہ دس قدم کا آدمی معلوم نہیں ہوتا تھا۔ ہوا مخالف تھی تمام دھواں ان کا ہماری طرف آتا تھا[1]

---

[1] سید احمد شہید جلد دوم صفحہ ۲۹۷، ۲۹۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معرکۂ بالاکوٹ کے متعلق مختلف مجاہدوں کے بیانات مہر صاحب نے اپنی کتاب میں نقل کئے ہیں، ان میں سے کریم اللہ خاں کا ایک بیان بھی ذکر کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں ۔

" کریم اللہ خاں کہتے ہیں اس وقت کسی کو معلوم نہ تھا کہ کون کہاں ہے مولانا اسماعیل نے ہم لوگوں سے پوچھا کہ حضرت امیرالمومنین کہاں ہیں ؟ لوگوں نے کہا اس ہجوم میں جہاں تلوار چل رہی ہے وہاں ہوں گے ۔ پھر مولانا تو ادھر چلے گئے ...... جو غازی حضرت امیر المومنین کے مورچے سے آتا یہی پوچھتا کہ حضرت امیرالمومنین کہاں ہیں[1] ؟ خود میاں جی کریم اللہ خاں بھی بڑی بہادری اور جانبازی کے ساتھ اس معرکے میں لڑے تھے" مہر صاحب لکھتے ہیں ۔

" کریم اللہ خاں میواتی کی دائیں ہتھیلی پر گولی لگی تھی ایک گولی سے ان کی تلوار کا کندا ٹوٹ گیا تھا ایک زرہ پوش سکھ نے ان پر تلوار کا وار کرنا چاہا لیکن گولی کھا کر زمین پر گر گیا ۔ کریم اللہ خاں نے بڑھکر تلوار ماری جو زرہ سے ٹکرا کر ٹیڑھی ہوگئی ۔ غازی کا ہاتھ بیکار ہو چکا تھا ، جوتی کے نیچے تلوار کا سرا دبا کر اسے سیدھا کیا ۔ دو اور سکھ ان کی طرف بڑھے تو کریم اللہ خاں نے بندوق اٹھالی ، وہ دور ہی رک گئے ۔ دوسری غازیوں کے ساتھ یہ بھی میدان سے باہر نکل گئے[2] "

---

[1] سید احمد شہید جلد دوم ص۴۰۲ ۔ [2] سید احمد شہید جلد دوم ص۴۲۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنگ بالاکوٹ کے بعد ہندوستان واپس آگئے اور کافی عرصہ تک ٹونک میں مقیم رہے جہاں پر شہیدین اور دیگر مجاہدین کے حالات مرتب کرانے میں کافی مواد فراہم کیا پھر ٹونک سے آپ نے میوات کا قصد کیا اور اپنے قدیمی گاؤں گوہانہ میں سکونت اختیار کی جہاں پر آپ نے کتاب و سنت کی نشر و اشاعت کو اپنا مقصد اعلیٰ قرار دیا اور بحمد اللہ آپ اس میں سو فیصدی کامیاب ہوئے۔

مولوی محمد اسرائیل صاحب ندوی لکھتے ہیں۔

" حضرت مولانا حکیم عبدالشکور صاحب مرحوم نے میانجی کریم اللہ خاں سے ۱۹۱۲ء میں ملاقات کی اور مجاہدین کے حالات ان سے دریافت کئے، میانجی موصوف نے ۱۹۱۵ء میں اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو لبیک کہا، وفات کے وقت عمر سو سال سے زائد تھی۔ آپ کی ذات سے مسلک اہل حدیث کو کافی فروغ ہوا۔ ہمارے گاؤں موضع جھانڈہ میں بھی اہلحدیثیت آپ ہی کے ذریعہ پہونچی، اللہ تعالیٰ انکی قبر کو نور سے بھر دے۔ بڑے ہی باکمال اور محب کتاب و سنت بزرگ تھے [1]"



[1] اخبار اہلحدیث دہلی بابت یکم اکتوبر ۱۹۶۳ء۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریک کا

دورِ ثانی

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(١٠٠)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا ولایت علیؒ

مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم لکھتے ہیں:

"فاجعہ بالاکوٹ کے بعد تمام ملک پر اداسی چھائی ہوئی تھی، جماعت تتر بتر ہو گئی۔ اچھوں اچھوں کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ جہاد کا سارا کام، درہم برہم ہوا چاہتا تھا کہ عظیم آباد پٹنہ محلہ صادق پور کے ایک فرد نے یہ گرتا ہوا علم اپنے ہاتھوں سے تھام لیا اور زندگی بھر اپنے سینوں سے لگائے رکھا۔ اور پھر اس "فرد کامل" کے بعد اس کے بھائیوں، بھتیجوں، عزیزوں اور ماننے والوں نے جس طرح اپنے خون سے اس نخل خزاں دیدہ کی آبیاری کی ہے وہ اسلامی ہند کی پوری تاریخ میں اپنی آپ مثال ہے ...... سید صاحبؒ کی شہادت کے بعد قیادت کی باگ مولانا ولایت علی صادق پوری عظیم آبادیؒ (مولود ۱۲۰۵ھ) نے اپنے ہاتھ میں لے لی۔ ابھی وہ دکن میں تبلیغ و ارشاد کے فرائض انجام دے رہے تھے کہ فاجعہ بالاکوٹ پیش آیا۔ امیرؒ و شیخ کی شہادت

ؔ یوں تو شہید بالاکوٹ کے بعد ہی مجاہدین کا ایک گروہ سرحد پار پہنچ گیا تھا اور مولانا ولایت علیؒ کے سرحد پہنچنے (۱۲۶۳ھ ۱۸۴۶ء) سے پہلے وہ مختلف امراء (شیخ ولی محمد پھلتی، مولوی نصیر الدین دہلوی بقیہ ص۱۸۳ پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی خبر سنتے ہی وہ عظیم آباد واپس ہوئے اور دعوت و تبلیغ کی از سرِ نو تنظیم شروع کی "

(ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص۵۶)

مولانا ولایت علیؒ کا مسلک

یہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ بلاشبہ سید احمد شہید رحمہ اللہ کی زندگی میں اس تحریک میں حنفی اور اہل حدیث دونوں ہی مسلک کے لوگ برابر شریک رہے۔ اور سید صاحب دونوں ہی کی سرپرستی فرماتے رہے۔ مگر ان کی شہادت کے بعد اس تحریک کو زندہ رکھنے اور چلانے میں زیادہ حصّہ اہل حدیث ہی کا ہے۔ مولانا غلام رسول مہر نے اس تحریک کے آخری دور کے معاونین کے کچھ نام ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے ؛-

" گویا آخری دور میں اعانت مجاہدین کا اکثر و بیشتر کام زیادہ تر اہل حدیث حضرات ہی نے انجام دیا ہے[لے] "

بقیہ حاشیہ ص۱۸۱ اور حاجی سید عبدالرحیم پورتی، اور مولانا عنایت علی کی سرکردگی میں اپنا فرض انجام دیتے رہے۔ لیکن اندرون ہند اور بیرون ہند مجاہدین اور ان کے ہمدرد انھیں کو اپنا امیر سمجھتے تھے اسی لئے جب وہ سرحد پہنچ گئے تو مرالعلین نے فوراً آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ باقی ملک کے اندر تو وہ سید صاحب کی شہادت کے بعد ہی سے امیر کی حیثیت سے دعوت و تبلیغ کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ (حاشیہ حوالہ مذکور)

لے سرگذشت مجاہدین ص۶۱۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم کو اس تحریک کی پوری تاریخ لکھنا مقصود نہیں بلکہ اس کے ساتھ صرف اہل حدیث کی وابستگی اور ان کے خدمات کا اظہار مقصود ہے اس لئے اس سلسلے میں ہم انھیں افراد کا ذکر کر رہے ہیں جو اہل حدیث تھے۔

پس جب بقول مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم سید صاحبؒ اور مولانا اسمٰعیلؒ کی شہادت کے بعد اس تحریک کی قیادت کی باگ مولانا ولایت علیؒ کے ہاتھوں میں آئی تو اب ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ ان کی خدمات کا ذکر کرنے سے پہلے ان کا مسلک واضح کیا جائے۔

مولانا ولایت علی لکھنؤ میں عربی دینی تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ انھیں دنوں میں حضرت سید احمد شہیدؒ کا وہاں ورود مسعود ہوا۔ مولانا ولایت علی سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پہلی ہی ملاقات میں ان کے گرویدہ ہو گئے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ سید صاحب ان کو اپنے ساتھ بریلی لے گئے اور مولانا اسمٰعیل شہید کی تربیت میں دیدیا۔

مولانا عبدالرحیمؒ صادقپوری لکھتے ہیں:

"آپ حین قیام بریلی کے حضرت مولانا اسمٰعیل شہید کی جماعت میں بھرتی تھے۔ اور انھیں سے حدیث بھی پڑھا کرتے تھے۔ اور جب اپنی جماعت کے کام سے فرصت پاتے تو سید صاحب کی صحبت میں جا بیٹھتے یا تنہا نماز و دعا میں مشغول رہتے۔ مولانا شہید نے اپنی جماعت میں آپ کو اپنا نائب مقرر کر دیا تھا مگر آپ کو اب اسوۂ حسنہ نبوی سے ایسا ذوق حاصل ہو چکا تھا کہ آپ اپنی جماعت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والوں کی آپ خدمت کیا کرتے تھے (تذکرہ صادقہ ص۱۱۱)

مولانا اسمٰعیل شہید ہی کی صحبت اور تعلیم و تربیت کا یہ فیض تھا کہ سنتوں پر براہ راست عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ اور تقلیدی جکڑ بندیوں کی زنجیریں کٹ گئیں۔ اور بعد میں ان کی تبلیغی زندگی کا یہ ایک بڑا کارنامہ بنا۔ چنانچہ مولانا عبدالرحیم صادقپوری لکھتے ہیں:۔

"آپ کی ترغیب تحصیل قرآن واحادیث اور وعظ و نصائح سے ملک ہندوستان میں عمل بالحدیث کا چرچا ہوا اور تقلید و تعصب کی ہوا کمزور و مضمحل ہونے لگی۔ کیونکہ قرآن و حدیث کی محبت اور ان کی ترویج نے حق کو روشن کر دیا جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ"

(تذکرہ صادقہ ص۱۱۷)

مولانا مسعود عالم ندوی نے لکھا ہے کہ

"رد بدعت پر متعدد کتابیں شائع کیں۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ اپنے خاندان میں عمل بالسنہ کی تجدید کی۔ صوبہ بہار اور بنگال میں نکاح بیوگان کا آغاز آپ ہی کے خاندان سے ہوا۔ اس سنت کو خوب جاری کیا، ہزاروں بیوہ عورتوں کے نکاح کرا دیئے..... آپ کی ذات سے جو احیائے سنت ہوا اسکی تفصیل کے لئے ایک دفتر چاہیئے"

اس موقع پر مولانا ندوی نے چند سنتوں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ "ایک شخص عبدالغنی نگرنہسوی (جو زمرۂ مساکین سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے) کا عقد ایک بیوہ عورت سے تعلیم قرآن مہر قرار دے کر کر دیا" (ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک صٓ) یہ ایک ایسی بات ہے جو مولانا ولایت علی کے اہلحدیث ہونے کی صریح دلیل ہے۔ اس لئے کہ ہندوستان میں کوئی حنفی مقلد اس سنت پر عمل کرنے کے لئے کبھی تیار نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کوئی حنفی عالم جس کو تقلید کا پاس ہو گا نکاح کی اس صورت کو صحیح کہے گا۔

مولانا مسعود عالم ہی نے ان کی تبلیغی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"دینیات کی تعلیم کے لئے گھر پر ظہر اور عصر کے درمیان قرآن و حدیث کا درس دیتے۔ آپ کے بڑے بیٹے مولوی عبداللہ (ف ۱۳۰۰ھ) قاری ہوتے دوسرے علماء تفسیر کی کتابیں ہاتھ میں لے کر بیٹھتے علماء کے علاوہ عام مریدوں اور معتقدوں کی بڑی تعداد موجود ہوتی قرآن مجید اور بلوغ المرام کا لفظی ترجمہ مردوں عورتوں اور بچوں کو پڑھواتے۔ شاہ محمد اسحاق رح (ف ۱۲۶۲ھ) سے شاہ عبدالقادر صاحب رح کا ترجمہ قرآن اور مولانا شہید رح کے رسائل منگوا کر پہلے مطبع حسینی لکھنؤ میں طبع کرانے کی کوشش کی، مالک مطبع کے انکار پر آپ نے یہ خدمت اپنے ایک رفیق و عقیدتمند مولوی بدیع الزماں صاحب بردوانی کے سپرد کی جنھوں نے خاص طور پر ایک ٹائپ پریس خرید کر کے پہلی مرتبہ یہ کتابیں چھپوائیں نواب صدیق حسن خاں (ف ۱۳۰۷ھ) نے ان کے فتوح آنے اور وعظ کی تاثیر کا خاص طور پر ذکر کیا ہے...... لکھا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ جامع مسجد قنوج میں چند جمعہ تک وعظ کہا۔ مجھ سے کہہ گئے کہ تم کتاب بلوغ المرام ضرور پڑھنا..... اس کہنے کا نتیجہ بعد ایک مدت دراز کے یہ ظاہر ہوا کہ میں نے بلوغ المرام کی شرح لکھی ..... مولانا ولایت علی جب حج کو تشریف لے گئے تو اسی سلسلے میں یمن اور دوسرے مقامات کی سیاحت کی۔ اور یمن کے نامور محدث و عالم قاضی محمد بن علی شوکانی سے حدیث کی سند حاصل کی اور ان کی بعض تصانیف ساتھ لائے

(ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۱۳۶)

ان اقتباسات سے حسب ذیل چار باتیں معلوم ہوئیں

(الف) عورتوں اور بچوں کو پڑھانے کے لئے قرآن مجید کے ترجمہ کے ساتھ "بلوغ المرام" کا انتخاب کیا۔ یعنی حدیث کی ایک ایسی مختصر کتاب جس میں بیشتر مسائل اہلحدیث کے موافق اور حنفی مذہب کے خلاف ہیں اسی لئے مولوی محمد میاں نے "شاندار ماضی" میں مبہم طور پر صرف یہ لکھا ہے کہ قرآن و حدیث کا درس دیتے تھے۔ بلوغ المرام کا نام بتانے سے گریز کیا ہے۔

(ب) مولانا اسمٰعیل شہید (اہلحدیث) کے رسائل منگوا کر چھپوایا اور ان کو شائع کیا۔

(ج) نواب صاحب کو ان کی نوعمری میں خاص طور سے بلوغ المرام پڑھنے کی نصیحت کی۔ اس نصیحت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے نواب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب کو ایک عرصہ کے بعد اس کی شرح لکھنے کی توفیق بخشی۔ جس سے ایک طرف اگر حدیث کی خدمت ہوئی، تو دوسری طرف اہلحدیث مذہب کو بھی فی الجملہ قوت پہونچی۔

(د) امام شوکانی سے (جو حنفی نہیں بلکہ سلفی محدث اور تقلید کے منکر و مخالف تھے) حدیث کی سند حاصل کی اور ان کی بعض تصانیف بھی اپنے ساتھ لائے "بعض تصانیف" سے "الدرر البہیہ" مراد ہے جیسا کہ مولانا مسعود عالم ندوی نے حاشیہ میں اس کی وضاحت کر دی ہے اور لکھا ہے کہ "الدرر البہیہ" کا وہ نسخہ جو مولانا ولایت علی یمن سے ساتھ لائے تھے اب تک صادق پور میں محفوظ ہے اور راقم الحروف کی نظر سے گذر چکا ہے" ـــــ "الدرر البہیہ" کو کوئی حنفی عالم کبھی پسند نہیں کر سکتا۔ یہ فقہ کی ایک ایسی کتاب ہے جس کے مسائل زیادہ تر اہلحدیث کے موافق اور حنفیہ کے خلاف ہیں۔ اسی کے ساتھ اہل حدیث کے ایک خاص "مہربان" کی شہادت بھی سن لیجئے۔ مولانا عبید اللہ سندھی فرماتے ہیں:۔

"پٹنہ کے مولانا ولایت علی مرحوم معرکۂ بالا کوٹ میں موجود تھے۔ موصوف مولانا اسماعیل شہید کی اس جماعت کے خاص رکن تھے۔ جو مولانا شہید نے حجۃ اللہ پڑھنے کے بعد اس پر عمل کرنے والی ایک جماعت بنائی تھی یہ لوگ رفع یدین اور آمین بالجہر کیا کرتے" (شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک اشاعت دوم صفحہ ۱۳۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بتلایئے اس شہادت کے بعد کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے اس بات کے ثبوت میں کہ مولانا ولایت علی علیہ الرحمۃ اہل حدیث تھے لیکن ان سب کے علاوہ ایک بڑا اور قوی ثبوت خود ان کی بعض تصانیف ہیں۔ ان کا ایک چھوٹا سا رسالہ "عمل بالحدیث" ہے جو فارسی زبان میں ہے اور ترجمہ کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ تذکرہ صادقہ کے مصنف مولانا عبدالرحیم صادق پوریؒ کی ایک کتاب مجموعہ رسائل تسعہ کے نام سے شائع ہوئی ہے اس مجموعے میں مولانا ولایت علیؒ کے کئی رسالے شامل ہیں۔ انھیں میں یہ رسالہ (عمل بالحدیث) اور ایک دوسرا رسالہ "تیسیر الصلوٰۃ" بھی ہے۔ انہی دونوں رسالوں کے کچھ اقتباس ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔ جن سے اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ مولانا ولایت علیؒ مسلکاً حنفی تھے یا اہلحدیث؟ رسالہ "عمل بالحدیث" تو اس قابل ہے کہ پورا کا پورا یہاں نقل کر دیا جائے۔ لیکن اختصار کے خیال سے فی الحال ہم اس کی چند عبارتوں ہی کے نقل کرنے پر اکتفار کرتے ہیں۔ سب سے پہلے اس رسالے کا سبب تالیف مولانا ہی کی زبانی سنئے، فرماتے ہیں:۔

"امابعد، چوں کثرت سوال یاراں در اتباع احادیث وفقہ بریں فقیر وارد می گشت بدل گفتم کہ مختصرے یکبار تحریر نمایم وبیش ہر سائلے عرض دارم کہ رفع تکلیف بار بار وبیش دوستاں یادگار باشد،	حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ چونکہ حدیث اور فقہ کی پیروی کرنے کے بارے میں دوستوں کے سوالات اس فقیر کے پاس بکثرت آتے تھے اس لئے میں نے اپنے دل میں سوچا کہ ایک دفعہ ایک رسالہ مختصر سا لکھدوں اور ہر پوچھنے والے کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامنے پیش کر دوں تاکہ بار بار کی تکلیف دور ہو جائے اور دوستوں کے پاس یادگار رہے

اس رسالے میں تین فصلیں ہیں۔ پہلی فصل دین کی سمجھ کی خوبی اور فضیلت کے بیان میں۔ دوسری فصل تقلید کے محل جواز و عدم جواز کے بیان میں اور تیسری فصل قرآن اور حدیث کے سہل ہونے کے بیان میں۔ پہلی فصل میں تفقہ فی الدین کی فضیلت اور اس کی حقیقت وغیرہ بیان کرنے کے بعد قرآن اور حدیث میں غور و فکر کرنے کے بارے میں لوگوں کے طرز عمل کی شکایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں

دیدنِ قرآن و حدیث و تامل دراں بالکل موقوف نمودند و پنداشتہ کہ در کتب نوشتہ بینند خواہ موافق قرآن و حدیث باشد خواہ مخالف بے تکلف قائل آں می شوند بعضے از ایشاں قرآن و حدیث را مطلقاً نمی بینند و بعضے اگر می بینند بمعنی آں تامل نمی کنند و بعضے اگر تامل می کنند فکر در نصائح و اخبار قیامت و برزخ و ترک دنیا و مثل آں می کنند، اما استنباط احکام احکام را مفروغ عنہا شمردہ ہرگز قصد تامل دراں نمی نمایند، و اگر احیاناً حکمے در قرآن و حدیث خلاف کتب معتقد خود یا می یابند۔ بعضے قرآن و حدیث را تاویل کردہ موافق از کتب -------	قرآن اور حدیث کا دیکھنا اور اس میں تامل کرنا لوگوں نے بالکل موقوف کر دیا ہے اور جو بات کسی کتاب میں لکھی ہوئی دیکھتے ہیں قرآن و حدیث کے موافق ہو یا مخالف بے تکلف اس کے قائل ہو جاتے ہیں۔ ان میں بعض تو مطلقاً قرآن اور حدیث کو دیکھتے ہی نہیں۔ اور بعض اگر دیکھتے بھی ہیں تو اس کے معنی میں تامل نہیں کرتے ہیں۔ اور بعض اگر تامل کرتے ہیں تو قیامت اور برزخ اور ترک دنیا وغیرہ کی خبروں اور نصیحتوں کے مضمون میں فکر دوڑاتے ہیں رہا شرعی احکام کا نکالنا سو یہ سمجھ کر کہ اس سے تو فراغت حاصل ہو چکی ہے ہرگز اس میں تامل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

می نمایند و نمی فہمند کہ مقصود اصلی اتباع قرآن وحدیث ست، و بعضے چشم پوشی وگریز نیز ازاں مقام اختیار می کنند، از حال ایں چنیں فقہاء مخبر صادق خبر دادہ رُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرُ فَقِيْهٍ معاذ اللہ عن کل ذلک عیاذاً کثیراً۔

(ص ۳۲)

کرنے کا ارادہ نہیں کرتے۔ اور اگر کبھی اپنے عقیدہ اور مذہب کی کتابوں کے خلاف قرآن وحدیث میں کوئی حکم پاتے ہیں تو بعض لوگ تو قرآن اور حدیث کے ظاہری معنی کو پھیر پھار کر اپنی کتابوں کے موافق کر لیتے ہیں اور اس کو نہیں سمجھتے کہ مقصود اصلی قرآن اور حدیث کی تابعداری ہے، اور بعض آدمی تو ایسے مقام سے بھاگنے اور نظر بچا کر نکل جانے کی راہ اختیار کرتے ہیں ایسے فقہاء کے حال سے مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں خبر دی ہے کہ بہت سے فقہ کے حامل غیر فقیہ ہیں۔ ہم ان سب باتوں سے بار بار اللہ کی پناہ مانگتے ہیں:

اس اقتباس کو پڑھنے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ مولانا ولایت علیؒ ایک ایسے عالم تھے جن کے نزدیک مروجہ مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی پابندی ضروری تھی۔ اور جو اس بات کے قائل تھے کہ اب کسی اہل علم کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ قرآن اور حدیث سے شرعی احکام کا استنباط براہ راست کرے۔ اب تو ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ کسی معین امام کے اقوال واجتہادات ہی کو اپنا دستور العمل بنائے اور انہی اقوال و اجتہادات کی روشنی میں قرآن وحدیث پر غور کرے۔ مولانا ولایت علیؒ تو اس ذہنیت سے ہزار بار اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اور فرماتے ہیں معاذ اللہ عن کل ذلک عیاذاً کثیراً۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم میں لکھتے ہیں ۔

باید دانست کہ انسان اگر عامی باشد	جاننا چاہیئے کہ جو آدمی ان پڑھ ہو اور
و بسبب مشاغل دیگر از نوشت	اپنے دوسرے مشاغل کی وجہ سے لکھنے
و خواند دور ماند و اکتفا بر دریافت	پڑھنے سے دور ہو اور علماء سے پوچھ
از علماء نماید برائے آں مناسب	لینے ہی پر اکتفا کرتا ہو تو اس کے لئے
ایں است کہ از علماء محدثین و دیندار	مناسب یہ ہے کہ علماء محدثین و دیندار
کہ در دیانت و خوف خدا و دالت	سے جو دیانت اور خوفِ خدا میں، اور
قرآن و حدیث مشہور شدہ باشد	قرآن و حدیث کے جاننے میں مشہور ہوں
سوال نماید بایں طور کہ مارا دریں	ان سے اس طرح سوال کرے کہ مجھے
مسئلہ طور محمدی تعلیم نمائید	اس مسئلہ کے بارے میں محمدی طریقہ
(صـ۳۳)	بتا ئیے

لیجئے ! مولانا ولایت علیؒ ان پڑھ اور جاہل کے لئے بھی تقلید شخصی کو واجب نہیں کہتے ۔ وہ اس کو یہ مشورہ بھی نہیں دیتے کہ مسئلہ پوچھنے کے لئے کسی ایسے عالم کے کے پاس جائے جو کسی خاص امام کے فتاویٰ اور مجتہدات کا ماہر ہو ۔ اور نہ یہ کہتے ہیں کہ اس کو کسی امام کا قول دریافت کرنا چاہیئے ۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ان پڑھ بھی مسئلہ ایسے شخص سے پوچھے جو قرآن اور حدیث کا علم رکھنے میں مشہور ہو ۔ اور اس سے بھی کسی فقہی مذہب کا طریقہ نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ دریافت کرے ۔ اور قرآن و حدیث کی بات معلوم کرے ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد لکھتے ہیں :-

واگر مرد طالب علم ست و شوق تحصیل	اور اگر کوئی شخص علم کا طالب ہے اور
علوم در دل دارد مناسب این ست	دل میں دینی علوم کی تحصیل کا شوق رکھتا ہو
کہ اول قرآن و حدیث بخواند	تو اسکے لئے مناسب یہ ہے کہ پہلے قرآن
بعد ازاں بکتب دیگر نظر	وحدیث پڑھے اسکے بعد دوسری کتابوں
ہمت گمارد تا آئینہ وار	پر نظر ڈالے تاکہ آئینہ کی طرح ظاہر ہو
ظاہر شود کہ رائے کدام	جائے کہ کس بزرگ کی رائے نے کس
بزرگوار در کدام جا صواب	جگہ امر حق کو پا لیا ہے اور کہاں غلطی
یافتہ و کجا روئے خطا دیدہ	ہوئی ہے۔ پس جو مسئلہ قرآن وحدیث
پس ہر مسئلہ کہ مصرح بقرآن	میں صاف صاف پاوے اس میں کسی مجتہد
وحدیث یابد دراں تقلید مجتہدین	کی تقلید نہ کرے کیونکہ کھلے ہوئے
مجتہدین نکند کہ در مصرحات اجتہاد	مسائل میں اجتہاد کو کچھ دخل نہیں
را دخلے نیست	ہے۔

بتائیے! اگر مولانا ولایت علیؒ مقلد ہوتے اور تقلید کو ضروری جانتے تو طالب علم کو یہ کیسے مشورہ دیتے کہ اسکو پہلے قرآن اور حدیث پڑھنا چاہئے۔ تاکہ مجتہدین کے خطا اور صواب کو پہچان سکے چنانچہ آگے چل کر صاف لکھ دیا ہے

خلاصہ اس اگر در کتب مجتہدین برآید از آں چشم پوشی	اگر مجتہدین کی کتابوں میں قرآن وحدیث کے خلاف
نمودہ دست آویز با قرآن وحدیث ضرور است	نکل آوے تو اس سے آنکھیں بند کر کے قرآن وحدیث
دگر نہ نسخ قرآن وحدیث از قول مجتہدین لازم	پر چنگل مارنا ضروری ہے ورنہ مجتہدوں کے قول سے قرآن اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواہد آمد ۔ — حدیث کا منسوخ ہونا لازم آئے گا ۔

مولانا ولایت علیؒ فرماتے ہیں " بعضے می فہمند کہ در خلائق حنفی مشہور شدن نیز از ضروریات دین ست پس اگر مخالفت قول ابی حنیفہؒ نمودیم حنفیت نخواہد ماند ۔ یعنی بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ خلائق میں حنفی مشہور ہونا بھی دین کی ضروری باتوں میں سے ہے ۔ اس لئے اگر ہم امام ابو حنیفہؒ کے قول کی مخالفت کریں گے تو حنفیت باقی نہ رہے گی ؎۔ اس کے بعد مولانا نے تفصیل جو ابش باید فہمید (اس کے جواب کی تفصیل سمجھنا چاہیئے) کہہ کر اس کا جواب دیا ہے۔ جواب کے آخر میں لکھا ہے ،، محققین را مقصود اتباع حق می شود نہ انتساب بہ مردماں ؎ ایسی تحقیق والوں کو حق کی پیروی مقصود ہوتی ہے نہ کہ لوگوں کی طرف منسوب ہونا ۔

مولانا بڑی جرأت ایمانی کے ساتھ فرماتے ہیں ۔

وازیں اسباب تلامذہ و دیگر علماء در بعض مقام از مذہب ابی حنیفہؒ متخالف شدند و ایں مقلدان ہم دراں مقام جانب علمائے دیگر اختیار کردہ اند و تقلید امام را گذاشتند پس در بعض جا حنفی می شوند و بعض جا ابو یوسفی و محمدی و جائے دیگر زفری و جائے ابو اللیثی پس حنفیت ایشاں کے	اور انھیں وجہوں سے امام صاحب کے شاگرد اور دوسرے علماء بعض مقام میں امام ابو حنیفہؒ کے مذہب سے علیحدہ ہو گئے ہیں ۔ اور ان مقلدوں نے بھی ان مقامات میں دوسرے علماء کی جانب کو اختیار کیا ہے اور امام کی تقلید کو چھوڑ دیا ہے بعض جگہ حنفی ہوتے ہیں اور بعض جگہ ابو یوسفی اور محمدی اور دوسری جگہ زفری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باقی ماند؟ اور کسی جگہ ابو اللیثی، تو ان کی حنفیت کہاں باقی رہی؟

بتائیے! کسی حنفی مقلد کی گفتگو کے یہ نمونے ہو سکتے ہیں؟

یہ رسالہ "عمل بالحدیث" کے چند اقتباسات ہیں۔ اب رسالہ "تیسیر الصلوٰۃ" سے چند مسائل یہاں نقل کر دینا چاہتا ہوں جن سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا ولایت علی حنفی مقلد نہیں بلکہ عامل بالحدیث تھے۔ اس رسالہ میں الگ الگ فصل مقرر کر کے مسئلے بیان کئے گئے ہیں۔

"پانی کے بیان میں" لکھتے ہیں:۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الماء اذا کان قلتین لم یحمل الخبث (ترجمہ) پانی جب ہوئے دو مٹکال تو نہ اٹھاوے نجاست کو مگر جب نجاست کی بو یا رنگ یا مزا پانی میں پیدا ہو، پھر کتنا ہی پانی زیادہ ہو ناپاک ہے اس پانی کو نکالا چاہیئے یہاں تک کہ نجاست کا رنگ و بو و مزا جاتا رہے"

(صنت)

"طہارت کے بیان میں" لکھتے ہیں

"غسل اور وضو کی نیت بدعت ہے ملاؤں نے بنائی ہے غضب تو یہ کیا کہ ہاتھ دھونے کی جدا اور منہ کی جدا۔ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ نیت دل سے علاقہ رکھتی ہے نہ منہ سے ...... لڑکا جب تک دودھ پیتا ہے اس کے پیشاب کو دھونا ضرور نہیں۔ اگر لڑکی ہو تو ضرور ہے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انما یغسل من بول الانثیٰ و ینضح من بول الذکر (ترجمہ) دھویا جائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیشاب لڑکی کا اور پانی چھڑکا جاوے پیشاب پر لڑکے کے یعنی ایک چلو اٹھا کر اس پر مارا جاوے۔

"فرض نماز کے بیان میں" جو فصل مقرر کی ہے اس کے ذیل میں مسافر کے لیے جمع تقدیم اور جمع تاخیر دونوں صورتوں کو جائز بتایا ہے۔ بلکہ احناف پر حجت تمام کرنے کے لئے یہ بھی لکھا ہے کہ "الشیخ عمر جو ہند میں نفی مذہب کے سفتی اور پیشوا تھے انھوں نے سفر میں جمع کا فتویٰ بھی دیا ہے۔ اور وہ فتویٰ ہندوستان میں وارد اور مشہور ہوا (ص ۸۲)

اسی فصل میں یہ مسئلہ بھی لکھا ہے کہ جس کا لڑکا گود سے نہ اترے اس لڑکا لئے نماز پڑھنی درست ہے۔ اور اس کی دلیل میں وہ حدیث نقل کی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی امامت کرتے تھے اس حال میں کہ اپنی نواسی اُمامہ بنت ابو العاص کو اپنے کندھے پر بٹھائے رکھتے۔ جب رکوع (اور سجدہ) میں جاتے تو اتار دیتے اور جب سجدہ سے اُٹھتے تو پھر اُمامہ کو اپنے کندھے پر بٹھا لیتے۔

حاشیہ میں لکھا ہے "در مفتاح الصلوٰۃ آوردہ کہ اگر سگ بچہ ہمراہ او باشد کہ دہن او بستہ باشند نماز جائز است پس بازیچۂ آدم بچہ از سگ بہتر نیست" یعنی (حنفی مذہب کی کتاب) مفتاح الصلوٰۃ میں لایا گیا ہے کہ اگر کتے کا بچہ جس کا منہ باندھ دیا گیا ہو نمازی کے ہمراہ ہو تو اسکی نماز جائز ہے (مولانا فرماتے ہیں) پس بازیچۂ آدم بچہ از سگ بہتر نیست یعنی آدمی کے بچہ سے کتے کا بچہ بہتر نہیں ہے (جب کتے کے بچہ کو ساتھ لیکر نماز پڑھنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائز ہے تو آدمی کے بچہ کو گود میں لیکر نماز کیوں جائز نہیں ہوگی)

حنفیہ جنازہ کی نماز میں سورہ فاتحہ کی تلاوت کے قائل نہیں ہیں لیکن مولانا ولایت علیؒ نے اس رسالہ میں نماز جنازہ کی جو ترکیب لکھی ہے اس میں بتایا ہے کہ دعا ثنا کے بعد الحمد کی سورہ پڑھے اس کی دلیل میں حدیث پیش کی ہے۔ اسی طرح حنفیہ غائبانہ جنازہ پڑھنے کے بھی قائل نہیں ہیں۔ اور جب مردہ دفن ہو جائے تو اس کی قبر پر جاکر نماز جنازہ پڑھنے کے لئے چند قیود اور شرطیں بیان کرتے ہیں۔ مگر مولانا کسی شرط و قید کے بغیر ان دونوں باتوں کے قائل ہیں۔ لکھتے ہیں:

"اور جو مردہ دفن ہو چکا ہے تو نماز اسکی قبر پر جاکر پڑھے اور جو کوئی ایک بھی مسلمان قبر پر کسی طرح حاضر نہ ہو سکے تو نماز اسکی دور ہی سے پڑھ لے" (ص)

ان تصریحات کی روشنی میں کون کہہ سکتا ہے کہ مولانا ولایت علیؒ مسلک فقہی کے اعتبار سے اہل حدیث نہیں، حنفی تھے۔

ایک شبہ اور اسکا جواب

"تذکرۂ صادقہ" کی بعض عبارتوں کی بنا پر مولانا کے مسلک کے متعلق یہ شبہہ کیا گیا ہے کہ وہ حنفی تھے۔ اسلئے میں چاہتا ہوں کہ اسی سلسلہ میں اس شبہہ کا بھی ازالہ کر دوں۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر "تذکرۂ صادقہ" کی پوری بات سامنے ہو تو شبہہ آپ سے آپ دور ہو جائیگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"تذکرہ صادقہ" کے مولف لکھتے ہیں:۔

"آپ کی ترغیب تحصیل قرآن و احادیث اور وعظ و نصائح سے ملک ہندوستان میں عمل بالحدیث کا چرچہ ہوا اور تقلید و تعصب کی بنا کمزور و مضمحل ہونے لگی کیونکہ قرآن و حدیث کی محبت اور ان کی ترویج نے حق کو روشن کر دیا جاء الحق وزھق الباطل۔ اور آپ کے مریدان مسائل حنفیہ پر جب تک وہ کسی حدیث صریح غیر منسوخ کے مخالف نہ ہوتے عمل کرتے۔ کیونکہ سارے عمل کا خلاصہ اللہ کی خوشنودی کا ڈھونڈھنا ہے نہ کہ اختلاف پیدا کرنا۔ اگر یہ غرض پیش نظر رہے تو بیخ اختلاف خود خشک اور ڈھیلی پڑ جائے" (ص۱۱)

فرمائیے! یہ کیسے حنفی اور مقلد تھے جن کے وعظ اور نصائح اور قرآن و حدیث کی تحصیل کی ترغیب سے تقلید کی بنیادیں ہل گئیں۔ اور ہندوستان میں براہ راست حدیث پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ مذکورہ بالا اقتباس پر غور کیجئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا اور ان کے عقیدتمندوں کا طریقہ یہ تھا کہ وہ حنفی مذہب کے مسائل کو قرآن اور حدیث پر پیش کرتے تھے۔ جو مسائل قرآن اور حدیث کے خلاف معلوم ہوتے ان کو چھوڑ دیتے اور جو موافق ہوتے ان کو مان لیتے۔ بس یہی ہمارا اہلحدیث کا مذہب ہے۔ اس اصول کو تسلیم کر لینے کے بعد اگر کوئی شخص اپنے آپ کو اہل حدیث کہلوانے کے بجائے حنفی کہلوانا پسند کرتا ہے تو کرے ہمیں اس پر اعتراض نہیں ہے۔ احناف کیساتھ ہمارا حقیقی اختلاف نام کا نہیں ہے بلکہ اصول کا ہے۔ نام کا اختلاف تو محض ظاہری اور تعارفی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا ولایت علیؒ جس اعتبار سے اپنے کو حنفی کہتے تھے اس کی وضاحت کے لیے ایک مناظرہ کا واقعہ یہاں قابل ذکر ہے۔

مولانا عبدالرحیم مؤلف "تذکرہ صادقہ" لکھتے ہیں:۔

"اس ملت حقہ کی روزافزوں ترقی اور اشاعت قرآن و احادیث دیکھکر کوتاہ بین لوگوں نے مولوی محمد فصیح صاحب غازی پوری کو دو ہزار انعام کے وعدہ پر علماء حق سے مناظرہ کرنے کے لئے مدعو کیا مناظرہ کے دن مولوی ولایت علی صاحب نے مولوی محمد فصیح کی مع انکے ہمراہیوں کے دعوت کی۔ بہت سے علماء اور فضلاء اور خاص و عام جمع ہوئے مگر مولانا (ولایت علیؒ) نے مولوی محمد فصیح صاحب کو علحدہ کمرہ میں لیجا کر (کیونکہ مجلس عام میں گفتگو ہونے سے انسان حق کے قبول کرنے سے شرم کرتا ہے اور اصرار پر آمادہ ہوجاتا ہے) بحاضری چند اشخاص ان سے فرمایا کہ میں حنفی المذہب ہوں اور یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ اگر کوئی حنفی کسی حدیث صریح غیر منسوخ کو دیکھکر کسی مسئلہ فقہی کے خلاف عمل کرے تو وہ مذہب حنفی سے خارج نہیں ہوتا بفحوائے قول امام علیہ الرحمۃ اترکوا قولی بخبر الرسول۔ (میرے قول کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ترک کردو) یہ کلیہ مناظر صاحب کے فہم عالی میں آگیا اور انھوں نے حق کی طرفداری کرتے ہوئے مجمع عام میں بآواز بلند فرمایا کہ یہ جماعت حق پر ہے۔ احادیث الرسول پر عامل ہونے سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی شخص حنفیت سے خارج نہیں ہوتا۔ ہمارا اور ان کا مسلک ایک ہے۔ اس روز جلسہ برخاست ہوگیا۔ مگر جب مناظر صاحب اپنے قیام گاہ محلہ لودیکرہ واپس گئے تو ان کے مریدوں نے اور جن لوگوں نے ان کو دعوت دی تھی سخت خجل اور شرمندہ کیا۔ اور آپ کو دوبارہ برسرعام بحث کرنے پر مجبور کیا اور چند دیگر علماء خصوصاً مولوی واعظ الحق صاحب کو ان کی تائید کے لئے مقرر کیا۔ چنانچہ مولوی محمد فصیح صاحب مع معاونین بحث کے لئے مولوی الٰہی بخش صاحب کے مکان پر تشریف لائے۔ مولانا ولایت علی صاحب نے بحث کے لئے مولوی فیاض علی صاحب کو اور ان کی اعانت کے لیے مولوی حکیم ارادت حسین صاحب کو بھیجدیا۔ حکیم صاحب کتابیں کھول کھول کر مقامات مبحوث عنہ دکھاتے جاتے۔ اس مرتبہ بھی مولوی محمد فصیح صاحب نے اعتراف حق کیا مگر اس بار ضرورۃً مباحث بالاختصار قلمبند کرکے مناظر مولوی محمد فصیح صاحب غازی پوری سے اقرار دستخطی کرالئے گئے۔ جن کا خلاصہ یہ تھا کہ پابند مذہب حنفی اگر بوجہ ترجیح بالدلیل کسی حدیث صحیح غیر منسوخ پر مثل رفع یدین۔ آمین بالجہر وغیرہ کے عمل کرے تو وہ اپنے امام کے اتباع سے خارج نہیں ہوتا۔ (تذکرہ صادقہ) ص۱۱۹

دیکھئے مولانا ولایت علیؒ اپنے کو حنفی المذہب اس لیے نہیں کہتے کہ ان کے نزدیک فقہ حنفی کے سب مسائل حق ہیں۔ اور نہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ان مسائل کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب قرآن اور حدیث سے جانچنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ وہ صرف اس اعتبار سے اپنے کو حنفی المذہب کہتے ہیں کہ حدیثوں پر ان کا عمل امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے اس ارشاد کے مطابق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مقابلہ میں میرا قول چھوڑ دو اور حدیث پر عمل کرو۔ حتیٰ کہ وہ علماء جن کو انھوں نے مولوی محمد فصیح صاحب غازی پوری حنفی کے مقابلے میں مناظرہ کے لئے بھیجا تھا انھوں نے رفع یدین اور آمین بالجہر تک کو اسی اصول کے ماتحت صحیح ہونا منوالیا جس کا مطلب یہ ہوا کہ مولانا ولایت علی بھی اسی کے قائل تھے۔ کیونکہ یہ علماء مولانا ولایت علی ہی کی طرف سے گئے تھے اور جو کچھ گفتگو انھوں نے کی وہ مولانا کی نیابت اور وکالت میں کی۔ یہ دونوں مولانا کے عزیز اور ان کی تعلیم و تربیت سے خاص طور پر فیض یافتہ تھے۔

الحاصل اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ مولانا ولایت علی عقیدہ اور مسلک کے اعتبار سے اہلحدیث ہی تھے مگر چونکہ مجاہد، مبلغ اور داعی تھے اور ان کے نزدیک تحریک جہاد کے ساتھ ساتھ ان مسلمانوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح کا اہم کام مقدم تھا جو طرح طرح کی بدعات و خرافات کے علاوہ شرکیہ مراسم تک کی گندگیوں میں مبتلا تھے اور ان کے دل و دماغ پر جاہل پیروں اور دنیا پرست مولویوں کا قبضہ تھا جو اپنے ذاتی اغراض کی خاطر نام کے بہانے فتنہ برپا کرتے جیسا کہ بعد میں ہوا۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ (اپنے رب کے راستہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ" کے مطابق مولانا نے نام کی بحث میں الجھنا مناسب نہ سمجھا ہو۔ ورنہ آخر یہ کیا بات ہے کہ خود مولانا یا ان کے صحبت یافتہ بزرگوں کے قدم جہاں جہاں پہونچے ہر جگہ انہیں سنتوں کا احیاء اور رواج ہوا جن کے اہلحدیث قائل ہیں۔ اور حنفیت کے بجائے اہلحدیثیت کو فروغ ہوا۔ گاؤں کے گاؤں اور علاقے کے علاقے اہلحدیث ہو گئے جیسا کہ آئندہ صفحات میں اس کا ذکر آئے گا۔

مولانا ولایت علیؒ کے خاندان اور دوسرے اقرباء کا مسلک

مہر صاحب مولانا ولایت علیؒ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"مولانا رائے بریلی میں تربیت پا کر وطن گئے تو زندگی کا ایک ایک لمحہ وعظ و تبلیغ کے لئے وقف کر دیا۔ انھیں کی کوشش سے ان کا خاندان اور دوسرے اعزہ و اقرباء سید صاحب سے وابستہ ہوئے۔ مثلاً مولانا کے والد مولوی فتح علی۔ ان کے بھائی مولانا عنایت علی، مولانا طالب علی اور مولانا فرحت حسین۔ ان کے اقرباء میں سے مولانا شاہ محمد حسین، مولوی الٰہی بخش، مولانا احمد اللہ، مولانا یحییٰ علی مولانا فیاض علی، مولوی قمر الدین، مولوی باقر علی، غرض ان سے تعلق رکھنے والوں میں ایک بھی فرد ایسا باقی نہ رہا جس نے سید صاحب کی ارادت کا حلقہ اپنی گردن میں نہ ڈال لیا ہو، اور ان حضرات کی قربانیاں تاریخ مجاہدین کا نہایت شاندار اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درخشاں باب ہیں :۔ (سرگذشت مجاہدین ص ۲۲)

جب دلائل اور شواہد سے وضاحت کے ساتھ یہ ثابت ہو گیا کہ مولانا ولایت علیؒ اہل حدیث تھے تو اب اسی سلسلے میں ہم چاہتے ہیں کہ مولانا موصوف کے خاندان اور دوسرے اعزہ و اقرباء کے مسلک کے متعلق بھی بات صاف ہو جائے ۔ کیونکہ بقول مہر صاحب ان حضرات کی قربانیاں بھی تاریخ مجاہدین کا نہایت شاندار اور درخشاں باب ہیں ۔

ابھی اوپر "سرگذشت مجاہدین" کے حوالے سے جو اقتباس پیش کیا گیا ہے اس میں مولانا عنایت علیؒ کا ذکر بھی ہے ۔ یہ مولانا ولایت علیؒ کے منجھلے بھائی ہیں ۔ ان کو مولانا ولایت علیؒ نے بنگال کے خطہ میں تبلیغ و ہدایت کے لئے مقرر فرمایا تھا ان کے حالات میں لکھا ہے کہ :۔

> آپ نے بارِ اول مسلسل سات برس اس خطہ میں قریہ بقریہ نہایت جانفشانی اور حلم کے ساتھ گشت فرمایا ۔ لاکھوں خلقت کو قعر ظلمت سے نکال کر شمع ہدایت کا گرویدہ کر دیا ۔ اور قرآن و احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی طرف توجہ دلایا ۔ جناب کے مسترشدین اور ان کی اولاد آج تک خطہ بنگال میں محمدی کے لقب سے ممتاز ہیں ۔ (تذکرۂ صادقہ ص ۱۳۳)

اہل حدیث ہی کا دوسرا نام "محمدی" بھی ہے ۔ سید احمد شہیدؒ کی جماعت میں جو گروہ مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ کی زیر تربیت تھا وہ "محمدی" کہلاتا تھا ۔ چنانچہ ایک انگریز نے سید صاحب کی جماعت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ :۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو مختلف اور متضاد گروہوں سے مرکب تھی جنھیں متحد رکھنے میں وہ (یعنی سید صاحب) مدت العمر ساعی رہے۔ ان میں سے ایک گروہ کے سردار مولوی عبدالحی اور مولوی کرامت علی جونپوری تھے جو اہل سنت کا طریقہ رکھتے تھے۔ اور دوسرے گروہ کے سردار مولوی اسمٰعیل تھے جو چاروں اماموں کی تقلید سے آزاد تھے اور براہ راست حدیث کو اپنا ماخذ قرار دیتے تھے۔ خود سید احمد صاحب عمل کے اعتبار سے حنفی تھے مگر اوسی کے ساتھ مولوی اسمٰعیل صاحب کی جماعت کی سرپرستی کرتے تھے جو اپنے کو محمدی کہتے تھے" (مسلمانوں کا روشن مستقبل ص۱۰۴)

مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسری مرحوم کو کون نہیں جانتا کہ وہ پنجاب سے نکل کر دوسرے مقامات کے جلسوں اور مناظروں میں بھی تشریف لیجایا کرتے تھے۔ ۲۵ر اپریل ۱۹۱۳ء کے اخبار "اہلحدیث" میں بنگالہ کے اپنے ایک سفر کا کچھ حال شائع کیا ہے ضلع دمکا اور ضلع مرشد آباد کے متعدد گاؤں مثلاً دلال پور، اسلام پور، جنگی پور، سورج نرائن پور وغیرہ میں جانے کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے۔ اسی سلسلے میں لکھتے ہیں:۔

"اس کے علاوہ میں اس سفر میں یہ بات بھی سوچتا رہا کہ بنگالہ میں اہلحدیث جماعت کی اتنی کثرت کیسے اور کس کے ذریعہ سے ہوئی؟ تو مجھے بتلایا گیا کہ جناب مولانا عنایت علی اور مولانا ولایت علی صاحبان کی یہ برکت ہے" (اہلحدیث جلد دہم ع۲۶)

ان شواہد کے بعد کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے اس بات کے ثبوت میں کہ مولانا عنایت علی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلکاً اہل حدیث تھے۔

○ ـــــ مولانا ولایت علی کے ایک خاص عزیز اور خلیفہ مولانا فیاض علیؒ تھے۔ مولانا ولایت علیؒ کے مسلک کے بارے میں گفتگو کے سلسلے میں مولوی محمد فصیح صاحب غازی پوری حنفی کے ساتھ مناظرہ کا جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس میں گذر چکا ہے کہ مناظر یہی مولانا فیاض علی تھے۔ جنھوں نے حنفی مناظر سے یہ اقرار کرالیا کہ "حنفی مذہب کا پابند اگر بوجہ ترجیح بالدلیل کسی حدیث صحیح غیر منسوخ پر مثل رفع یدین، آمین بالجہر وغیرہ کے عمل کرے تو وہ اپنے امام کی اتباع سے خارج نہیں ہوتا" اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولانا فیاض علیؒ کے نزدیک یہ مسائل حدیث صحیح غیر منسوخ سے ثابت ہیں، اور دلیل کی رو سے انھیں پر عمل کرنا راجح ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک نزاعی مسائل کو دلیل سے جانچنا چاہیئے کہ کون راجح ہے اور کون مرجوح، کون قوی ہے اور کون ضعیف۔ اور ایسا کرنے والا حنفی مذہب سے خارج نہیں ہوگا۔

اہلحدیث بھی یہی کہتے ہیں کہ آج جو لوگ تقلید شخصی کو واجب کہتے ہیں اور اپنے آپ کو امام ابوحنیفہؒ کا مقلد بتاتے ہیں، وہ درحقیقت امام صاحب کے پورے اور سچے مقلد نہیں ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں نے امام صاحب کے قول "اترکوا قولی بخبر الرسول" (حدیث رسولؐ کے مقابلہ میں میرا قول چھوڑ دو) اور "اذا صح الحدیث فھو مذھبی" (جب صحیح حدیث سے کوئی بات ثابت ہوجائے تو وہی میرا مذہب ہے) کو نظر انداز کردیا ہے۔ پس اصول کو ماننے والا اور عملاً اس کو برتنے والا اگر اپنے کو حنفی کہتا ہے تو کہے حقیقۃً وہ اہل حدیث ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے علاوہ مولانا فیاض علیؒ کے اہلحدیث ہونے کا ایک بڑا ثبوت ان کا رسالہ "فیض الغیوض" ہے۔ یہ رسالہ بھی مجموعہ مسائل تسعہ میں (جس کا ذکر گذشتہ نمبر میں آچکا ہے) شامل ہے۔ اصل رسالہ فارسی زبان میں ہے۔ اس کا ترجمہ مولوی الٰہی بخش صاحب بہاریؒ نے کیا ہے اسی ترجمہ کے ساتھ یہ رسالہ شائع ہوا ہے۔ یہ رسالہ مجموعہ رسائل تسعہ کے ص۱۰۷ سے شروع ہو کر ص۱۳۵ پر ختم ہوا ہے۔ اس میں شروع سے آخر تک تمام باتیں تقلید اور عمل بالحدیث ہی کے متعلق سوال اور جواب کے عنوان سے بیان کی گئی ہیں۔ اس کا ایک ایک حرف اہل حدیث مذہب کے مطابق ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ اس میں بڑی بصیرت کے ساتھ بہترین انداز میں اہلحدیث مذہب کی پوری پوری ترجمانی کی گئی ہے سوالات کے جواب میں حسب موقع آیت اور حدیث کے علاوہ تائید کے لئے بکثرت علمائے سلف کے اقوال بھی نقل کئے گئے ہیں۔ مختصر طور پر کچھ اقتباسات ہم یہاں پیش کرتے ہیں:۔

سوال از علمائے ربانیین وفقہائے راسخین کسے کہ بدرجہ اجتہاد نرسیدہ است خواہ عالم باشد خواہ عامی عمل بر حدیث نمودن اورا جائز است یانہ۔ بینوا توجروا۔

علمائے ربانیین وفقہاء راسخین سے سوال ہے کہ جو شخص اجتہاد کے درجہ پر نہیں پہونچا ہو خواہ وہ عالم ہو یا جاہل اس کو حدیث پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب الحکم للہ وھو احکم الحاکمین

جواب۔ حکم اللہ ہی کے لئے ہے اور وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عالمیکہ بتاویل عبارت عارف است
و ناسخ را از منسوخ می فہمد و صحیح را از
ضعیف می شناسد و بر کتب متداولہ
محدثین قدرت می دارد عمل بر حدیث
نمودن او را جائز است باتفاق امام
اعظمؒ و صاحبیہ رحمہم اللہ تعالے ،
اما کسے کہ عامی باشد عمل بر حدیث
نمودن او را ہم واجب است نزد
امام اعظمؒ و محمدؒ خلافاً لابی یوسف

سوال : تابع مجتہدے را اگر حدیثے
صحیح صریح غیر منسوخ مخالف قول امام
خود رسد عمل بر حدیث نماید یا بر
قول امام ؟ و اگر بر قول امام کند و
حدیث را ترک سازد حال او عند اللہ
چیست ؟ بیان کنید این مسئلہ را از اول

سب حاکموں سے بڑا حاکم ہے ۔ جو عالم
کہ عبارت کا مطلب بیان کرنا جانتا
ہے ، اور ناسخ کو منسوخ سے (امتیاز
کرنا) پہچانتا ہے اور صحیح کو ضعیف
سے جدا کرتا ہے اور محدثین کی متداول
کتابوں کے سمجھنے کی قدرت رکھتا ہے
اس کو حدیث پر عمل کرنا جائز ہے
اس پر اتفاق ہے امام اعظمؒ (ابو حنیفہؒ)
اور ان کے دونوں شاگرد (امام ابو یوسفؒ
و امام محمدؒ) کا لیکن وہ شخص جو عامی (جاہل)
ہے سو اسکو بھی حدیث پر عمل کرنا واجب ہے
امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک امام
ابو یوسفؒ اس کے خلاف ہیں ......

سوال :- ایک شخص ایک مجتہد کا مقلد ہے
اگر اسکو کوئی ایسی صحیح صریح غیر منسوخ حدیث
ملے جو اس کے امام کے قول کے مخالف ہو تو
اس کو اپنے امام کے قول پر عمل کرنا چاہیے
یا اس حدیث پر ؟ اگر وہ اپنے امام کے
قول پر عمل کرے اور حدیث کو چھوڑ دے
تو اسکا حال اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا ہوگا ؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہائے عظام وصوفیائے کرام بتوفیق
اللہ الملک العلام

جواب. وقتیکہ کسے حدیث صحیح صریح
غیر منسوخ یابد عمل بر حدیث نمودن
او را واجب است بلکہ از عبارت
ہدایہ وغایۃ البیان وبحر الرائق ودر مختار
وعنایہ وغیرہ کہ بالا مذکور شد مفہوم
می شود کہ اگر حدیث صریح ہم نباشد
بلکہ احتمال تاویل یا نسخ داشتہ باشد
واطلاع بر تاویل ونسخ آں نشود آں
وقت ہم غیر مجتہد را عمل بر ظاہر آں
حدیث کردن واجب است و
استفسار از کدام مفتی ومجتہد لازم
نیست نزدیک امام اعظم ومحمد رحمہما اللہ
ونزد ابی یوسف نیز وقتیکہ عامی جاہل
محض نباشد ہمیں حکم است وہر کہ
حدیث یا آیۃ مخالف قول امام خود را
ترک سازد وعمل بر قول امام خود کند
شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ

اس مسئلہ کو فقہاء اور صوفیاء کے اقوال
سے بیان کیجئے۔

جب کوئی شخص حدیث صحیح غیر منسوخ پاوے
تو اسکو اس حدیث پر عمل کرنا واجب ہے
بلکہ ہدایہ وغایۃ البیان وبحر الرائق ودر مختار
وعنایہ وغیرہ کی جو عبارات[1] اوپر مذکور ہوئی
اس سے سمجھا جاتا ہے کہ اگر حدیث صریح بھی نہ
ہو بلکہ احتمال تاویل یا نسخ کا رکھتی ہو اور
اسکی تاویل اور نسخ پر اطلاع نہ ہو تو اس وقت
بھی غیر مجتہد کو اس ظاہر حدیث
پر عمل کرنا واجب ہے اور کسی مجتہد اور مفتی
سے پوچھنا لازم نہیں ہے نزدیک امام
اعظم رح اور امام محمد رح کے۔ اور امام ابو یوسف رح
کے نزدیک بھی جس وقت کہ عامی جاہل محض
نہ ہو یہی حکم ہے۔ اور جو شخص کہ اس حدیث
یا آیت کو جو اس کے امام کے قول کے مخالف
ہے ترک کر دے اور اپنے امام ہی کے قول
پر عمل کرے اس کی نسبت شیخ محی الدین
ابن العربی رضی اللہ عنہ جو علمائے

---

[1] یہ عبارتیں اس رسالہ میں مذکور ہیں یہاں ہم نے اختصار کے خیال سے ان کو نقل نہیں کیا ہے ۱۲ رحمانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

که از علمائے ابرار و امام صوفیائے
کبار است آنکس را در کتاب فتوحات
مکیہ گمراہ و خارج از دین خدا نوشتہ
است ....

ابرار اور صوفیائے کبار میں سے
ہیں کتاب فتوحات مکیہ میں
فرماتے ہیں کہ وہ شخص گمراہ اور خدا
کے دین سے خارج ہے ......

اس سلسلے میں مولانا فیاض علیؒ نے تقلید کی مذمت اور ممانعت کے بارے میں بہت سی کتابوں کی عبارتیں اور علمائے سلف کے اقوال کثرت سے نقل کئے ہیں مثلاً لکھتے ہیں :-

وقال الشیخ الکردری فی رسالتہا
ان طریقۃ المشائخ الصوفیۃ
عموماً وطریقۃ الاکابر النقشبندیۃ
خصوصاً اتباع السنۃ النبویۃ
وعدم التقیید بمذہب معین
او قول عالم صدق محقق ولیس
التعصب بمذہب معین من
اداب القوم واخلاقہم انتہٰی

اور شیخ کردریؒ نے اپنے رسالہ میں
فرمایا ہے کہ سنت کی اتباع کرنا ہی مشائخ
صوفیہ کا عموماً اور اکابر نقشبندیہ کا
خصوصاً طریقہ ہے۔ ان کا طریقہ کسی معین
مذہب کی پابندی نہیں ہے اور
کسی سچے محقق عالم کی تقلید ان
کا شیوہ ہے اور مذہب معین پر تعصب
کرنا آداب و اخلاق صوفیہ سے خارج ہے

∴ ∴ ∴

کتب تمام فقہائے عظام و صوفیائے
کرام ازیں معنی مملو و مشحون است
اگر ہمہ را ذکر کنم یک بار شتر گردد

کل فقہائے عظام اور صوفیائے کرام
کی کتابیں اس مضمون سے بھری پڑی
ہیں۔ اگر ہم ان سب کو ذکر کریں تو ایک اونٹ کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال الشیخ عبد الوہاب الشعرانی فی الیواقیت والجواہر روی عن ابی حنیفۃ انہ کان یقول لا ینبغی لمن لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی وکان الامام مالک یقول ما من احد الا ماخوذ من کلامہ ومردود علیہ الا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وروی الحاکم والبیہقی عن الشافعیؒ انہ کان یقول اذا صح الحدیث فھو مذھبی وفی روایۃ اذا رأیتم کلامی یخالف الحدیث فاعملوا بالحدیث واضربوا بکلامی الحائط وکان الامام احمدؒ یقول لیس لاحد مع اللہ ورسولہ کلام لا تقلدنی ولا تقلدن مالکا ولا الاوزاعی ولا النخعی ولا غیرھم وخذ الاحکام من حیث اخذوا من الکتاب والسنۃ انتھی

وقال السیوطی فی کتابہ الرد علی من اخلد الی الارض معزیا الی

بوجھ ہو جائے۔ شیخ عبد الوہاب شعرانی یواقیت والجواہر میں لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رح فرماتے تھے کہ جو شخص میری دلیل کو نہیں جانتا اس کو لائق نہیں ہے کہ میرے قول پر فتوی دے۔ اور امام مالکؒ فرماتے تھے کہ کوئی شخص نہیں ہے مگر اس کا قول لیا بھی جاتا ہے اور رد بھی کر دیا جاتا ہے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ حاکم اور بیہقی نے امام شافعیؒ سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے تھے جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب میرے کلام کو حدیث کے خلاف دیکھو تو حدیث پر عمل کرو اور میرے کلام کو دیوار پر مار دو۔ اور امام احمد فرماتے تھے کہ اللہ اور رسول کے ساتھ کسی کے کلام کو وزن نہیں کیا جاتا۔ ہرگز میری تقلید نہ کرنا اور نہ مالکؒ کی، نہ اوزاعی کی، نہ نخعی کی، نہ ان کے علاوہ کسی اور کی۔ بلکہ تم بھی احکام وہیں سے لو جہاں سے ان لوگوں نے لیا ہے یعنی کتاب اور سنت سے۔ سیوطی نے لکھا ہے کہ کیا امام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كتاب التخليص هل اباح مالكؒ وابو حنيفةؒ والشافعيؒ قط لاحد تقليدهم حاشا لله من هذا بل انهم قد نهوا عن ذلك ومنعوا منه ولم يفسحوا لاحد فيه انتهى وفي روضة العلماء عن الامام ابي حنيفة اتركوا قولي بخبر الرسول وخبر الصحابة .....

.... وقدوة المحدثين ابن حزم رح اين چنين تقليد را كه حديث صحيح را متروك سازد وبر مسائل قياسيه امام خود عمل نمايد حرام نوشته حيث قال في كتاب النبذ الكافية في علم الاصول التقليد حرام ولا يحل لاحد ان ياخذ قول احد غير رسول الله صلى الله عليه وسلم بلا برهان

مالک اور امام ابوحنیفہؒ نے یا امام شافعی نے کسی کو اپنی تقلید کی اجازت دی ہے؟ حاشا للہ انھوں نے کبھی ایسا نہیں کیا بلکہ ان لوگوں نے تو اس سے منع کر دیا ہو۔ روضۃ العلماء میں امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ میرے قول کو حدیث رسول اور خبر صحابہ کے مقابلے میں چھوڑ دو۔

.... قدوۃ المحدثین ابن حزمؒ نے ایسی تقلید کو حرام لکھا ہے جس میں کوئی شخص حدیث کو چھوڑ دے اور اپنے امام کے مسائل قیاسیہ پر عمل کرے چنانچہ انھوں نے کہا ہے کہ تقلید حرام ہے اور کسی کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی (امتی) کا قول بلا دلیل مان لے . . . .

. . . .

مولانا فیاض علی نے اسی جواب کے ذیل میں اپنی تائید میں شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی کتابوں سے بھی عبارتیں نقل کی ہیں۔ آخر میں مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی ایک عبارت بڑی عقیدت سے پیش کی ہے لکھتے ہیں:-

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و محدث اکمل، فقیہ بے بدل، عالم
باعمل، واصل الی اللہ، شہید
فی سبیل اللہ، حضرت مولٰنا اسمٰعیل
علیہ الرحمۃ در کتاب صراط مستقیم
نوشتہ کہ در اعمال اتباع مذاہب
اربعہ کہ رائج در تمام اہل اسلام
است بہتر و خوب است لیکن
علم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم را منحصر
در علم یک شخص از مجتہدین نداند
بلکہ علم نبوی منتشر در آفاق گردیدہ
است بموجب مقتضیات وقت
بہر کسی رسیدہ و بعد آن کہ کتب مصنف
شدہ جمعیت آں علوم ظاہر گشتہ پس
در ہر مسئلہ کہ حدیث صحیح صریح غیر
منسوخ یابد اتباع ہیچ مجتہد دراں
نکند و اہل حدیث را مقتدائے خود
شناسد و بدل محبت ایشاں دارد
و تعظیم ایشاں لازم شمرد کہ حاملاں
علم پیغمبر اند و بنوعے فائدہ مصاحبت

و محدث اکمل، فقیہ بے بدل، عالم
باعمل، واصل الی اللہ، شہید فی سبیل اللہ
حضرت مولٰنا اسمٰعیل نے صراط مستقیم
میں لکھا ہے کہ اعمال میں مذاہب اربعہ
کی اتباع جو تمام اہل اسلام میں رائج
ہے بہتر اور خوب ہے لیکن پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم کے علم کو کسی ایک
ہی مجتہد کے علم میں منحصر
نہ سمجھے کیونکہ علم نبوی سارے
جہان میں پھیلا ہے اور مقتضائے
وقت کے مطابق ہر آدمی کو پہونچا
ہے۔ اور کتابوں کی تصنیف کے
بعد اجتماعی حالت ان علوم کی ظاہر
ہوئی۔ پس جس مسئلہ میں حدیث صحیح صریح
غیر منسوخ پاوے اس میں کسی مجتہد کی
پیروی نہ کرے۔ اور اہل حدیث کو اپنا
مقتدا جانے اور دل میں ان کی محبت
رکھے اور ان کی تعظیم کو لازم شمار
کرے کیونکہ وہ لوگ علم پیغمبر کے حامل ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کردہ، قبول جناب رسالت مآب گشتہ اند و مقلدان تعظیم و توقیر مجتہدان بخوبی می دانند محتاج آگاہی بر آن نیستند

اور ایک طرح پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کا شرف حاصل کرکے مقبول جناب رسالتماٰب ہوئے ہیں اور مقلدین مجتہدوں کی تعظیم و توقیر کو خوب جانتے ہیں بتانے کے محتاج نہیں ہیں۔

اس سوال کے جواب میں کہ عامی کے لئے تمام مسائل میں مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کی تعیین واجب ہے؟ یا اس کے لئے جائز ہے کہ ایک مسئلہ میں کسی مجتہد کی اتباع کرے اور دوسرے مسئلہ میں دوسرے مجتہد کی، فرماتے ہیں:-

قول ارجح و محقق درین باب آنست کہ عامی را تعیین مذہب معین واجب نیست بلکہ ہر مفتی ربانی کہ عامی را اعتماد بر او باشد ازو فتوی بطلبد ہمان فتوی مذہب اوست و اگر فتوی نرسد و عمل او موافق مذہب کسے از مجتہدین افتادہ آن ہم کفایت می کند ....

قول ارجح اور محقق اس باب میں یہ ہے کہ عامی کے لئے کسی معین مذہب کی تعیین واجب نہیں ہے بلکہ جس مفتی ربانی پر اس کا اعتماد ہو، اس سے فتویٰ پوچھے وہی فتویٰ اس کا مذہب ہے اور اگر فتویٰ نہ پہونچے مگر اس کا عمل کسی مجتہد کے مذہب کے موافق پڑے تو یہ بھی کافی ہے ....

اپنے اس جواب کی تائید میں بحر الرائق کی عبارت نقل کرنے کے بعد مولانا عبد العلی بحر العلوم کا یہ کلام بھی بحوالہ شرح مسلم الثبوت پیش کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لا واجب الا ما اوجبه الله تعالیٰ	واجب وہی ہے جس کو اللہ نے واجب
وله الحکم ولم یوجب علی احد	کیا ہے کیونکہ وہی حاکم ہے اور اللہ نے
ان یتمذهب بمذهب رجل من	کسی پر واجب نہیں کیا ہے کہ وہ
الائمة فایجابه تشریع جدید	اماموں میں سے کسی امام کے مذہب کو
	اپنا مذہب بنائے لہٰذا اس بات کو واجب
	قرار دینا ایک نئی شریعت نکالنا ہے

آیت اِتَّخَذُوا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کی تفسیر میں حضرت عدی بن حاتمؓ کی مرفوع روایت نقل کرنے کے بعد مولانا فیاض علیؒ نے لکھا ہے :-

پس از آیۂ کریمہ حسب تفسیر رسول اللہ	پس اس آیت کریمہ سے حسب تفسیر
صلی اللہ علیہ وسلم مستفاد گشتہ کہ تقلید	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معلوم ہوا
بحت را واجب کردن واز تتبع	کہ تقلید محض کو واجب کرنا اور آیات
آیات واحادیث اعراض نمودن	واحادیث کے تتبع سے منہ پھیرنا شرک
شرک است العیاذ باللہ	ہے اللہ پناہ دے۔

مولانا فیاض علیؒ نے اس خیال فاسد کی بھی پرزور تردید کی ہے کہ اجتہاد مطلق ائمہ اربعہ پر ختم ہو گیا۔ ائمہ اربعہ کے بعد کوئی مجتہد مطلق پیدا نہیں ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔ فرماتے ہیں :-

حکم اختتام اجتہاد مطلق بر آئمہ	اجتہاد مطلق کے ائمہ اربعہ پر اور
اربعہ و اختتام اجتہاد فی المذہب	اجتہاد فی المذہب کے علامہ نسفی پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بر علامہ نسفی تعصب بحت است در رجم بالغیب و محض خالی از دلائل و براہین است بلکہ ناشی از ضلال بین اخبار بالغیب خاصہ رب العالمین است قال اللہ تعالیٰ وعندہ مفاتح الغیب

ختم ہو جانے کا حکم لگانا محض تعصب ہے اور بغیر دیکھے پتھر پھینکنا ہے اور دلائل و براہین سے بالکل خالی ہے بلکہ صریح گمراہی ہے کیونکہ غیب کی خبر دینا رب العالمین کا خاصہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں ۔

اپنے جواب کی تائید میں مولانا غلام النبی سیالوی اور مولانا عبد العلی کی کتابوں سے عبارتیں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں :۔

وبعد ائمہ اربعہ جمعی از علماء بدرجۂ اجتہاد مطلق مستقل رسیدہ اند و احداث مذاہب جدیدہ نمودہ و مذاہب بعضے آنہا تبوع یافتہ مثل ابی ثور کہ از ائمہ مشہورین و مجتہد مستقل بود . . . . ومثل محمد بن اسماعیل بخاری کہ صاحب مذہب مستقل بود . . . . ومثل داؤد ظاہری کہ مجتہد مستقل بود . . . . . . ومثل ابی جعفر محمد بن جریر طبری کہ صاحب مذہب مستقل بود . . . .

ائمہ اربعہ کے بعد علماء کی ایک جماعت اجتہاد مطلق مستقل کے درجہ کو پہونچی ہے اور مذہب جدید کی بانی ہوئی ہے ان میں سے بعض کا مذہب شائع بھی ہوا جیسے امام ابو ثور ہیں جو ائمہ مشہورین میں سے ہیں اور مجتہد مستقل تھے . . . . اور جیسے محمد بن اسماعیل بخاری ہیں یہ بھی مستقل مذہب والے تھے . . . . اور جیسے داؤد ظاہری ہیں . . . . اور ابو جعفر محمد بن جریر طبری ہیں دونوں صاحب مذہب مستقل تھے . . . .

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی اس بات کے ثبوت میں مولانا نے کبار علمائے سلف کے اقوال باحوالہ پیش کئے ہیں۔ ہم نے اختصار کے خیال سے ان کو حذف کر دیا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:۔

القصہ جملہ علمائے مجتہدین کہ بعد از ائمہ اربعہ شدہ اند قرناً بعد قرن الی یومنا ہذا کہ مذہب بعض آنہا شیوع یافتہ و مذہب اکثرے آنہا در ازمنہ فاسدہ بسبب تعصب متعصبین شیوع نیافتہ اگر اسامی ہمہ آنہا ذکر کردہ شود یک دفتر عظیم گردد و حال ہر اقلیم دریافتن مشکل، در ملک ما یعنی در ملک ہندوستان در دوازدہ صدی حضرت شیخ الشیوخ مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ گذشتہ اند کہ تبحر علم واجتہاد شان از تصانیف شان ظاہر است، کتاب حجۃ اللہ البالغہ بینۂ قویہ آں است بر وسعت علم واجتہاد شان، وبعدہ صاحبزادۂ والا تبار ایشاں حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ

حاصل کلام علمائے مجتہدین جو ائمہ اربعہ کے بعد یکے بعد دیگرے ہمارے اس زمانے تک ہوئے ہیں بعض کا مذہب تو شائع ہوا اور اکثر کا مذہب خراب زمانوں میں متعصبوں کے تعصب کی وجہ سے رواج نہیں پا سکا اگر ان سب کے نام لکھے جائیں تو ایک بڑا دفتر ہو جائے اور ہر ملک کا حال معلوم ہونا بھی مشکل ہے۔ ہمارے ملک ہندوستان میں بارہویں صدی میں حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ گذرے ہیں جن کا تبحر علم واجتہاد ان کی تصنیفات سے ظاہر ہے۔ کتاب حجۃ اللہ البالغہ قوی دلیل ان کے وسعت علم واجتہاد کی ہے۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ بھی اجتہاد کا منصب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز منصب اجتہادی داشتند تصانیف
شان دلیل بین برآں است ، ودر
زمان ما فاضل اکمل ، محدث بے بدل
شیخنا مولانا محمد اسمٰعیل علیہ الرحمہ
ملکۂ اجتہاد باتم الوجوہ می داشتند،
جم غفیر ومجمع کثیر از علمائے ربانیین در
ملک ہندوستان قائل بملکۂ اجتہاد
حضرت ایشاں ہستند بلکہ صیت
علم شان تا بلاد عرب رسید افضل علمائے
مکہ معظمہ الشیخ عبداللہ سراج قائل سعت
علم وملکۂ اجتہاد حضرت ایشاں بود
اگر چندے در دیار عرب قیام می فرمود
صیت علم حضرت شاں تمام جہان
را فرا می گرفت وکسانیکہ در حق حضرت
ایشاں طعن می کنند محض تعصب و
عناد است اعتبار را نشاید المعاصرۃ
اصل المنافرۃ . . . . ومجتہد فی المذہب
وفی بعض المسائل صدہا قرنا بعد
قرن بودہ اند ذکر اسامی انہا را ایں

رکھتے تھے ان کی تصانیف بھی اس کی
روشن دلیل ہیں ۔ اور ہمارے زمانے
میں فاضل اکمل ، محدث بے بدل شیخنا
مولانا محمد اسمٰعیل علیہ الرحمہ اجتہاد کا
ملکہ پورے طور پر رکھتے تھے ۔ ملک
ہندوستان میں علماء ربانیین کی ایک
بڑی جماعت ان کے ملکۂ اجتہاد کی
قائل ہے بلکہ ان کے علم کا شہرہ بلاد
عرب تک پہونچ گیا ہے ۔ مکہ معظمہ کے
افضل ترین عالم شیخ عبداللہ سراج
مولانا (اسمٰعیل) کے وسعت علم اور
ملکۂ اجتہاد کو مانتے تھے ۔ (اگر مولانا
شہید) دیار عرب میں کچھ دن قیام
فرماتے تو ان کے علم کی شہرت تمام
جہان میں پھیل جاتی ۔ جو لوگ ان پر طعن
کرتے ہیں یہ ان کا محض تعصب اور
عناد ہے جو قابل اعتبار نہیں ہے ۔
معاصرت اصلی سبب ہے نفرت کا . .
. . (یہ مجتہد مطلق کا ذکر تھا) ہے مجتہد فی المذہب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختصر ہرگز متحمل نیست بلکہ احاطہ | اور مجتہد فی بعض المسائل تو یہ تو ہر
اسامی شان متعذر ..... | زمانے میں سیکڑوں ہوئے ہیں اس
؞ ؞ ؞ | مختصر رسالے میں ان سب کے نام
؞ ؞ ؞ | ذکر کرنے کی گنجائش نہیں ہے بلکہ
؞ ؞ ؞ | ان سب کے ناموں کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔

اختصار کے باوجود یہ اقتباسات کافی طویل ہو گئے مگر فائدے سے خالی نہیں ہیں۔ صادق پور کے ان مجاہد بزرگوں کے متعلق بعض بڑوں نے بھی لکھ دیا ہے کہ "وہ حنفی تھے۔ اہلحدیثیت تو ان کے ہاں بہت بعد میں آئی"[1] اس لئے اس غلط فہمی کو دور کرنے کی ضرورت تھی۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ جس نے عمل بالحدیث اور تقلید کی نسبت اتنی صاف صاف باتیں لکھی ہوں۔ جو مروجہ مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی تعیین اور پابندی کو عامی یعنی جاہل کے لئے بھی ضروری نہ جانتا ہو۔ جو ائمہ اربعہ پر اجتہاد مطلق کے ختم ہو جانے کے عقیدہ کو "ناشی از ضلال مبین" قرار دیتا ہو اس کی نسبت ہم کس طرح یہ دعویٰ تسلیم کر لیں کہ وہ اہلحدیث نہیں بلکہ حنفی اور مقلد تھے؟ حاشا ثم حاشا۔

○ جاں نثاران راہ حق صادق پوریوں میں ایک بزرگ مولانا یحییٰ علی علیہ الرحمہ بھی ہیں۔ یہ مولانا فیاض علی مذکور کے بھائی ہیں جو عمر میں مولانا

---

[1] ظاہری انتساب اور تسمیہ کے اعتبار سے اہل حدیثیت ان کے ہاں بعد میں آئی ہو تو آئی ہو۔ لیکن عقیدے کے اعتبار سے یہ حضرات یقیناً بہت پہلے اہل حدیث ہو چکے تھے ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیاض علی سے دس برس چھوٹے تھے۔ ان کے حالات میں لکھا ہے کہ "آمین ورفع الیدین کی متروکہ سنت کا احیاء صوبہ بہار میں آپ ہی نے فرمایا" (تذکرہ صادقہ ص۶۷) بتائیے! اس کے باوجود ان کو حنفی سمجھا جائے یا اہل حدیث؟

"تذکرہ صادقہ" کے مؤلف مولانا عبدالرحیم صادق پوری بھی انگریز کے معتوب رہ چکے ہیں جس کا ذکر اپنے موقع پر آئے گا۔ یہ مولانا ولایت علیؒ کے حقیقی بھتیجے ہیں۔ انھوں نے مولانا یحیٰی علیؒ کے متعلق مذکورہ بالا الفاظ جس انداز میں لکھے ہیں یہ بجائے خود اس بات کی دلیل ہے کہ مولانا عبدالرحیم بھی اہل حدیث تھے۔ اس لئے کہ کسی حنفی عالم سے یہ بہت بعید ہے کہ وہ آمین اور رفع الیدین پر عمل متروک ہونے کو "سنت کا مردہ ہونا" اور اس کے رواج پانے کو "سنت کا زندہ ہونا" قرار دے۔ یہ تو وہ حضرات ہیں جن کے متعلق خصوصیت کے ساتھ ہم کو اہل حدیث ہونے کا ثبوت مل جاتا ہے۔ اب رہے وہ حضرات جن کا معاملہ معرض سکوت میں ہے۔ نہ انکے حنفی ہونے کا کوئی واضح ثبوت ہے اور نہ اہل حدیث۔ تو ان کی نسبت ہم کہہ سکتے ہیں کہ بقول مولانا غلام رسول مہر جب یہ لوگ مولانا ولایت علیؒ کی کوشش اور ان کے وعظ وارشاد سے متاثر ہو کر اس تحریک میں داخل ہوئے تھے تو ظاہر یہی ہے کہ جو مسلک مولانا ولایت علی کا تھا وہی ان حضرات نے بھی اختیار کیا ہوگا۔ لہٰذا جب تک اس کے خلاف کوئی واضح دلیل نہیں ملے گی ہم ان سب حضرات کو بھی اہل حدیث ہی قرار دیں گے۔ اس موقع پر ہم مولانا عبیداللہ سندھی کا ایک بیان بھی قابل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکر سمجھتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:۔

"مولانا ولایت علی کی تحریک کے متعلق ہمارا اپنا خیال یہ ہے کہ وہ مولانا اسمٰعیل شہید کی اس خاص جماعت کو جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے، زندہ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اسی لئے مولانا نذیر حسین اور نواب صدیق حسن جیسے عالم بھی ان کا ساتھ دیتے ہیں۔" (شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک صفحہ ۱۳۱)

مولانا اسمٰعیل شہید کی یہ "خاص جماعت" کون تھی؟ سندھی صاحب ہی نے ہمیں بتایا ہے کہ "یہ وہی لوگ تھے جو رفع یدین اور آمین بالجہر کیا کرتے تھے" اور بقول سندھی صاحب مولانا ولایت علی "اسی جماعت" کو زندہ کرتے اور باقی رکھنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ تو اب صاف ظاہر ہے کہ مولانا ولایت علی کی کوشش اور دعوت و تبلیغ سے جو لوگ اس جماعت میں داخل ہوئے ہوں گے انھوں نے وہی مسلک اختیار کیا ہوگا جس پر یہ "خاص جماعت" عمل پیرا تھی۔ پس مولانا سندھی کے اس "نکتہ" سے بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ مولانا ولایت علی کے اعزہ و اقربا (جن کی قربانیاں تاریخ مجاہدین کا درخشاں باب ہیں) سب اہلحدیث تھے۔ اسی لئے حضرت میاں صاحب مولانا نذیر حسین اور جناب نواب صاحب اس تحریک کے حامی اور معاون تھے۔ اور اس کے برخلاف مولانا محمود حسن دیوبندی اور ان کے متبعین اس تحریک سے بالکل الگ رہے ان لوگوں نے اس کے بجائے اپنا تعلق ترکوں سے قائم کیا جو حنفی تھے۔

ان حضرات کے فقہی مسلک کے متعلق بحمد اللہ بات صاف ہو گئی لہٰذا وقت آگیا کہ اب ہم ان کی مجاہدانہ خدمات آپ کے سامنے پیش کریں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا ولایت علی کی مجاہدانہ خدمات کا نہایت مختصر اور اجمالی تذکرہ

ان حضرات کے حالات ان کی دینی خدمات، اور ان کے جہاد وغیرہ کی تفصیلات پر متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ بالخصوص مہر صاحب کی کتاب اس موضوع پر نہایت جامع اور آخری کتاب ہے۔ اس لئے ہم تفصیلات میں تو جانا نہیں چاہتے۔ البتہ سلسلۂ بیان کا ربط قائم کرنے کے لئے مختصراً چند باتیں یہاں ذکر کر دیتے ہیں جن کا زیادہ تر ماخذ یہی شائع شدہ کتابیں ہیں۔

مولانا ولایت علی سید احمد شہیدؒ کے ساتھ ہجرت کر کے بغرض جہاد سرحد پار گئے تھے۔ لیکن سید صاحبؒ نے انھیں باصرار دعوت و تبلیغ کی غرض سے حیدر آباد (دکن) بھیج دیا۔ جہاں کم و بیش چار سال یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ بالاکوٹ میں سید صاحبؒ اور مولانا اسمٰعیلؒ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا اور اسی اثنار میں مولانا کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا تو مولانا حیدر آباد سے برہان پور، سیونی، نرسنگھ پور، جبل پور ہوتے ہوئے عظیم آباد پہونچے۔ اور اصلاح عقائد و جہاد کا مقصد پیش نظر رکھتے ہوئے بہار، بنگال، اڑیسہ، اور الٰہ آباد میں دعوت و تبلیغ کا منظم سلسلہ قائم کر دیا۔ طریق تبلیغ یہ تھا کہ مولانا خود ان کے مقرر کئے ہوئے داعی ایک ایک قریے اور ایک ایک موضع میں جاتے مسلمانوں کو پابند شریعت بناتے مسجدیں آباد کرتے اور ارشاد و ہدایت کا مستقل سلسلہ جاری کر دیتے۔ مذکورہ بالا تمام مقامات پر آج تک اہلحدیث موجود ہیں جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان بزرگوں کی مساعی جمیلہ کی یادگار ہیں۔ مولانا ولایت علی اور ان کے منجھلے بھائی مولانا عنایت علیؒ پوری سرگرمی سے دعوت و تبلیغ میں مصروف تھے، اور یہ ان کی نگاہیں اس امر پر جمی ہوئی تھیں کہ وقت اور ماحول کے سازگار ہوتے ہی موزوں مقام سے جہاد کا آغاز کر دیں۔ یہاں تک کہ سرحد پار کے سکھوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ ان کی حکومت میں ابتری پیدا ہوئی اور میدان عمل میں قدم رکھنے کا سازگار موقع پیدا ہو گیا۔

سید ضامن شاہ نے رجو کاغان کے رہنے والے اور ان دنوں سکھوں سے برسرپیکار تھے، مولانا ولایت علی کو دعوت بھیجی کہ آپ تشریف لائیں اور یہاں آغاز جہاد کے لئے جو سازگار فضا پیدا ہو چکی ہے اس سے فائدہ اٹھا کر اسلامی حکومت کے استحکام و استواری کا بندوبست کریں۔ مولانا نے اپنے بھائی مولانا عنایت علی کو بھیجنے کی تجویز کی۔ وہ اس وقت بنگال میں دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ انھیں سرحد جانے کا پیغام ملا تو دو ہزار مجاہدین ساتھ لیکر عظیم آباد پہونچے۔ جس سے انگریزی حکومت کے کارکنوں میں تشویش پھیل گئی۔ مولانا ولایت علی نے مصلحت و دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے جمعیت منتشر کر دی۔ اور فیصلہ کیا کہ تمام لوگ چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں بٹ کر یکے بعد دیگرے جائیں۔ اور سکھوں کے علاقے سے گزرنے کی اس کے سوا کوئی صورت نہ تھی۔ چنانچہ جمادی الاخری ۱۲۶۳ھ (جولائی ۱۸۴۷ء) سے چار چار، پانچ پانچ چھ چھ آدمیوں کی ٹولیاں روانہ ہونے لگیں۔ اور غالباً چار پانچ مہینے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرحد پہنچ کر مولانا عنایت علی نے سکھوں کے ساتھ کئی لڑائیاں لڑیں ایک مکتوب سے جو ذی قعدہ ۱۲۶۲ھ (اکتوبر ۱۸۴۶ء) کا مرقومہ ہے واضح ہوتا ہے کہ مولانا عنایت علی سادات کاغان اور دوسرے مقامی لوگوں کی امداد سے ذی الحجہ ۱۲۶۱ھ (دسمبر ۱۸۴۵ء) میں بالاکوٹ پر قابض ہو چکے تھے۔ وہیں انھیں باقاعدہ امیر جہاد تسلیم کیا گیا۔ سید ضامن شاہ کاغانی نے بھی ان کی اطاعت قبول کر لی اور آس پاس کے علاقوں کو سکھوں کے قبضے سے آزاد کرانے کے لئے زبردست جہاد شروع ہو گیا۔ تقریباً دو سال کے بعد (اور بعض بیان کے مطابق تین سال کے بعد) ۲ شوال ۱۲۶۲ھ (۹ اکتوبر ۱۸۴۶ء) کو مولانا ولایت علی بھی علاقہ مجاہدین میں پہنچ گئے۔ مولانا کے ساتھ مجاہدین کے علاوہ جنگی سامان ہتھیار، گھوڑے اونٹ وغیرہ بھی تھے۔ مولانا کے پہنچنے کے بعد ۴ شوال ۱۲۶۲ھ (۱۹ اکتوبر ۱۸۴۶ء) کو جمعہ کے دن مولانا عنایت علی نے امارت کا پورا بار مولانا ولایت علی کے حوالے کر دیا۔ اور جملہ مجاہدین نے آپ کے ہاتھ پر بیعت امارت کی۔

(سرگذشت مجاہدین)

اس وقت کشمیر کے راجہ گلاب سنگھ ڈوگرہ اور مجاہدین کے درمیان جنگ جاری تھی۔ راجہ کو شکست ہوئی اور اس نے انگریزوں کے سائے میں جا کر پناہ لی۔ جو اس وقت تک پنجاب کے ایک معقول حصہ پر قابض اور ملکی معاملات میں پوری طرح دخیل ہو چکے تھے۔ پھر تھوڑے ہی دنوں کے بعد نہ صرف پنجاب بلکہ سکھوں کا پورا مقبوضہ انگریزی عملداری میں آ گیا۔ حکومت نے مولانا ولایت علی کو اطلاع دی کہ اب گلاب سنگھ پر حملہ کرنا خود

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انگریزی حکومت سے لڑائی مول لینا ہوگا۔ حکومت کی پالیسی یہ تھی کہ جب تک ان پر براہ راست زد نہ پڑے، مجاہدین سے ٹکر نہ لی جائے۔ اور انھیں سکھوں سے لڑنے دیا جائے۔ مجاہدین اور سکھوں میں سے جس کی بھی شکست ہو، سرکار انگریزی کا بہرحال فائدہ ہے

اسی لئے شروع شروع مجاہدین سے روک ٹوک نہیں کی گئی، لیکن جب پنجاب کا بڑا حصہ انگریزوں کے قبضے میں آگیا تو مجاہدین حکومت کی نگاہوں میں کھٹکنے لگے۔ مجاہدین بھی خواہ مخواہ حکومت سے نبرد آزما ہونا خلاف مصلحت خیال کرتے تھے مگر پھر بھی درہ ڈب کے مقام پر مجاہدین اور انگریزی فوج کے درمیان لڑائی ہوگئی۔ جس میں مجاہدین کو شکست ہوئی۔ اس لڑائی نے مجاہدین کے لئے قیام کی کوئی جگہ باقی نہ چھوڑی۔ کئی سال کی محنت سے جہاد کے لئے جو مرکز بنایا گیا تھا وہ چھن گیا۔ مولانا ولایت علی اور مولانا عنایت علی دونوں بھائی گرفتار کر کے انگریزی فوج کی حراست میں پٹنہ واپس بھیج دیئے گئے واپسی پر پٹنہ کے مجسٹریٹ کے روبرو حاضر ہو کر دو سال کے لئے مچلکہ دینا پڑا کہ شہر سے باہر نہ جائیں گے۔ البتہ ان کے ساتھیوں میں سے میر اولاد علی ساکن سورج گڈھ ضلع مونگیر کسی طرح بچ کر نکل گئے اور مجاہدین کی ایک جماعت کے ساتھ ستھانہ پہنچ گئے۔ اور اب اسی اپنا مرکز بنایا۔

مولانا ولایت علی دو سال تک وطن میں رہ کر تبلیغ و تذکیر کرتے رہے، مختلف علاقوں میں خاص مبلغ بھیجے۔ اپنے منجھلے بھائی مولانا عنایت علی غازی کو پھر بنگال بھیجا اور تمام مشاغل اس طرح جاری کر دیئے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عام طور پر یہ خیال کیا جانے لگا کہ اب مولانا سرحد کا رخ نہیں کریں گے حکومت بھی مطمئن ہو گئی لیکن پورے ۔۔۔ سال قیام کے بعد جب مچلکہ کی میعاد ختم ہو گئی تو پھر سرحد کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا۔

سرحد کیطرف مستقل ہجرت ۱۳ر شوال ۱۲۶۳ھ (یکم ستمبر ۱۸۴۷ء) کو گھر بار چھوڑا اور مستقل ہجرت کے راستہ میں قدم رکھا مولانا یحیٰ علی (ابن مولانا الٰہی بخش) اور چند احباب مولانا کے ساتھ روانہ ہوئے چلتے وقت اپنے خلف اکبر مولانا عبداللہ اور مولانا فیاض علی ابن مولانا الٰہی بخش سے فرما گئے کہ سفر کا سامان مکمل کر کے اہل وعیال کے ساتھ ایک ہفتہ کے اندر موضع گڈھانہ میں آ کر ملو۔ پورے قافلہ کے افراد کا تخمینہ دو اڑھائی سو سے کم نہ ہوگا۔ پیچھے مکان پر صرف پانچ مرد رہ گئے اور دو عورتیں۔

اس ہجرت کی قربانیوں کی بابت مہر صاحب لکھتے ہیں:۔

مولانا ولایت علی اس گھرانے کے فرزند تھے جو بہار کے رؤسا میں شمار ہوتا تھا۔ بہت بڑی جائداد کے مالک تھے اور ان کے تمام اقربا بھی روسا ہی میں محسوب تھے۔ لیکن دیکھئے عشق حق اور خدمت دین کے جذبہ صادقہ نے کس طرح اُن سے سب کچھ چھڑا دیا اور اس زندگی کی تڑپ دل میں پیدا کر دی جس میں تکلیفوں، اذیتوں اور پریشانیوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ یہ کارنامے صرف ارباب عزیمت انجام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑے بنتے ہیں۔ مولانا ولایت علی اور ان کے اکثر اقربا سید صاحب کے فیض تربیت سے یقیناً ارباب عزیمت کا درجہ حاصل کر چکے تھے۔ (سرگذشت مجاہدین ص ۲۰)

دہلی میں ورود اور قیام ہجرت کے دوران میں کہاں کہاں پہونچے اس کی پوری تفصیل اور کیفیت تاریخ سے معلوم نہ ہو سکی۔ اتنا ملتا ہے کہ پہلے گڈھانہ میں ٹھہرے جو عظیم آباد سے سات کوس جانب مغرب واقع ہے۔ آگے گئے تو کوئلور (دانہ پور اور رفقاروں کے درمیان) کے رئیس حاجی امام علی نے بڑے اہتمام سے دعوت کی تیاری کی۔ مولانا نے روک دیا اور فرمایا کہ ہم صرف وہ ستو کھائیں گے جو آپ کے مزارعین (ہل چلانے والے) کھاتے ہیں۔ آرہ میں چودھری ہدایت بشیر رئیس اعظم نے پر تکلف دعوت کرنی چاہی اُسے بھی روک دیا اور صرف کھچڑی پکوائی۔ اس کے بعد غازی پور میں مولوی محمد فصیح کے ہاں قیام کا ذکر ہے۔ یہاں سے رخصت ہو کر قریہ بقریہ شہر بہ شہر وعظ و نصیحت اور ہدایت کرتے ہوئے ڈیڑھ برس کے بعد دہلی پہونچے۔ دہلی میں مولانا تقریباً دو مہینے ٹھہرے رہے۔ یہ بہادر شاہ ظفر کا زمانہ تھا۔ بادشاہ نے دعوت نامہ بھیج کر قلعہ معلی میں بلایا۔ مولانا بہتر آدمیوں کے ساتھ قلعے میں پہونچے۔ بادشاہ نے تخت سے اُتر کر لب فرش تک آپ کا استقبال کیا۔ مصافحہ اور معانقہ کے بعد اپنے ساتھ بٹھایا۔ خاطر تواضع کے بعد آپ نے وعظ شروع کیا اور یہ آیت تلاوت کی اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ وَّ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نفاخرٌ بینکم ..... الآیہ جب آپ عَذَابٌ شَدِیْدٌ پر پہونچے تو وزیر اعظم نے آپ کے کان میں کہا کہ بادشاہ سلامت کے سامنے عذاب کے بیان کرنے کا دستور نہیں ہے۔ جو عالم یہاں وعظ کہتے ہیں وہ صرف جنت ہی کا بیان کرتے ہیں۔ لیکن مولانا بے تکلف عذاب قبر ہنگامۂ حشر، دوزخ کے عذاب کی شدت شد و مد کے ساتھ دل گیر طریقے سے بیان کرتے رہے جس سے بادشاہ، شہزادگان، زینت محل (بادشاہ کی بیگم) اور تمام حاضرین مجلس بے حد متاثر ہوئے اور زار زار رونے لگے۔ بعد وعظ ظفر شاہ نے فرمایا کہ میں نے بھی درباب ترک دنیا کچھ اشعار کہے ہیں۔ آپ نے ان کے سننے کا اشتیاق ظاہر فرمایا۔ وہاں سے رخصت ہو کر جب قیام گاہ پر پہونچے تو پچاس خوان کھانوں کے مطبخ شاہی سے پہونچے۔ (او کینلے (ایک انگریز) کا بیان ہے کہ دہلی میں مولانا کے وعظ بڑے شوق سے سنے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے بادشاہ کے سامنے جہاد کا وعظ کہا جس پر اس نے پسندیدگی کا اظہار کیا۔

دہلی سے روانگی اور ستھانہ میں ورود

رمضان کا مہینہ قریب آگیا تھا اور بادشاہ کی خواہش تھی کہ مولانا رمضان قلعۂ معلی میں گذاریں تاکہ قلعہ کے لوگ ان کے ساتھ نماز تراویح ادا کریں اور وعظ سنیں لیکن ریذیڈنٹ نے مولانا کے متعلق ایسے انداز میں پرسش شروع کر دی تھی کہ رکاوٹ کا اندیشہ لاحق ہو گیا تھا لہٰذا زیادہ ٹھہرنا قرین مصلحت نہ سمجھا گیا اور مولانا معذرت کر کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روانہ ہو گئے۔ جمنا پار پہونچے تو رمضان کا چاند دیکھا وہاں سے کوچ کرکے اور منزل درمنزل طے کرتے ہوئے لدھیانہ کے قریب پہونچے۔ کھنہ میں کچھ دن مولانا عنایت علیؒ کا انتظار کرتے رہے جو مولانا ولایت علی سے کم وبیش دس مہینے بعد ۸ شعبان ۱۲۶۶ھ (۱۹ جون ۱۸۵۰ء) کو وطن سے روانہ ہوئے تھے۔ کھنہ یا لدھیانہ میں دونوں بھائیوں کی ملاقات ہوئی یہاں سے دونوں بھائی چند ہمراہیوں کو ساتھ لیکر سرحد کی طرف روانہ ہوئے اور ۸ ربیع الآخر ۱۲۶۶ھ (۱۰ فروری ۱۸۵۰ء) کو ستھانہ پہنچ گئے۔ ان کے اہل وعیال بھی آٹھ روز کے بعد وہیں پہنچ گئے۔

ستھانہ میں قیام اور وفات

"تذکرہ صادقہ" میں مرقوم ہے کہ "مولانا اپنے زمانے کے فنون حرب سے بھی خوب واقف تھے۔ گھوڑے کی سواری، دریا میں تیرنا، تیر اندازی، بندوق چلانا پٹا، بانا، اور تلوار چلانے میں بڑی مہارت تھی" مہر صاحب کی تحقیق کے مطابق سرحد پہنچنے کے بعد صرف بیس مہینے مولانا کو زندگی کی مہلت ملی، ابھی ابتدائی انتظامات، اور جہاد وقتال کی تیاریوں ہی میں مصروف تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دار فانی کو چھوڑ دینے کا پیغام آگیا۔ آپ نے خندہ پیشانی کے ساتھ اس پیغام کو لبیک کہا اور رحمت الہٰی کی آغوش میں پہنچ گئے۔ آپ کا انتقال سید صاحب کی شہادت کے .... بعد ۲۲ محرم ۱۲۶۹ھ (۵ نومبر ۱۸۵۲ء) میں ہوا ستھانہ کے قریب مرکز کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ "تذکرہ صادقہ" کے بیان کے مطابق چونسٹھ سال کی عمر پائی۔ رب غفور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مہاجر اور غازی فی سبیل اللہ کی تربیت پر اپنی رحمتوں کی بارش فرمائے آمین ۔

مولانا عنایت علیؒ

مولانا ولایت علی کی وفات کے بعد بالاتفاق سب مجاہدین نے مولانا عنایت علی کو اپنا امیر تسلیم کر لیا ۔ یہ شروع سے آخر تک اپنے بھائی کے ساتھ ان کے تمام کاموں میں دست و بازو بنے رہے ۔ سید صاحب سے بیعت کے بعد ایک منٹ کے لئے بھی کبھی آرام نہیں کیا ۔ پہلے سید صاحب کے احکام کے مطابق تبلیغ و جہاد میں مصروف رہے ۔ ان کی شہادت کے بعد اپنے بڑے بھائی مولانا ولایت علی کے مشوروں اور ہدایت کے مطابق اعلائے کلمۃ اللہ کی خدمت انجام دیتے رہے ۔ ان کی شان عزیمت کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ اپنے بڑے بھائی کی معیت میں ہندوستان سے مستقل ہجرت کا ارادہ کیا تو آپ کی والدہ ماجدہ نے ضلع گیا کے ایک گاؤں کا وثیقہ آپ کے حوالہ کر دیا تھا ۔ آپ نے یہ گاؤں بیس یا بائیس ہزار روپے میں ایک رئیس کے ہاتھ بیچ دیا ۔ اور دوسرے مواضعات سے دست برداری کی ایک تحریر لکھ دی ۔ اندازہ فرمائیے کہ خوش حالی اور فارغ البالی کے کتنے مہتم بالشان سامان انھیں میسر تھے ، لیکن ان میں سے کوئی چیز انھیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راہ حق میں مجاہدانہ اقدام سے نہ روک سکی۔ (سرگذشت مجاہدین ص۲۵۲)

غزوات ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ جہاد فی سبیل اللہ یا اس کی تیاریوں اور اہتمام میں صرف ہوا۔ حادثۂ بالاکوٹ کے بعد جب سید ضامن شاہ کاغانی نے مولانا ولایت علی کو سرحد آنے کی دعوت دی تو مولانا نے انھیں (مولانا عنایت علی) کو امیر مجاہدین بنا کر بھیجا۔ جہاں پہنچکر ایک مدت تک راجہ گلاب سنگھ ڈوگرہ والی کشمیر سے لڑتے رہے۔ مولانا مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں۔

" مولانا عنایت علی غازی کی صحیح جگہ میدان جنگ تھی، اور یہیں ان کے حقیقی جوہر کھلتے تھے۔ ان کے جہاد کے چار دور ہیں۔

(۱) پہلا دور سید صاحب کی معیت میں، جب تک وہ وہاں سے دوسری مہم پر نہ بھیج دیئے گئے۔

(۲) دوسرا دور مشہد بالاکوٹ کے تقریباً تیرہ برس بعد شروع ہوتا ہے جب وہ سید ضامن شاہ کی درخواست پر اپنے بڑے بھائی مولانا ولایت علی کے حکم سے بالاکوٹ گئے۔ یہ جنگ ساڑھے چار برس جاری رہی۔ یوں تو اپنے جارحانہ حملوں سے آپ نے شروع ہی میں ضامن شاہ کے قلعے۔ کل علاقے اور مورچے واپس دلا دیئے تھے۔ مگر گلاب سنگھ کے مکروفریب اور مقامی ہمدردوں کی غداری نے مجاہدین کو تتر بتر کر دیا۔ اور وہ سرکار انگریزی کی شرطوں کے موافق وطن لوٹنے پر مجبور ہوگئے۔

(۳) مولانا عنایت علی مزاج کے تیز تھے ہجرت کے بعد سرحد پہنچکر ان کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواہش تھی کہ کچھ ہونا چاہیے۔ جہاں داد خاں والی امب (جو انگریزوں کا حلیف تھا) اس کی شرارت کے باعث آپ نے چھیڑ چھاڑ کرنا چاہی۔ مگر مولانا ولایت علی نے بعض مصالح کے باعث اس کو منظور نہیں کیا۔ یہ بات گرم مزاج غازی کو ناگوار معلوم ہوئی اور وہ تین چار سو آدمیوں کے ساتھ بڑے بھائی سے علٰحدہ ہو کر منگل تھانہ سید عباس کے پاس جا رہے۔ اور ان کی املاک و فوج کی نہایت خلوص اور ہوشیاری کے ساتھ نگہداشت کی۔

(۴) مولانا ولایت علی کی انتقال کے بعد آپ منگل تھانہ سے ستھانہ (مجاہدین کا بڑا مستقر) واپس آئے اور تمام لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت امارت کی۔ اُس وقت جنگ کے دو محاذ تھے۔ ایک ستھانہ اور دوسرا نارنجی اور منگل تھانہ۔ مولانا عنایت علی پہلے نارنجی میں ٹھہرے، پھر منگل تھانہ میں وہاں مجاہدین کو شکست ہوئی تو آپ نے ستھانہ کا قصد کیا۔ لیکن راستہ ہی میں پیام اجل آ پہونچا۔ (پہلی اسلامی تحریک)

مولانا مہر لکھتے ہیں:-

"جب تک مجاہدین کا مرکز ستھانہ کی سرزمین میں تھا، ان کی یورشیں ضلع ہزارہ پر ہوتی تھیں۔ منگل تھانہ پہنچنے کے بعد مولانا عنایت علی نے مجاہدین کو جس علاقہ پر یورشوں کے لئے تیار کیا وہ سمہ کا علاقہ تھا۔ یعنی ضلع پشاور اور ضلع مردان کا میدانی علاقہ"

او کنلے (ایک انگریز) نے لکھا ہے۔ کہ مولانا عنایت علی نے:-

"اپنے ہمراہیوں کے دل میں انگریز کافروں کے خلاف نفرت کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آگ بھڑکانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ مجاہدین روزانہ قواعد کرتے بلکہ بعض اوقات دن میں دو مرتبہ۔ قواعد میں فضائل جہاد کے متعلق نظمیں پڑھی جاتیں۔ جمعہ کی نماز کے بعد بہشت کی شادمانیوں کے بارے میں وعظ کیے جاتے اور انھیں تلقین کی جاتی کہ صبر و استقامت سے اُس وقت کا انتظار کرو جب برطانوی ہند کی تسخیر کی موعودہ ساعت آپہنچے گی"

(سرگذشت مجاہدین ص ۲۸۹)

۱۸۵۲ء تا ۱۸۵۷ء پچھلے صفحات میں اس کا ذکر آچکا ہے کہ مولانا عنایت علی کی جہادی سرگرمیوں کا چوتھا دَور مولانا ولایت علی کے انتقال کے بعد شروع ہوتا ہے، یہ بھی پہلے گذر چکا ہے کہ وہ انگریزوں کے حلیف والی امب پر حملہ کرنا چاہتے تھے مگر مولانا ولایت علی نے اجازت نہیں دی۔ جب ان کی امارت کا زمانہ آیا تو ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ جہاں داد خاں والی امب سے ٹکر ناگزیر ہو گئی۔ چنانچہ ۱۸۵۲ء اور ۱۸۵۷ء کے درمیان مجاہدین اور سرکار برطانیہ کے درمیان جو کشمکش اور چھیڑ چھاڑ جاری رہی اس کا نہایت مختصر بیان درج ذیل ہے۔

پٹنہ کے کلکٹر (۱۸۶۵ء) ریون شا نے لکھا ہے کہ۔

"برطانوی حکومت اب زیادہ دیر تک حقائق سے آنکھ نہیں بند کر سکتی تھی۔ ۱۸۵۲ء کے موسم بہار ہی میں" ایک سرحدی جنگ" کی تجویز زیر غور آچکی تھی ــــــ اسی سال ان لوگوں نے ہمارے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حلیف، ریاست امب کے سردار پر حملہ کیا جس سے برطانوی حکومت ایک فوج بھیجنے پر مجبور ہوئی۔"

"اور ۱۸۵۲ء میں ہماری فوج کے متعدد افراد، باغیوں، سے خط و کتابت کے الزام میں ماخوذ اور سزایاب ہوئے۔"

"۱۸۵۲ء میں ان کا منصوبہ مکمل ہو چکا تھا۔ ستھانہ کیمپ میں برطانوی علاقے سے آدمی اور روپے کی آمد برابر جاری تھی اور ہماری فوج سے ان کی باغیانہ خط و کتابت پکڑی گئی۔ ان مجاہدین نے بڑی چالاکی سے یہ چاہا تھا کہ ہماری چوتھی دیسی سپاہ متعینہ راولپنڈی کی وفاداری داغدار ہو جائے۔"

"میں یہاں ان زیادتیوں، توہین اور قتل کے واقعات کی تفصیل نہیں کرنا چاہتا جو ۱۸۵۸ء والی جنگ سرحد کا باعث ہوئیں۔ اس پوری مدت (۱۸۵۲-۱۸۵۸ء) میں مجاہدین نے سرحدی قبائل کو برطانوی حکومت کے خلاف برسرِ کار رکھنے کی کوشش کی۔"

ہنٹر نے لکھا ہے۔

"۱۸۵۰ء اور ۱۸۵۷ء کے درمیان ہمیں مختلف وقتوں میں سولہ مہم جاری کرنا پڑی، جن میں ۳۳ ہزار تربیت یافتہ فوج سے کام لیا گیا ...... اس دوران میں ستھانہ کی نوآبادی گو سرحد کے طول و عرض میں جہاد کی روح بھڑکاتی رہی، پھر بھی ہماری فوج سے راست ٹکر نہ لے کر انھوں نے عقلمندی کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثبوت دیا:

(ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک از صفحہ ۷۳ تا ۷۹)

مولانا عنایت علی کے غزوات کے متعلق یہ چند اشارات ہیں تفصیلات "سرگزشت مجاہدین" میں ملاحظہ کیجیے۔

۱۸۵۷ء کا ہنگامہ اور مالی مشکلات

مولانا اور مجاہدین کے لئے زیادہ تر رقمیں ہندوستان سے بھیجی جاتی تھیں۔ ان کے ہم خیال و ہم مشرب اصحاب بہار اور بنگال میں بکثرت موجود تھے جو خفیہ طور پر چندے کر کے سرحد بھیجتے تھے۔ یہ سلسلہ برابر جاری رہا اور سارا نظام حسن و خوبی کے ساتھ چل رہا تھا کہ اسی دوران میں ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو میرٹھ سے اس ہنگامے کا آغاز ہوا جسے انگریزوں نے "غدر" قرار دیا اور اہل ملک اسے "آزادی کی جنگ" قرار دیتے ہیں۔ اس ہنگامے نے جا بجا انگریزوں کے لیے سخت نازک حالات پیدا کر دیئے تھے۔ مجاہدین کے لئے اقدامات کا یہ بڑا ہی اچھا موقع تھا لیکن اتفاق کی بات ہے کہ حالات جتنا نظر بہ ظاہر جتنے سازگار تھے، بعض ناگہانی حوادث و وقائع کے باعث اتنے ہی ناسازگار ہو گئے۔

یہ ہنگامہ شروع ہوتے ہی انگریزوں نے دریائے سندھ کے تمام گھاٹوں اور کوہستانی علاقے کے راستوں کی نگرانی کا نہایت سخت انتظام کر لیا تھا، جس کے بعد کسی قاصد کے لئے ہندوستان سے کوئی رقم سرحد پہونچانا ممکن نہ رہا تھا۔ صادق پور (پٹنہ) کے مرکز پر پہرے بٹھا دیئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے تھے، نیز مولانا احمد اللہ، شاہ محمد حسین اور مولوی واعظ الحق کو نظر بند کر دیا گیا تھا۔ یہی حضرات رقمیں جمع کرنے اور بھیجنے کے مختار و ذمہ دار تھے

(سرگذشت مجاہدین)

مواصلات کے سلسلے کے منقطع ہو جانے کی وجہ سے مجاہدین سرحد کے لئے بڑی مشکلات پیدا ہو گئیں۔ فاقے پر فاقے ہونے لگے۔ مولانا عبدالرحیم صادق پوری بھی مجاہدین کے لئے روپے اور سامان فراہم کرنے والوں کے سرگرم شریک اور معاون تھے ان کا بیان ہے کہ:-

ہوشہ ۱۸۵۷ء کے غدر کی وجہ سے راہ پُرخطر تھی شہر سے باہر نکلنا دشوار تھا، املاک تہلکہ میں تھے، جانوں کو امن نہ تھا۔ پھر کس کو ہوش تھا اور کیونکر ممکن تھا کہ سرحد کے پار فاقہ کشوں کے لئے کوئی سامان کیا جا سکتا؟ مسلسل فاقہ کشی نے حالت تباہ کر دی درختوں کی کوپلوں اور پتوں پر اصحاب صفہ کی سنت ادا ہونے لگی۔ چند ماہ مسلسل غلہ پر نظر تک نہ پڑی۔ آنتیں خون آلود ہونے لگیں۔ آپ کے (یعنی مولانا عنایت علی کے) پاس جو کچھ نقود تھے آپ مہاجرین و انصار پر صرف کر چکے تھے اور وہ تھا ہی کیا؟ اونٹ کے منہ میں زیرہ۔ اب اُدھر ساتھیوں کی بدگمانیاں اور طعنے شروع ہو گئے۔ زندگی تلخ تھی۔ یہ وہ وقت تھا کہ اگلی اُمم مضطر ہو کر مَتٰی نَصۡرُ اللّٰہِ پکار اٹھی تھیں:-

(تذکرہ صادقہ ص ۱۳۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہر صاحب لکھتے ہیں۔

جنگ نارنجی کے بعد (یہ جنگ جولائی اور اگست ۱۸۵۸ء میں ہوئی تھی) مولانا عنایت علی کی مالی حالت بے حد خراب ہو گئی۔ کچھ مدت تک وہ ساہوکاروں سے قرض لیکر گذارہ کرتے رہے اس اثنا میں لشکریوں کو تنخواہ بھی نہ دی جا سکی۔ اب ایک طرف بعض افراد نے مجبور ہو کر تنخواہ کا مطالبہ کیا۔ دوسری طرف ساہوکاروں نے اپنی رقموں کے لئے تقاضا شروع کر دیا۔ مولانا کے لئے یہ بڑا ہی نازک وقت تھا۔ انھوں نے اپنی تمام قابل فروخت چیزیں بے تکلف بیچ ڈالیں، اور سب سے پہلے ساہوکاروں کا قرضہ اُتارا۔ جو رقم باقی رہ گئی اُسے ادا کرنے کے لئے سید نجیب بنگالی نے ضمانت دیدی، مجاہدین میں سے کچھ لوگ خورد و نوش کی ضرورتوں سے مجبور ہو کر اِدھر اُدھر بکھر گئے ...... مولانا کے پاس ایک قیمتی مشکی گھوڑا تھا۔ انھوں نے مقرب خاں رئیس پنجتار کو پیغام بھیجا کہ گھوڑا خرید لے تاکہ اس کی قیمت سے واجبات ادا کئے جا سکیں۔ اس نے کچھ توجہ نہ کی۔ ملا صاحب کوٹھا کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو انھیں بڑا افسوس ہوا اور خود گھوڑا خرید لینا چاہا۔ معلوم نہ ہو سکا کہ ملا صاحب کی اس خواہش کا نتیجہ کیا نکلا؟ [1]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علالت اور وفات

مولانا مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں:۔

یہی لیل و نہار تھے کہ سرکار انگریزی نے ۱۸۵۸ء میں پشاور سے جنرل کاٹن کی سرکردگی میں چھ ہزار فوج کے ساتھ مجاہدین پر حملہ کر دیا ۔ مرے کو مارے شاہ مدار شاید ایسے ہی موقع پر کہا گیا ہو۔ مجاہدین کی اچھی خاصی تعداد مردانہ وار داد شجاعت دیکر شہید ہوئی۔ کچھ پہاڑوں میں چھپ گئے۔ مولانا عنایت علی نے ستھانہ کا قصد کیا مگر راستہ ہی میں چنی کے مقام پر داعی اجل کو لبیک کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

(پہلی اسلامی تحریک صہ ۸۲)

مہر صاحب نے لکھا ہے کہ۔

مولانا پر بخار کا ایسا شدید حملہ ہوا جس سے بے ہوشی طاری رہنے لگی ۔ اس وقت وہ غالباً پرگنہ منصور جدون کے مقام نور دبانڈہ میں تھے ۔ وہاں سے ان کی چارپائی اٹھا کر چنئی کی جانب روانہ ہوئے ۔ کوہ چنئی کی چڑھائی پر بخار بہت تیز ہو گیا اور مولانا نے کاغذ اور قلم دوات طلب کی ۔ شاید کچھ لکھنے کا ارادہ تھا۔ عین اسی حالت میں سکرات موت کا عالم طاری ہو گیا اور کمزوری اتنی بڑھ گئی کہ لکھنے کی سکت نہ رہی ۔ ان کے لڑکے نے پوچھا آپ کے بعد امیر کون ہو؟ کچھ نہ فرمایا اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صحیح تاریخ وفات کسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے نہیں بتائی، لیکن اتنا معلوم ہے کہ ۶ر شعبان ۱۲۷۴ھ (۲۲ر مارچ ۱۸۵۸ء) تک وہ زندہ تھے۔ غالباً اس سے ایک دو روز بعد انتقال کیا۔"

مولانا کے متعلق مہر صاحب کے تاثرات

مولانا غلام رسول مہر نے مولانا عنایت علی کے حالات لکھنے کے بعد آخر میں ان کی شخصیت کے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"مولانا کے جوش حمیت اور گرمی طبیعت کے متعلق بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ لیکن انھوں نے اللہ کی راہ میں عزیمت و استقامت کا جو عظیم القدر نمونہ پیش کیا، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ جس وقت سے سید صاحب کے ساتھ ان کا تعلق پیدا ہوا، اپنی پوری زندگی دینی کاموں کے لیے وقف کر دی۔ بنگال میں جس اعلیٰ پیمانے پر انھوں نے دین کی تبلیغ فرمائی اس کی کیفیت تفصیلاً پہلے پیش کی جا چکی ہے۔ پھر وہ سادات کاغان اور اہل ہزارہ کو لے کر جس مردانگی سے سکھوں کے خلاف جہاد آرا ہوئے وہ بھی اعادہ کی محتاج نہیں۔ آخری دور میں مولانا نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ خدا کی راہ میں جہاد پھولوں کی سیج نہیں۔ وہ اپنا سب کچھ خدا کے لیے قربان کر چکے تھے۔ لیکن دیکھیے آخری دور میں انھیں کس درجہ روح فرسا آلام و مصائب سے سابقہ پڑا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیسہ پلّے نہ تھا۔ جو سامان پاس تھا، بیچ ڈالا۔ اکلوتا فرزند صاحب فراش۔ اس کی بچی بیمار، اپنی حالت حد درجہ نازک، ہر سمت دشمنوں کا ہجوم، امتحانوں اور آزمائشوں کے اس سیل میں قدم استوار رکھنا صرف انھیں ارباب ہمت کا کام ہے۔ جن کے سامنے فرض بطور فرض موجود ہو۔ دنیوی راحتوں اور آسائشوں سے انھیں کسی نوع کا سروکار نہ ہو۔ اور صرف رضائے باری تعالیٰ پر نظر ہو۔ یہ منزل بڑی کٹھن ہے لیکن مولانا عنایت علی نے جس شان فداکاری سے اسے طے کیا اسکی مثالیں ہر جگہ نہیں مل سکتیں۔ ان کے سامنے صحابہ کرامؓ کا اسوۂ حسنہ تھا جنھوں نے دین حق کی اشاعت میں اپنی جانیں بے دریغ قربان کر دیں یہی اسوہ قوموں کے لئے دنیا اور آخرت میں سرخروئی کا واحد ذریعہ ہے" (سرگذشت مجاہدین ص۳۰۳)

۱۸۵۷ء کا ہنگامہ اور میاں صاحب

سید احمد اور مولانا اسمٰعیل (الشہیدین) کی تحریک جہاد کا اجمالی اور مختصر تاریخی سلسلہ بیان پچھلے اوراق میں ۱۸۵۷ء کے ہنگامے تک پہونچا ہے۔ ابھی یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا ہے۔ اس سلسلے میں علمائے اہلحدیث کی بے نظیر جانی اور مالی قربانیوں کے حیرت انگیز اور دردناک واقعات انشاء اللہ آپ کے سامنے آئیں گے۔ لیکن یہاں پہنچکر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے اس سلسلۂ بیان کو ملتوی کر دیا جائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس کے بجائے اسی موقع پر ۱۸۵۷ء کے ان بعض حوادث اور واقعات کا جائزہ لے لیا جائے۔ جن کی بنا پر حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین دہلوی علیہ الرحمہ کی شخصیت کو (دانستہ یا نادانستہ طور پر) مطعون اور بدنام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور ان کے بعد پوری جماعت اہلحدیث کو (ماضی کی ہو یا حال کی بلا کسی تخصیص اور استثنا کے) ہدفِ ملامت بنایا جاتا ہے۔

پہلا طعنہ اور اسکا جواب

پہلی بات جس کا طعنہ اہلحدیثوں کو دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ا۔ سرخیل جماعت سید الطائفہ مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی نے بھی سیاست سے کنارہ کشی کرلی۔ انگریزوں کے خلاف فتویٰ جہاد پر دستخط نہیں کیے۔ دوسرے اکابر علماء عصر کے دستخط تھے لیکن مولانا مرحوم کے دستخط اس پر نہ تھے۔

اَوَّلاً۔ تو تاریخ کی روشنی میں یہ دعویٰ ہی قطعاً غلط ہے کہ "تمام اکابر علماء عصر نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیدیا تھا صرف میاں صاحب اس کے مخالف تھے" مندرجہ ذیل شواہد پر غور کیجئے:۔

○ امیر شاہ خاں صاحب ایک شخص گذرے ہیں جو دیوبندی حلقے میں بڑے معتبر راوی مانے گئے ہیں۔ ان کو علماء، مشائخ، اور بزرگوں کی حکایات بکثرت یاد تھیں۔ ان کی بیان کردہ حکایات کو دیوبندی حضرات نے کتابی صورت میں مرتب کرکے "ارواح ثلاثہ" کے نام سے شائع کردیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انھیں امیر خاں کا بیان ہے کہ "غدر میں بہت علماء مخالف تھے اور کہتے تھے کہ یہ جہاد نہیں ہے۔ انھیں میں میر محبوب علی صاحب (دہلوی) بھی تھے" اور آپ وعظ و نصیحت کے ذریعہ سے لوگوں کو غدر سے روکتے تھے ...... (ارواح ثلاثہ ص۲۴۴)

یہ میر محبوب علی دہلوی کون ہیں؟ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے شاگرد "بلکہ "شاندار ماضی" کے مصنف مولانا سید محمد میاں نے ان کو ان مخصوص علماء میں شمار کیا ہے "جو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی تربیت گاہ سے تربیت پاکر ہندوستان کے آفتاب و ماہتاب بنے"

(ملاحظہ ہو علماء ہند کا شاندار ماضی جلد ۲ ص۴۹ و ص۵۰)

ایک یہی نہیں۔ بلکہ بقول امیر خاں صاحب "بہت" سے ایسے علماء تھے جو اس ہنگامہ کو اسلامی جہاد ہونے کا فتویٰ نہیں دیتے تھے۔

مولانا حسین احمد صاحب مدنی سے زیادہ معتبر راوی کون ہوگا۔ دیوبندی ہی حلقے کے ایک ممتاز عالم مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی کے متعلق ان کا بیان ہے کہ:-

"بدقسمتی سے مولانا کی رائے یہ ہی تھی کہ انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا ہم مسلمانوں پر فرض تو درکنار موجودہ احوال میں جائز ہی نہیں"

.. (نقش حیات جلد دوم ص۴۲)

"تذکرہ مشائخ دیوبند" کے مصنف نے مولانا شیخ محمد تھانوی کے حالات میں لکھا ہے کہ:-

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑے پایہ کے لوگوں میں سے ہیں، علوم ظاہر و باطن میں کامل تھے۔ اپنے زمانہ میں محدث تھانوی کے نام سے مشہور تھے۔ بڑے ذی علم لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔ علوم ظاہرہ میں خاندان ولی اللٰہی کے فیض یافتہ ہیں تکمیل علم دہلی میں رہ کر کی اور حدیث اور تقریباً تمام فنون شاہ محمد اسحٰق صاحب دہلوی سے حاصل کئے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے نسبی تعلقات بھی تھے ......

علم حدیث میں کافی مہارت رکھتے تھے ......

(تذکرہ مشائخ دیوبند ص۹۴)

مولانا عبید اللہ سندھی فرماتے ہیں:۔

تھانہ بھون کے یہ بزرگ مولانا شیخ محمد تھانوی محدث کے نام سے مشہور ہیں، آپ کی رائے ۱۸۵۷ء کی تحریک حریت کے خلاف تھی۔ (آگے لکھتے ہیں) شیخ محمد تھانوی وہ بزرگ ہیں جن کے مسلک پر مولانا اشرف علی صاحب کاربند ہیں اور شیخ الہند کی جماعت کی سیاست کو غلط مانتے ہیں، مولانا اشرف علی صاحب کے سوانح حیات جو شائع ہو چکے ہیں ان میں تصریح ہے کہ آپ مولانا شیخ محمد صاحب کے مسلک کے پیرو ہیں۔ مولانا شیخ محمد اور امیر امداد اللہ ایک ہی مرشد کے خلیفہ ہیں۔ اور اسی مسئلہ جہاد پر آپس میں مخالف ہو گئے۔ اور جماعت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ......

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ص۲۶۴ و ص۲۶۵)

غور فرمائیے! یہ شاہ عبدالعزیزؒ اور شاہ محمد اسحاقؒ کے تربیت یافتہ اور فیض یافتہ حضرات ہیں۔ جنھوں نے انگریز کے خلاف جہاد کے فتوے پر دستخط نہیں کئے۔ اگر دوسرے بہت سے علماء عصر کو نظرانداز بھی کر دیا جائے۔ تو کوئی ہمیں انصاف سے بتائے کہ کیا حنفی مکتب فکر کے ان دونوں اکابر کا توافق میاں صاحب کے سر سے تفرد کا الزام دور کرنے کے لئے کافی نہیں ہے؟ پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ اس باب میں صرف میاں صاحب کا نام لیا جاتا ہے اور دوسرے حضرات کے ناموں کا اظہار کرنے سے گریز کیا جاتا ہے؟

ان سب کے علاوہ ایک بڑی بات جو اس موقع پر قابل غور ہے وہ یہ کہ حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ جنھوں نے ابتدا میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دیکر انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کا فتویٰ دیا تھا اور انگریزی حکومت کی ملازمت تک کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ خود ان کی روش بھی بعد میں تبدیل ہو گئی تھی۔ چنانچہ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم فرماتے ہیں:-

دہلی میں جب انگریزی حکومت قائم ہوئی تو علماء ثقات کا عام مسلک یہ رہا کہ انگریزی ملازمت سے اجتناب کیا جائے شاہ صاحب کا بھی ابتداء میں یہی مسلک تھا۔ جب کمپنی نے کلکتہ میں قاضی القضاۃ کا عہدہ قائم کیا اور اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے لکھنؤ لکھا تو لکھنؤ سے ایک استفتار شاہ صاحب کے نام گیا تھا، شاہ صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ مسلمانوں پر اس سے احتراز واجب ہے ...... لیکن جب انگریزی حکومت پر کچھ عرصہ گزر چکا تو انگریزوں کی کوششیں جو وہ شمالی ہند میں مسلمانوں کی تالیف قلب کے لئے برابر کئے جا رہے تھے، بہت کچھ کامیاب ہونے لگیں، حتیٰ کہ وہ وقت آگیا خود شاہ صاحب تیار ہو گئے کہ اپنے داماد مولوی عبدالحی کو میرٹھ کے مفتی عدالت ہونے کی اجازت دے دیں!! اور مدرسہ عزیزی کی طرف سے ان کا نام پیش کریں۔ اس وقت شاہ غلام علی خانقاہ والے زندہ تھے انھوں نے جونہی یہ بات سنی نہایت رنجیدہ خاطر ہوئے اور شاہ صاحب کے نام خط لکھکر اظہار تعجب کیا۔ شاہ صاحب نے اس کے جواب میں ایک مفصل خط لکھا ہے اس میں حضرت یوسف علیہ السلام اور فرعون کے معاملہ سے استدلال کرتے ہیں اور انہی باتوں پر زور دیتے ہیں جن کا چند سال پہلے لکھنؤ والے مکتوب میں ابتدا رد کر چکے تھے۔

ڈاکٹر ہنٹر نے اپنے رسالہ انڈین مسلمانز میں شاہ صاحب کے اس خط کا ترجمہ نقل کیا ہے۔ ان کے مجموعۂ فتاوی میں جو مجتبائی پریس نے شائع کر دیا ہے دونوں تحریریں موجود ہیں !!

(نقش آزاد ص۳۱۳ و ص۳۱۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثانیاً - ۱۸۵۷ء کی عام شورش اور ہنگامے کو اگر میاں صاحب نے اسلامی جہاد (بشروط معتبرہ) اور دینی جنگ ہونے کا فتویٰ نہیں دیا تو یہ

چند تفریعات (الف) یہ تو کوئی طعنہ کی چیز نہیں ہے۔

(ب) اور نہ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ انھوں نے مطلقاً سیاسیات سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔

(ج) یا یہ کہ وہ انگریزی حکومت کے وفادار تھے اور اپنی وفاداری کا مظاہرہ کرنے کی غرض سے انھوں نے یہ کام کیا تھا۔

(د) یا یہ کہ ان کی اس روش (یعنی جہاد کے فتوے پر دستخط نہ کرنے) کا یہ اثر ہوا کہ اُن کے وقت سے لیکر آج تک اہلحدیث کے علماء اور مشائخ نے سیاست اور عملی جہاد میں کوئی حصہ نہیں لیا۔

بات کے ہر پہلو کو دلائل کی روشنی میں وضاحت کے ساتھ سمجھنے کے لئے ہم نے تفریعات پر نمبر لگا دیئے ہیں۔ تفریعات کے انھیں نمبروں کی ترتیب سے اب ہماری مندرجہ ذیل معروضات کو ٹھنڈے دل سے پڑھیے اور سوچیے کہ حق و انصاف کا تقاضا کیا ہے؟

تفریع الف کے متعلق مولانا مسعود عالم ندویؒ لکھتے ہیں...... اسی دوران میں ۱۸۵۷ء کا پُر آشوب حادثہ پیش آیا اور گو مجاہدین اور ان کے معاونین ایک دینی نظام سے وابستہ ہونے کی وجہ سے اس قومی لڑائی میں غیر جانبدار رہے تاہم بھی پٹنہ کے کمشنر مسٹر ٹیلر نے مولانا احمد اللہ صادق پوری وغیرہ کو بہت دق کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

...... (اسی موقع پر حاشیہ میں لکھا ہے) ہماری غرض یہ ہے کہ مجاہدین جماعتی حیثیت سے ۵۷ء کی قومی لڑائی سے الگ رہے ۵۷ء کے ہنگامے کو ایک قومی جنگ سے زیادہ حیثیت نہیں دی جا سکتی۔ اسی لئے سید صاحب کے ماننے والے ایک دینی نظام سے وابستہ ہونے کے بعد اس سے الگ رہے۔ ..... (پہلی اسلامی تحریک ص۳)

مولانا غلام رسول مہر نے اس ہنگامے کی بابت ۴۶۳ صفحوں کی ایک مستقل کتاب ہی لکھی ہے جس کا نام ہی ۱۸۵۷ء ہے۔ اس میں اس ہنگامے کے اسباب، حالات اور نتائج بڑی تفصیل سے پیش کئے ہیں۔ چنانچہ اسباب کی بابت مختلف نظریات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں

"ان میں سے بعض اسباب یقیناً درست ہیں اور بعض بالکل بے سروپا ہیں، مثلاً اسے خالص اسلامی تحریک قرار دینا اس لئے کہ اس کے کارفرماؤں اور کارکنوں میں ہندو اور مسلمان دونوں کی شرکت کسی ثبوت کی محتاج نہیں (ص۲۱)"

اس کے بعد پھر لکھتے ہیں۔

"جنگ آزادی کا بنیادی اور اساسی سبب ایک اور صرف ایک تھا، اور وہ یہ کہ انگریزی حکومت اجنبیوں کی حکومت تھی۔ ابتدا میں انھیں مختلف دیسی حکمرانوں [illegible] الجنیط اور مختار سمجھکر قبول کیا گیا، جب معلوم ہوا کہ انھوں نے ترقی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور عیاری سے سب کچھ سنبھال لیا تو ان کے خلاف ہمہ گیر نفرت کی لہر دوڑ گئی۔ کوئی بھی غیرت مند محب وطن اجنبی تسلط کو بہ طیب خاطر برداشت نہ کر سکتا تھا۔ میر جعفر یا اس جیسے دوسرے آدمیوں کو قابل توجہ نہیں سمجھا جا سکتا آپ سرسید کے الفاظ میں کہہ سکتے ہیں کہ " قوم نے غیروں کی حکومت اٹھا دینے کے لئے اقدام کیا " یا تھیو فلس مٹکاف کی تعبیر کے مطابق سمجھ سکتے ہیں کہ " یہ ایک قومی تحریک تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ ملک کو غیروں کے تسلط سے نجات دلائی جائے "

باقی رہے دوسرے اسباب جن کا ذکر سرسید نے کیا ہے یا جن کا ذکر ۱۸۵۷ء کے متعلق عام کتابوں میں ملتا ہے تو وہ سب اصل بنیادی سبب کے لئے تقویت و استحکام کے باعث بنے .... (ص ۲۲)

مہر صاحب نے کتاب کے آخر ضمیمہ ۱ کے ذیل میں اپنی اسی بات کو پھر دہرایا ہے، اور اس کی تائید میں ایک انگریز کے مضمون کا اقتباس بھی پیش کیا ہے۔ لکھتے ہیں :

" میں نے کتاب میں ایک سے زیادہ مرتبہ عرض کیا کہ ۱۸۵۷ء کی تحریک عام تھی، ملک کے تمام حصے اور اس میں بسنے والے تمام طبقے اس سے متاثر ہوئے۔ بعض لوگ وقتی حالات کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سازگاری سے فائدہ اٹھاکر میدان عمل میں آگئے۔ بعض قیادت سے محرومی کے باعث کچھ نہ کر سکے۔ بیشتر انگریزوں کا خیال تھا کہ ' اسلامی بغاوت ' ہے۔ اس لئے کہ مسلمان اس تحریک میں بہت پیش پیش تھے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ فرقہ وارانہ تحریک نہ تھی، اور اس کی غرض سیاسی آزادی تھی۔ اگرچہ فوج میں اس کا آغاز چربی والے کارتوسوں سے ہوا۔

اس کے بعد مہر صاحب نے لاہور کے انگریزی اخبار ' پنجابی ' بابت ۱۱ر جولائی ۱۸۵۸ء کے حوالے سے ایک مضمون کا کچھ حصہ نقل کیا ہے جس کی بابت انھوں نے لکھا ہے کہ " غالباً کسی انگریز نے لکھا تھا "

مہر صاحب کا نقل کردہ حصہ یہ ہے:-

" اس میں شک نہیں کہ موجودہ جنگ مذہبی نہیں جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ اور " دین " دین " کے جس نعرے سے ہندوستان کے طول و عرض میں گونج پیدا ہو گئی ہے۔ اس کی تہ میں تمام باشندگانِ ہند کی کوشش یہ ہے کہ اجنبی اور غیر ملکی محکومی سے آزادی حاصل کریں۔ یہ محکومی زیادہ سے زیادہ تلخ و ناخوش گوار محسوس کی جا رہی ہے، اس لئے کہ یہ اہل ملک کے قدیم مرغوبات و میلانات کی بے حرمتی پر مبنی ہے اور یہ محکومی ایک ایسی طاقت کی طرف سے عائد ہوئی ہے جسے مفتوحین سے رنگ، عقیدے، زبان رائے، عادات، خیالات، احساسات یا تصور اقتضاءات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کسی بھی نوع کی یکسانی نہیں ملا

([illegible] ۱۹۵۶ء صفحہ ۳۵)

ان اقتباسات کے پڑھنے کے بعد ہمیں میاں صاحب اور دوسرے اکابر علمار عصر کی فراست ایمانی ، اور بالغ نظری کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ جس حقیقت کو تاریخ کے محققین نے تحریک کے منظر و پس منظر کا پوری طرح جائزہ لینے اور ہزاروں صفحات کا مطالعہ کرنے کے بعد پایا ہے ، اس کو ان حضرات نے پہلی ہی نظر میں دیکھ لیا تھا ۔ محققین کے فیصلے کے مطابق جب یہ جنگ مجموعی حیثیت سے محض "قومی جنگ" تھی ۔ اور اس کو خالص اسلامی تحریک قرار دینا بالکل بے سروپا ہے ۔ اس کی تہ میں غیر ملکی حکومت سے سیاسی آزادی حاصل کرنے کے سوا اور کوئی دوسری بنیادی غرض نہ تھی بالفاظ دیگر اس عام شورش اور ہنگامے کا مقصد یہ نہ تھا لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا (تاکہ اللہ کا کلمہ اونچا ہو کر رہے) تو پھر ہمیں اُن علمار کو جنھوں نے اس عام ہنگامے کو اسلامی جہاد (قتال فی سبیل اللہ) ہونے کا فتویٰ نہیں دیا تھا مطعون کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے کہ کہیں ہم تو غلطی پر نہیں ہیں ؟ نامناسب نہ ہوگا اگر اس موقع پر ایک حدیث نقل کر دوں ۔

عن ابی موسیٰ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الرجل یقاتل شجاعۃ ویقاتل	حضرت ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو اپنی بہادری دکھانے کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حمیة ویقاتل ریاءای ذلک	لئے لڑتا ہے، یا کسی بات کو اپنے لئے عار سمجھکر
فی سبیل اللہ فقال رسول اللہ	اس عار کو دور کرنے کیلئے لڑتا ہے، یا شہرت
صلی اللہ علیہ وسلم من قاتل	کیلئے لڑتا ہے، تو ان میں سے کونسی جنگ
لتکون کلمة اللہ ھی العلیا فھو	فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں) ہے۔ رسول
فی سبیل اللہ۔	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ان میں سے
(صحیح مسلم ص۱۴۰ ج۲ و بخاری ص۲۳ ج۱)	کوئی بھی فی سبیل اللہ نہیں ہے) فی سبیل اللہ
* * *	صرف وہ لڑائی ہے جو اس مقصد سے لڑی
* * *	جائے کہ اللہ کی بات غالب اور اونچی ہو کر رہے

اس موقع پر لفظ "حمیة" خاص طور سے قابل غور ہے۔ اس کی تفسیر امام نووی ؒ نے کی ہے ھی الانفة والغیرة والمحاماة عن عشیرتہ یعنی کسی بات کو عار سمجھکر اس سے بیزاری اور ناگواری ظاہر کرنا۔ یا کسی بات پر غیرت آنا، یا اپنی قوم، قبیلہ، خاندان کی حمایت کرنا۔ حدیث کی اس تشریح اور تاریخ کے مذکورہ بالا بیانات کو سامنے رکھکر فیصلہ کیجئے کہ شرعی نقطۂ نظر سے آپ کا یہ طعنہ کہاں تک درست ہے؟

لیکن واضح رہے کہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کو جن لوگوں نے مذہبی جنگ کے بجائے قومی جنگ کہا ہے، ان کا مقصد یہ نہیں ہے کہ جتنے لوگوں نے اس جنگ میں حصہ لیا وہ سب کے سب ایسے ہی تھے۔ کسی کا مقصد بھی دین کا تحفظ اور کلمۃ اللہ کا اعلاء نہ تھا۔ حاشا ثم حاشا۔ بلکہ یہ بات اس جنگ کی مجموعی حیثیت کے لحاظ سے کہی گئی ہے۔ ورنہ افراد کے اعتبار سے بلاشبہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے بہت سے حضرات نے بھی اس میں حصہ لیا ہے جن کا خلوص مسلّم، جن کے ارادوں کی پاکیزگی، عزائم کی سربلندی اور مقاصد کی نیکی شبہات سے بالاتر ہے۔ اس وقت اس ہنگامے کی عام اور مجموعی حیثیت زیر بحث ہے افراد اور شخصیات پر گفتگو کرنا پیش نظر نہیں ہے۔

تفریع ب کے متعلق کسی خاص ہنگامے اور لڑائی میں (عدم شرکت کی شرعی وجوہ بیان کرتے ہوئے) شرکت نہ کرنے سے یہ کیسے لازم آتا ہے کہ میاں صاحب نے سیاست سے بالکل ہی علٰحدگی اختیار کر لی تھی۔ جبکہ مولانا سندھی (جن کو اہلحدیثوں سے خاص طور پر بغض اور عناد تھا) یہ اعتراف کرتے ہیں کہ

"مولانا نذیر حسین دہلوی اور مولانا عبداللہ غزنوی بھی مولانا ولایت علی کی پارٹی سے خاص تعلق رکھتے تھے"

(سیاسی تحریک ص ۱۳۲)

ذیل کا اقتباس ایک جگہ پہلے بھی گذر چکا ہے، مگر ضرورت کا تقاضا ہے کہ ایک بار پھر اس کو نقل کیا جائے۔ مولانا سندھی فرماتے ہیں۔

"مولانا ولایت علی کی تحریک کے متعلق ہمارا اپنا خیال یہ ہے کہ وہ مولانا اسماعیل شہید کی اس خاص جماعت کو جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے، زندہ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اسی لئے مولٰنا نذیر حسین اور نواب صدیق حسن جیسے عالم بھی ان کا ساتھ دیتے ہیں" (سیاسی تحریک ص ۱۳۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا ولایت علی اور ان کی پارٹی کے ساتھ "خاص تعلق" رکھنے والے اور ان کا "ساتھ دینے والے" کی نسبت یہ گمان کرنا کہ اس نے سیاست سے بالکل کنارہ کشی اختیار کر لی تھی، یقیناً افسوسناک بدگمانی ہے۔

اس پارٹی کا ساتھ دینے والے اتنے خفیہ اور رازدارانہ طریقے سے امداد کا کام انجام دیتے تھے کہ سب کی نگاہیں وہاں تک نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ حتیٰ کہ انگریز بھی میاں صاحب کے متعلق قانونی طور پر اس "جرم" کا ثبوت دینے سے قاصر رہا ۱۸۶۴ء کے مقدمۂ بغاوت میں (جس کا ذکر آگے اپنے موقع پر آئے گا) میاں صاحب بھی ماخوذ ہوئے اور کم و بیش ایک سال تک راولپنڈی جیل میں نظر بند رہے۔ اس دوران میں تفتیش ہوتی رہی مگر "جرم" ثابت نہ ہو سکا اس لئے رہا کر دیئے گئے۔ لیکن اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ حضرت میاں صاحب واقعی سرحد پار کے مجاہدین کے ساتھ کوئی رابطہ نہیں رکھتے تھے اور نہ ان کی کسی قسم کی امداد کرتے تھے۔ مولانا غلام رسول مہر نے سید نصیرالدین دہلوی کی مجاہدانہ سرگرمیوں کا طویل تذکرہ لکھا ہے۔ اُسی کے ذیل میں ایک جگہ لکھتے ہیں۔

"مولوی صاحب نے (یعنی سید نصیرالدین دہلوی نے) جو اعلام نامے بھیجے وہ تمام مسلمانوں کے نام تھے۔ لیکن ایک مکتوب میں انھوں نے اپنے خاص مخاطبین کے نام بھی درج کر دیئے ہیں جو اس غرض سے یہاں پیش کئے جاتے ہیں کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوّل مولوی صاحب کے دائرۂ دعوت کی وسعت کا اندازہ ہو جائے، دوسرے یہ معلوم ہو جائے کہ اُس تاریک دور میں کون کون اصحاب دعوتِ حق کے خیر مقدم میں پیش پیش تھے"
(سرگذشت مجاہدین ص۱۷۳)

اس کے بعد مہر صاحب نے ناموں کی جو تفصیل پیش کی ہے ان میں شیخ الکل حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلوی کا نام نامی بھی ہے۔ بقولِ مہر صاحب اس سے معلوم ہوا کہ اس تاریک دور میں حضرت میاں صاحب بھی دعوتِ حق کا خیر مقدم کرنے میں پیش پیش تھے۔

تفریع ج کے متعلق انگریزوں کے خلاف جہاد کے فتوے پر دستخط نہ کرنے کا یہ مطلب نکالنا کہ میاں صاحب گورنمنٹ انگلشیہ کے وفادار تھے۔ اور اپنی وفاداری کا مظاہرہ کرنے کی غرض سے انھوں نے یہ کام کیا تھا۔ یا تو غلط قسم کی حسن ظنی ہے۔ یا افسوسناک بدگمانی۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہاں یہ دونوں ہی جذبات کام کر رہے ہیں۔ یعنی انگریزی اقتدار کے دور میں جو لوگ انگریز کی وفاداری ہی کو خوبی اور کمال سمجھتے تھے۔ انھوں نے اپنے جذبات کے ماتحت از راہ حسن ظنی میاں صاحب کو بھی انگریز کا وفادار ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیونکہ ان کے زعم میں میاں صاحب کی نیک نامی اسی میں ہے۔ ہمارے نزدیک یہ غلط قسم کی حسن ظنی ہے۔ اسی کا شکار ہو گئے ہیں میاں صاحب کے سوانح نگار مولوی فضل حسین صاحب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مظفر پوری اور بعض دوسرے حضرات۔

دوسری طرف کچھ ایسے لوگ ہیں جو ملک کی آزادی کے بعد جماعت اہلحدیث کو دانستہ یا نادانستہ طور پر بدنام کرنا چاہتے ہیں اس لئے ایسے واقعات کے متعلق وہ بدگمانی سے کام لے رہے ہیں۔ اور اپنی بدگمانی کے ثبوت میں خود میاں صاحب کا کوئی قول پیش کرنے یا ان کی کسی عبارت کا حوالہ دینے کے بجائے انگریزوں کی چٹھیاں دکھاتے ہیں، یا مولوی فضل حسین صاحب جیسے لوگوں کے اقوال سامنے لاتے ہیں۔ حالانکہ اس شدید الزام کے ثبوت کے لئے یہ دلیلیں ہرگز کافی نہیں ہیں۔

اس معاملہ میں قول فیصل میاں صاحب ہی کا کلام ہو سکتا ہے۔ لیجئے ہم میاں صاحب کا وہی قول یہاں نقل کرتے ہیں جس کو الحیاۃ بعد المماۃ کے مصنف (مولوی فضل حسین صاحب مظفر پوری) نے "گورنمنٹ انگلشیہ کے ساتھ وفاداری" کے نمایاں عنوان کے ذیل میں ذکر کیا ہے میاں صاحب فرماتے ہیں۔

میاں وہ غدر تھا، بہادر شاہی نہ تھی، وہ بیچارہ بوڑھا بہادر شاہ کیا کرتا، حشرات الارض خانہ برانداز وں نے تمام دہلی کو خراب، ویران، تباہ، برباد کیا، شرائط امارت وجہاد بالکل مفقود تھے، ہم نے تو اس فتوے پر دستخط نہیں کیا، مہر کیا کرتے اور کیا لکھتے ...... (الحیاۃ بعد المماۃ صفحہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس عبارت سے کس طرح میاں صاحب کے "جذبۂ وفاداری" کا ثبوت ہوتا ہے۔ جبکہ انھوں نے برملا یہ فرمایا ہے کہ اس فتوے پر دستخط نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس ہنگامے میں امارت اور جہاد کے شرائط بالکل مفقود تھے۔ یعنی کسی شرعی امیر کے ماتحت اور اس کے احکام و ہدایات کے مطابق یہ جنگ نہیں ہو رہی تھی۔ بلکہ ایک بھیڑ تھی جو کسی ضبط و نظم کے بغیر، اور شریعت اسلامیہ کی جنگی تعلیمات کی پیروی کا لحاظ نہ کرتے ہوئے لوٹ مار، اور قتل و غارت کا بازار گرم کئے ہوئے تھی، بالفاظ دیگر اس فتوے پر دستخط نہ کرنے کا محرک وفاداری کا جذبہ نہیں تھا، بلکہ اس وقت صورت حال ایسی تھی کہ میاں صاحب کے نزدیک کتاب و سنت کی روشنی میں اس پر اسلامی جہاد کا اطلاق نہیں ہو سکتا تھا۔

اب رہا یہ کہ میاں صاحب نے اُس وقت کی جو صورت حال بیان فرمائی ہے وہ صحیح ہے یا نہیں؟ تو اس کے جاننے کے لئے ہمیں تاریخ کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ خواجہ حسن نظامی دہلوی نے "غدر دہلی کے افسانے" کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی جو کئی حصوں میں چھپی ہے اس وقت اس کا دوسرا حصہ ہمارے سامنے ہے۔ اس کے مختلف مقامات سے کچھ اقتباسات ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔ سب سے پہلے بہادر شاہی حکومت کی کس مپرسی کا حال پڑھئے۔ خواجہ صاحب لکھتے ہیں :-

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بادشاہ کا حکم شاذو نادر ہی مانا جاتا تھا اور شہزادوں کو تو
کوئی پوچھتا تک نہ تھا کہ تم ہو کس مرض کی دوا۔ سپاہ بالکل
بے سری ہو گئی تھی۔ نہ لگل کو مانتے تھے نہ افسروں کی سنتے تھے
اور نہ اپنا متعلقہ کام انجام دیتے تھے۔ فوج کی گنتی تو ایک
طرف رہی کچھی وردی بھی نہیں پہنی ص۲۹)

"ہلڑ بازی" سے میاں صاحب کا مقصد یہی تھا کہ اس شورش میں نہ
کوئی امیر تھا اور نہ کوئی مامور۔ نہ کوئی اصول تھا اور نہ کوئی قانون۔ جس کے
جی میں جو آتا تھا کرتا تھا۔ خواجہ صاحب کے بیان کے مطابق جب تنخواہ
دار سپاہ اور فوج کا یہ حال تھا کہ وہ بہادر شاہ کے قابو سے باہر ہو گئی
تھی۔ تو پھر دوسروں کا کیا کہنا۔

اس ہنگامے کو جن لوگوں نے برپا کیا تھا اور جس مقصد سے کیا تھا
اس کا اعلان انھوں نے پہلے ہی کر دیا تھا جیسا کہ خواجہ صاحب نے لکھا ہے۔

"غدر ہونے سے تقریباً ایک مہینہ پہلے یکم اپریل ۱۸۵۷ء کو
ایک اشتہار اس مضمون کا جامع مسجد دہلی میں چسپاں کیا
گیا تھا کہ ۱۱ مئی کو دہلی لوٹی جائے گی اور بڑا کشت و خون ہوگا
مگر اس وقت حکام نے اس طرف توجہ نہیں کی اور معمولی بات
سمجھ کر ہنسی میں ٹال دیا گیا۔ شمالی و مغربی اضلاع کے اخبارات نے
بھی اس کو کوئی اہمیت نہ دی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ عام لوگ بھی
بے فکر اور مطمئن ہو کر بیٹھ رہے۔ یہاں تک کہ ۱۱ مئی کا وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوفناک دن آگیا۔ اور میرٹھ کے مفسدین کا ایک گروہ صبح کے وقت ۷ بجے کشتیوں سے دریا عبور کر کے شہر میں داخل ہوگیا۔

اس کے بعد کیا کیا ہوا اس کا ذکر کرتے ہوئے خواجہ صاحب لکھتے ہیں:۔

...... اس کے بعد بلوائی دیوان عام کی طرف گئے وہاں دو معصوم مسیں تھیں ان کو بھی ان سنگدلوں نے نہ چھوڑا اور بندوق کا نشانہ بنا دیا۔ وہاں سے نکلکر سیدھے دریا گنج کا رخ کیا اور یہاں آکر تمام مکانوں کو آگ لگا دی۔ یہ مکانات زیادہ تر انگریزوں کے تھے۔ اس عرصہ میں ایک اور رجمنٹ مفسدوں کی شہر میں گھس آئی اور آتے ہی شہر کے لچوں اور شہدوں سے کہا کہ تم لوگ شہر کو خوب لوٹو ہمیں اس سامان غنیمت میں ہاتھ لگانا حرام ہے۔ جو بلوائی دریا گنج کو جلا رہے تھے انھوں نے وہاں پانچ انگریزوں اور دو میموں کو اور مار ڈالا جب دریا گنج جل کر خاک سیاہ ہوگیا تو وہاں سے مفسد بینک کی کوٹھی پر گئے، اس کو بھی آگ لگا کر جلا ڈالا اور پانچ فرنگیوں کو جان سے ہلاک کر دیا۔ پھر وہاں سے کوتوالی گئے اور بدمعاشوں سے کہدیا کہ شہر کو لوٹو۔ کوتوال خوف زدہ ہوکر کوتوالی چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اور کوئی تدبیر غریب غربا کے بچانے کی نہ کی۔ کوتوالی سے سکنر صاحب مرحوم کی کوٹھی پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہنچے مگر اس کو آگ نہیں لگائی۔ لیکن وہاں گرجا اور گرجا کے قرب و جوار میں جس قدر مکانات تھے سب میں آگ لگادی اور جلا کر خاک کا ڈھیر کر دیا۔ اور جس قدر میمیں اور فرنگی تھے سب کو مع ننھے ننھے بچوں کے قتل کر ڈالا (ص۳) ...... دہلی کے گرد و نواح کے جس قدر دیہاتی تھے سب اٹھ کھڑے ہوئے اور لوٹ مار شروع کر دی (ص۵) ...... فسادیوں نے جب دہلی کو اچھی طرح لوٹ لیا تو دو سو سوار گوڑگانوہ کی طرف گئے اور وہاں بھی فتنہ و فساد لوٹ گھسوٹ اور آتش زنی کا بازار گرم کر دیا (ص۶) ...... دریا گنج میں جس قدر عیسائی رہتے تھے وہ سب فساد کے روز ایک کوٹھے پر جمع ہوئے اور تین چار دن تک وہاں قائم رہے ...... جب تک یہ لوگ کوٹھے پر رہے کھانے پینے کی کوئی چیز ان کے پاس نہیں پہنچی۔ غریب معصوم ننھے ننھے بچے بھوک پیاس سے بلک رہے تھے۔ ان کم بخت سنگدلوں نے لڑکوں سے کہا کہ اگر تم نیچے اتر آؤ تو ہم تمھیں کھانا پانی سب کچھ دیدیں گے۔ مگر جب وہ معصوم نیچے اترے تو فوراً قتل کا اشارہ کیا اور سب معصوموں کو ذبح کر ڈالا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد قتل عام شروع ہو گیا (ص۱۱) ...... غرضیکہ اس فساد میں نہایت سخت وحشیانہ ظلم و ستم کیے گئے۔ بچے رحم مادر سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکالے گئے، ننھے ننھے بچے تلوار اور نیزوں کی نوک پر اٹھا کر بازاروں میں فخریہ پھرائے گئے۔ عورتوں کو برہنہ کر کے نہایت ذلت و خواری سے قتل کیا گیا ..... (صفحہ ۶۴)

ان اقتباسات سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس ہنگامے میں حصہ لینے والوں کے ظلم و ستم کا نشانہ صرف انگریزوں کی جان و مال اور انھیں کی عورتیں اور بچے ہی نہیں تھے بلکہ شہر کے دوسرے باشندوں کو بھی خوب لوٹا کھسوٹا گیا۔ اور جان و مال تباہ کیا گیا۔ چنانچہ خواجہ صاحب نے ایک جگہ اس کے متعلق صاف صاف بھی لکھا ہے۔ لکھتے ہیں :-

مفسدین نے صرف انگریزوں ہی کے ساتھ ظلم و زیادتی نہیں کی بلکہ شہر والوں کیساتھ بھی وہ وہ ظلم کئے کہ الامان والحفیظ، دہلی شہر ہمیشہ سے دولتمند مشہور رہا ہے، مفسدین خوب جانتے تھے اسی لئے خوب جی کھول کر اسے لوٹا۔ ایک ہندوستانی جو اس درمیان یعنی ۱۱ر مئی سے ۲۳ر جون تک دہلی میں تھا شہر کی کیفیت اس طرح بیان کرتا ہے کہ مفسدوں نے شہر کے باشندوں کا ایک گھوڑا بھی نہیں چھوڑا۔ سب چھین لے گئے۔ اکثر دوکانداروں کو محض اس قصور پر جان سے مار ڈالا کہ وہ واجبی قیمت مانگتے تھے ...... شہر کے باشندے اور دوکاندار سب ہی افسوس کرتے تھے۔ اہل حرفہ کی حالت فاقہ کشی تک پہنچ گئی تھی۔ بیوہ عورتیں مکانوں میں بیٹھی رویا کرتی تھیں، اور صبح سے شام تک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفسدین کو بد دعا دیا کرتی تھیں ۔۔۔۔ مفسدوں کو شہر میں جہاں نقد روپیہ نظر آتا فوراً لوٹ لیتے تھے، یہ سب روپیہ ابھی تک سپاہیوں کے قبضہ میں تھا اور خزانۂ شاہی میں ایک حبّہ داخل نہیں ہوا تھا، بعض رجمنٹوں کے پاس اس قدر روپیہ جمع ہو گیا تھا کہ وہ بمشکل حرکت کر سکتے تھے ۔۔۔۔ (ص۲۷)

تاریخ کی اس شہادت کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیجیے کہ صورت حال کی نسبت میاں صاحب نے جو کچھ فرمایا ہے وہ لفظ بلفظ صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو اس صورت حال کا حوالہ دیتے ہوئے جب میاں صاحب نے خود ہی اپنے دستخط نہ کرنے کی وجہ بتا دی ہے تو اب اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ مولوی فضل حسین صاحب یا ان کے جیسے کسی دوسرے عقیدتمند کا اس سے "جذبۂ وفاداری" پر استدلال کرنا، درحقیقت اپنے جذبات کی ترجمانی ہے، میاں صاحب کی نہیں۔ اسی لئے بعض حنفی مورخین نے بھی مولوی فضل حسین صاحب کی اس روش کو ناپسند کیا ہے۔ اور اس کو "سعی لاحاصل" کہا ہے۔ چنانچہ مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی اکبر آبادی نے "علمائے حق اور ان کی مظلومیت کی داستانیں" کے نام سے جو کتاب لکھی ہے اس کے ص۱۰۹ تا ص۱۱۱ پر میاں صاحب کے کچھ حالات بھی لکھے ہیں۔ آخر میں لکھتے ہیں:

"فضل حسین مظفر پوری نے الحیاۃ بعد الممات میں میاں صاحب کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت کا لحاظ رکھ کر وفادار ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے۔"

(صفحہ ۱۱)

مفتی صاحب کا مطلب ظاہر ہے کہ جن چیزوں سے میاں صاحب کے "وفاداری" ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے ان میں سے کسی سے بھی یہ مدعا حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے وقت کی مصلحت کے لحاظ سے اگرچہ یہ کوشش کی گئی مگر یہ کوشش لاحاصل اور بے نتیجہ ہے۔

اب دوسرے نقطہ نظر کو لیجئے۔ یعنی یہ جو ہم نے کہا ہے کہ آزادی حاصل ہو جانے کے بعد اس دستخط نہ کرنے والی بات کو طنز و تعریض اور تنقیص و توہین کی شکل میں پیش کرنے والے بدگمانی سے کام لے رہے ہیں تو مذکورہ بالا تفصیلات سے ہماری اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

اس لئے کہ جب معلوم ہو گیا کہ میاں صاحب کے نزدیک دلائل شرعیہ کی رو سے مسئلہ کی نوعیت یہی تھی کہ اس پر اسلامی جہاد کا اطلاق نہیں ہو سکتا تھا۔ تو اب خواہ مخواہ ان کی نیت پر حملہ کرنا اور بلا وجہ اس کو "وفاداری" کے جذبے پر محمول کرنا، بدگمانی نہیں تو اور کیا ہے؟

مولانا غلام رسول مہر نے اس معاملہ میں بہت مناسب اور معتدل راہ اختیار کی ہے۔ انھوں نے اس ہنگامے میں شریک ہونے اور نہ ہونے کو ایک "اجتہادی مسئلہ" قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس بارے میں علماء کا اختلاف نقطۂ نظر کا اختلاف تھا۔ اس لئے اجتہاد کی رو سے ان کی رایوں کی بابت خطا یا صواب کا حکم تو لگایا جا سکتا ہے، لیکن ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سے کسی کو ملزم گرداننے اور مطعون کرنے کا ہم کو حق نہیں ہے۔ مہر صاحب لکھتے ہیں۔

"۱۸۵۷ء میں ملک کے اندر جگہ جگہ آزادی کی جدوجہد کی گئی۔ اگرچہ دہلی یا دوسرے مقامات کے بعض بزرگوں نے ۱۸۵۷ء کی تحریک کو درست ماننے سے انکار کر دیا تھا، تاہم ان میں سے بعض نہایت بلند پایہ افراد اس میں شریک رہے۔ مثلاً بزرگان دیوبند، مولانا لیاقت علی الہ آبادی، مولانا سرفراز علی جونپوری، مولانا رحمت اللہ کیرانوی...... بہرحال یہ اجتہادی مسئلہ تھا ایک گروہ نے اس پر ایک نقطۂ نگاہ سے غور کیا، دوسرے نے دوسرا نقطۂ نگاہ پیش نظر رکھا۔ ایک کی رائے یہ تھی کہ آزادی حاصل کرنے کے جو ممکنات پیدا ہو گئے ہیں ان سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اور جس حد تک ملکی قوتوں کو منظم کیا جا سکتا ہے، کر دینا چاہیے۔ دوسرے گروہ کی نظر اس پہلو پر گئی کہ ملکی قوتوں میں تنظیم نہیں، اور تحریک نے فی الجملہ ہنگامۂ عام کی حیثیت اختیار کر لی ہے، جسے عرفاً بلوا کہتے ہیں اور شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔ جس حد تک میں اندازہ کر سکا ہوں پہلے گروہ کی رائے صائب تھی اور دوسرے گروہ کو اگرچہ ملزم نہیں گردانا جا سکتا، تاہم اس کی رائے صائب نہ تھی۔ اس نے ذرائع کے باب میں حد درجہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مبالغہ آمیز تصور مناسب سمجھا، جس میں مقصد نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ بلاشبہ تحریک کی بے تنظیمی کی متعدد مثالیں ملتی ہیں، یہاں تک کہ اگر کہا جائے ناکامی کا سب سے بڑا سبب بے تنظیمی ہی تھی تو یہ غلط نہ ہو گا۔ بے تنظیمی ہی کے باعث بعض ایسے واقعات رونما ہوئے جن کے لئے اخلاقاً یا قانوناً یا شرعاً کوئی وجہ جواز پیش نہیں کی جا سکتی، مثلاً دہلی یا جھانسی یا کانپور یا بعض ایسے ہی دوسرے مقامات پر انگریزوں کا قتل یا بعد حوالگی و متارکہ ان پر قاتلانہ حملے۔ ذمہ دار آدمی نہ خود ایسے افعال کے مرتکب ہو سکتے تھے اور نہ کسی دوسرے کو ارتکاب کا موقع دینے کے لئے تیار ہو سکتے تھے ......

(۱۸۵۷ء صـ۳۵۵)

اگر آپ غور کریں گے تو معلوم ہو گا کہ مہر صاحب کے اس بیان میں بھی میاں صاحب کی بہت سی باتوں کی تصدیق و تائید موجود ہے

تفریع د کے متعلق سچ پوچھئے تو یہی وہ توہین آمیز الزام ہے جو کم از کم میرے لئے تو بڑا درد انگیز اور تکلیف دہ ثابت ہوا ہے۔ میں نے جس وقت ان فقروں کو پڑھا کہ "سرخیل علماء مولانا سید نذیر حسین کے وقت سے لیکر اب تک آپ کے علماء و مشائخ نے سیاست اور عملی جہاد میں کوئی حصہ نہیں لیا" تو درد و کرب سے تلملا اٹھا۔ اور کئی دنوں تک اس کی چبھن محسوس کرتا رہا۔ بالآخر اسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اضطراب اور بے چینی کے عالم میں فیصلہ کیا کہ اس ظلم اور بے انصافی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنی ہے، خواہ انجام کچھ بھی ہو۔ تکلیف کا احساس اس وقت اور بڑھ جاتا ہے جب یہ دیکھتا ہوں کہ علماء کے جمود و خمود کی ذمہ داری "سرخیل علماء مولانا سید نذیر حسین" کے سر ڈالی جارہی ہے۔ حالانکہ تاریخ اس الزام کا قطعاً ساتھ نہیں دیتی۔

یہ سمجھنا یقیناً غلط ہے کہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں میاں صاحب شامل نہیں ہوئے، اس کا یہ اثر ہوا کہ اُسی وقت سے علماء اہلحدیث سیاسیات سے الگ ہو گئے۔ اور ایسا الگ ہوئے کہ کبھی کسی نے، کوئی حصہ نہیں لیا!! میں آگے چل کر انشاء اللہ اس کو ثابت کروں گا کہ تاریخ آزادی کا کوئی دور ایسا نہیں ہے۔

۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی میں بھی اہلحدیث علماء نے حصہ لیا ہے

جس میں اہلحدیث علماء اور عوام نے حصہ نہ لیا ہو۔ سب سے پہلے اسی ۱۸۵۷ء ہی کی تحریک کو لے لیجئے۔ مولانا مہر صاحب اسکی نسبت لکھتے ہیں۔

سید صاحب کے خلیفہ اور ان کی جماعت مجاہدین کے امیر مولانا عنایت علی صادق پوری بھی اس تحریک کے ساتھ تھے، بلکہ انگریزوں کا خیال ہے کہ مردان میں رجمنٹ ۵۵ کی بغاوت مولانا عنایت علی ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ اور خود انھوں نے نارنجی (علاقہ سرحد) میں محاذ قائم کر کے جنگ شروع کر دی تھی۔ (۱۸۵۷ء صفحہ ۵۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عنایت علیؒ کا اہلحدیث ہونا ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہے کہ بنگال اور بہار کے اہلحدیث بڑی تعداد میں ان کے ساتھ تھے اور ہر طرح ان کے معاون و مددگار تھے۔

○ —— مہر صاحب نے مقدمہ انبالہ (جس کی تفصیلات اپنے موقع پر آئندہ پیش کی جائیں گی) کے ملزمین کے ذیل میں مولوی جعفر صاحب تھانیسری (اہلحدیث) کا نام بھی ذکر کیا ہے۔ اور ان کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:۔

"بعض بیانات کے مطابق یہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں بھی چند ساتھیوں کو لے کر انگریزوں کے خلاف لڑنے کی غرض سے دہلی گئے تھے" (سرگذشت مجاہدین ص۳۸۵)

○ —— مولٰنا سید جلال الدین احمد جعفری بنارسی ابن مولوی سید عبدالاعلی ایک ممتاز اہلحدیث عالم گذرے ہیں۔ ان کے حالات میں مولوی ابو یحیٰی امام خاں صاحب نوشہروی لکھتے ہیں:۔

اکثر علوم متعارفہ اپنے والد ماجد اور مولوی احمد اللہ صاحب محدث (بنارسی) سے پڑھکر کانپور اور دہلی تشریف لے گئے۔ دہلی میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سے تکمیل فرمائی۔ اور حدیث کی تکمیل مولانا عبدالحق محدث (بنارسی) سے عمل بالحدیث اتباع سنت کا ولولہ بھی انھیں بزرگ کے فیض صحبت سے پیدا ہوا چنانچہ مولوی خرم علی صاحب، سے مسئلہ فاتحہ خلف الامام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں آپ کا مناظرہ مشہور ہے۔ اسی بحث پر آپ نے بزبان فارسی رسالہ فاتحۃ الصواب فی قراءۃ فاتحۃ الکتاب، محرم ۱۲۵۶ھ میں تصنیف فرمایا۔ پھر اس کا خلاصہ بزبان اردو بنام زبدۃ الالباب فرمایا جو مطبع سعید المطابع میں طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے۔ آپ بے حد ذہین تھے حفظ قرآن کا شوق ہوا تو رمضان کی پہلی کو التزام کیا دن میں ایک پارہ حفظ کر لیتے اور رات کو تراویح میں سنا دیتے خاندان میں مہر فاطمی کا رواج آپ ہی کی سعی سے ہوا....

آپ کی تصنیفات میں علاوہ فاتحۃ الصواب و زبدۃ الالباب حسب ذیل کتابوں کا بھی پتہ لگتا ہے۔

زبدۃ القوانین، انبساط عبارۃ الکافیہ، فرہنگ اخوان الصفا قواعد اردو وغیرہ۔ (تراجم علمائے حدیث ہند جلد اول ص۴۳۵)

اس اقتباس سے جب یہ معلوم ہو گیا کہ سید صاحب موصوف اہل حدیث تھے، تو اب اس کے ساتھ ایک دوسرا اقتباس پڑھیے۔

جناب مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی اکبر آبادی موصوف کی شان میں لکھتے ہیں:۔

"اپنے والد اور مولوی احمد اللہ بنارسی کے شاگرد تھے، سند حدیث مولوی عبد الحق بنارسی سے لی، عامل بالحدیث، متبع سنت نبوی و قانع و متقی تھے۔ حافظ آنچناں بود کہ در یک شب یک پارہ کلام مجید حفظ نمودہ وقت شب ماہ رمضان تراویح می خواند

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ نے بھی ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں حصہ لیا مگر حکومت کے شکنجے سے بچ گئے۔ زبدۃ القوانین (صرف و نحو) و شرح کافیہ یادگار سے ہے۔ بنارس کالج میں پہلے مدرس تھے ۱۲۷۹ھ میں بعمر ۵۰ سال وفات پائی۔

(دالیسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء ص ۱۳۷ تا ۱۳۸)

یہ بات ہم شروع ہی میں عرض کر چکے ہیں کہ حادثہ بالاکوٹ کے بعد تحریک جہاد کی قیادت اہلحدیث علماء کے ہاتھوں میں آئی۔ اس لئے اہلحدیث تو بڑی تعداد میں سرحد پار کے مجاہدین اور ان کے معاونین میں شامل تھے اور ان کے متعلق مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم کا یہ بیان آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ "مجاہدین اور ان کے معاونین ایک دینی نظام سے وابستہ ہونے کی وجہ سے اس قومی لڑائی میں غیر جانبدار رہے" تاہم ایسا بھی نہیں ہے کہ آزادی کی یہ جدوجہد اہلحدیث افراد کی شرکت سے یکسر خالی ہو۔ اور انھوں نے اس میں بالکل ہی حصہ نہ لیا ہو۔

بعد کی سیاسی تحریکات اور عملی جہاد میں علماء اہلحدیث کا حصہ

۱۸۵۷ء کے بعد سے ۱۹۴۷ء تک ملک کی کوئی بھی سیاسی تحریک ایسی نہیں ہے جس میں اہلحدیث افراد نے حصہ نہ لیا ہو۔ کانگریس، تحریک خلافت، تحریک احرار، مسلم لیگ نے جب اس انگریز کی مخالفت کا نعرہ بلند کیا) جمعیۃ علماء ہند، جمعیۃ علماء اسلام۔ ان تمام تحریکوں اور جمعیتوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیں اہلحدیث شریک رہے ہیں۔ مثلاً مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبدالقادر قصوری، مولانا محمد علی قصوری، مولانا محی الدین قصوری۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا اسمٰعیل غزنوی، مولانا محمد علی لکھوی، مولانا عبیداللہ احرار، مولانا ابوالوفا ثناء اللہ، مولانا ابراہیم سیالکوٹی، مولانا محمد اسمٰعیل گوجرانوالہ، مولانا ابوالقاسم بنارسی، مولانا ابوالقاسم محمد علی مئو، مولانا محمد نعمان مئو، مولانا محمد احمد مدرس مئو، مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری، مولانا عبدالغفور رحیم آبادی، مولانا محمد ادریس خاں بدایونی، مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی، مولانا عبدالرحیم عرف مولانا محمد بشیر، صوفی ولی محمد فتوحی والا، دہلی کے پنجابی اہلحدیث، کلکتہ میں کپڑے اور لوہے کے تاجر، مدراس میں کاکا محمد عمر، بنگال میں مولانا عبداللہ الکافی، مولانا عبداللہ الباقی، مولانا اکرم خاں۔ قاضی کیس کے ملزمین، سازش کے متعدد مقدمات کے ملزمین، بنگال کے مولانا احمد اللہ خان بانی مدرسہ شمس الہدی دلال پور، علم الدین تعلقدار، غازی شہاب الدین، دین محمد منڈل، وغیرہ وغیرہ ایک طویل فہرست ہے ایسے علماء اور افراد اہلحدیث کی جن کا سیاست اور عملی جہاد میں حصہ لینا ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ اور یہ ضمنی بحث جو میاں صاحب کی ذات سے متعلق چل پڑی ہے، ختم ہو جانے کے بعد ہم انشاء اللہ ان تمام حضرات کی سیاسی اور جہادی خدمات کی تفصیلات آپ کے سامنے پیش کریں گے۔

ایک معذرت اور اس کا جواب | ہم سمجھتے ہیں کہ اس دعوے کو نباہنے کے لئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ سیاست اور عملی جہاد میں اہلحدیث علماء و مشائخ نے کوئی حصہ نہیں لیا" زیادہ سے زیادہ جو معذرت پیش کی جا سکتی ہے وہ یہی کہ افراد کی خدمات کا انکار نہیں ہے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ "جماعتی حیثیت" سے اہلحدیث جماعت نے سیاست میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ افراد کی خدمات جماعت کی خدمات شمار نہیں کی جا سکتیں

تو گذارش یہ ہے کہ یہ منطق صرف اہلحدیثوں ہی کے حق میں کیوں استعمال کی جاتی ہے؟ اس منطق کی رو سے تو ہندوستان کی مذہبی جماعتوں اور فرقوں میں کوئی فرقہ ایسا نہیں ہے جس کی بابت یہ دعویٰ کیا جا سکے کہ اس نے فرقے اور "جماعت کی حیثیت" سے سیاست میں حصہ لیا ہے؟ اس لحاظ سے تو ہر مسلمان کو جو کسی فرقے سے تعلق رکھتا ہو یہ طعنہ دیا جا سکتا ہے کہ "آپ کے علماء و مشائخ نے سیاست اور عملی جہاد میں کوئی حصہ نہیں لیا" کیا جمعیۃ علماء ہند پر دیوبندی فرقے کے حضرات کا غلبہ ہے، تو اس کی بنا پر یہ کہا جائے گا کہ یہ جمعیۃ دیوبندی فرقے کی فرقہ وارانہ جمعیۃ ہے؟ جمعیۃ علماء ہند کا دستور اساسی شائع شدہ موجود ہے۔ ملاحظہ کیجئے، کیا اسکی رکنیت کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ دیوبندی عقائد کو ماننا ہوگا؟ حقیقت یہ ہے کہ جمعیۃ کی آبرو اور اسکی ساکھ اسکی عمومی حیثیت ہی کی بنا پر قائم ہے۔ جس دن یہ پردہ ہٹ جائے گا وہ اسکی موت کا دن ہوگا۔ اگر "جماعتی حیثیت سے کام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس جماعت کے تمام افراد یا اکثر افراد اس کام میں شریک ہوں۔ تو اس معیار کے لحاظ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی سیاست میں حصہ لینے والے دیوبندی حضرات کی بابت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انھوں نے جماعتی حیثیت سے حصہ لیا ہے۔ اس لئے کہ دیوبندیوں میں بھی ہمیشہ سے ایک بڑا طبقہ ایسا رہا ہے جس نے انگریزوں کے خلاف کسی سیاسی تحریک میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ بلکہ یہ کہیئے کہ تحریک حریت کی انھوں نے ہمیشہ مخالفت کی ہے۔ یہ طبقہ بھی وہ ہے جس کا سلسلۂ تلمذ بھی شیوخ و اکابر کے ساتھ وابستہ ہے جن کے سلسلۂ تلمذ میں وہ حضرات ہیں جنھوں نے سیاست میں حصہ لیا۔ مولانا سید محمد میاں تک کو اس کا اعتراف ہے۔ لکھتے ہیں

> علماء دیوبند کے بھی وہ چند افراد جو ہمیشہ سے تحریک حریت کے مخالف رہے تھے۔ اور اس وقت سرکاری مدارس کے ملازم یا پنشنر تھے۔ اور ایک وہ بزرگ جو پاکستانی تحریک کو اسلامی تحریک سمجھ بیٹھے تھے، اور بدقسمتی سے نظام حیدر آباد کے ساتھ خصوصی تعلق نے سیاسی دریوزہ گروں اور ریاست کے وظیفہ خواروں کو ان کے معتمد حواریین میں داخل کر دیا تھا جمعیۃ علماء اسلام کلکتہ میں داخل ہو گئے ....
>
> (علماء حق حصہ دوئم ص۳۳۶)

اس اقتباس میں "وہ بزرگ ...." سے مراد مولانا شبیر احمد عثمانی ہیں، یہ صرف "چند افراد" تھے یا ایک بڑی تعداد ان کے ساتھ تھی اس کا فیصلہ ۴۶ء کے پہلے کے الکشن میں ہو چکا۔

"جمعیۃ علماء اسلام" جمعیۃ علماء ہند کے مقابلے میں قائم کی گئی تھی۔ اس کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجلاس ۲۸ تا ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۵ء محمد علی پارک کلکتہ میں منعقد ہوا تھا۔ اسی اجلاس میں عثمانی صاحب موصوف کو اس جمعیتہ کا صدر منتخب کیا گیا تھا۔

عجیب انصاف

یہ کیسا عجیب انصاف ہے کہ جب مطعون کرنا ہوتا ہے، تب تو میاں صاحب کے بعض واقعات اور مولنا محمد حسین بٹالوی مرحوم کے خیالات اور رجحانات کو جماعتی فیصلے کی حیثیت دیدی جاتی ہے۔ اور اس بہانے سے ۱۸۵۷ء سے لیکر آجتک کی پوری جماعت اہلحدیث اور اس کے تمام علماء و مشائخ کو (کسی تخصیص و استثناء کے بغیر) بدنام کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کے برخلاف جب اہلحدیث کے ان علماء اور عوام کی ایک طویل فہرست پیش کی جاتی ہے جنھوں نے انگریز کی مخالفت میں اپنی جانیں قربان کیں۔ پھانسیوں پر لٹکائے گئے۔ کالا پانی بھیجے گئے۔ جیل کی سزائیں کاٹیں۔ جن کی جائدادیں ضبط ہوئیں بارہ بارہ گھنٹے تک بھوکا پیاسا رکھ کر ان کو مسلسل پیٹا گیا۔ بیتوں سے مار مار کر ان کی کھال ادھیڑ دی گئی ــــــ ان تمام واقعات کو سن کر بڑی بے نیازی کے ساتھ کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ تو افراد کے کارنامے ہیں۔ ان کو جماعت کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔

ہم جاننا چاہتے ہیں کہ "جماعت" کی وہ کونسی ایسی جامع مانع تعریف ہے؟ اور وہ کیا معیار ہے جس کی رو سے مولانا بٹالوی وغیرہ کی باتیں تو "جماعت" کی طرف منسوب کی جا سکتی ہیں۔ مگر دوسرے سینکڑوں اہلحدیث جان نثاروں کی سیاسی خدمات اور مجاہدانہ قربانیوں کو "جماعت"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا پھر اسی معیار کی رو سے ہمیں یہ بھی بتایا جائے کہ مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کے علماء نے سیاست میں جو حصہ لیا ان کی نسبت تو یہ کہنا صحیح ہے کہ جماعتی حیثیت سے حصہ لیا ہے اس لئے وہ قابل طعن نہیں، لیکن اہلحدیث کی نسبت یہ کہنا صحیح نہیں ہے اس لئے وہ قابل طعن اور مستحق ملامت ہیں۔

دوسرا طعنہ اور اسکا جواب دوسری بات جس کا طعنہ اہلحدیثوں کو دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ:۔

"سنہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مولانا نے ایک میم کی جان بچائی تھی اور اس کے معاوضہ میں ان کو کئی کئی بار انعام ملا"

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے ہم ناظرین کو یہ بتائیں کہ اصل واقعہ کیا ہے۔ تاکہ اندازہ ہو سکے کہ میاں صاحبؒ نے کس جذبے کے ماتحت اس میم کی جان بچائی تھی۔ یہ واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ خود میاں صاحب کی زبانی الحیاۃ بعد المماۃ میں منقول ہے۔ میاں صاحب کا بیان یہ ہے کہ:۔

"اس زمانے میں ایک دن نماز عصر کے بعد شہر سے باہر چلا گیا، ملا محمد صدیق پشاوری جو اس وقت مجھ سے اصول فقہ پڑھتا تھا ساتھ تھا۔ مجھکو کسی آدمی کے کراہنے کی آواز معلوم ہوئی۔ میں اس آواز کی جانب بڑھا، جب قریب پہونچا تو دیکھا کہ ایک میم مجروح رو رہی ہے۔ ہم لوگوں کو دیکھ کر کہنے لگی کہ خدا کے واسطے میری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جان مت مارو۔ میں نے اس کو دلاسا دیا اور کہا کہ ہم مسلمان ہیں ہمارے مذہب میں لڑائی کے وقت بھی کسی غنیم کی عورت اور بچوں کی جان مارنا یا تکلیف دینی حرام ہے۔ تم اپنی جان سے پوری طرح اطمینان رکھو۔ اور اگر تمہاری مرضی ہو تو ہم تم کو اپنے گھر لے چلیں اور تمہارے زخم کا علاج اور تیمارداری کریں۔ مگر چونکہ وہ بہت ہی دکھی ہوئی تھی۔ کہنے لگی کہ اول تو ہم اپنے پاؤں سے چل نہیں سکتے۔ اور تم لوگ اگر اٹھا کر لے بھی چلو تو باغیوں کی گولی سے بچ نہیں سکتے۔ میں نے کہا کہ اچھا ہم لوگ تم سے کچھ دور پر ٹھہرتے ہیں رات کو اندھیرے میں تم کو اٹھا کر لے چلیں گے۔ آخر یہی ہوا کہ اندھیرے میں ہم اور ملا صدیق اٹھا کر اس کو اپنے رشتہ سے لائے کہ کسی فرد بشر کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی اور گھر میں لے جا کر شریف حسین کی ماں سے کہا کہ یہ نہایت مظلومہ ہے اس کی بہت دل جوئی اور خدمت کرنی چاہیئے کہ موجب خوشنودی خدا اور رسول ہے اس میم کو میں نے باغیوں کے باہر رہنے کی خبر بھی نہ دی کیونکہ خبر ہو جانے پر اس کے وہ ساڑھے تین مہینے نہایت ہی تشویش اور خوف کی حالت میں بسر ہوتے فرماتے کہ، موسم سخت گرمی کا تھا اور وہ دن رات ایک کوٹھڑی میں بند رہتی تھی۔ ہر چند میری اہلیہ اس کو کہتیں کہ رات کو انگنائی میں آ کر بیٹھو مگر وہ ڈر سے کوٹھڑی کے باہر نہ آتی اور اسی گرمی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مچھروں کی تکلیف میں رات بھر ہاتھ اٹھائے دعا کرتی کہ اے
اللہ میرا قصور معاف کر دے (صٓ، ۲۸)

اس واقعہ سے بھی میاں صاحب ؒ کو بقول مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی انگریز کا وفادار ثابت کرنے کی "سعی لاحاصل" کی گئی ہے۔ واقعہ کی تفصیل خود میاں صاحب ؒ کی زبانی آپ کے سامنے موجود ہے۔ پڑھئے اور بار بار پڑھئے! اور انصاف سے بتائیے کہ اس بیان میں انسانی ہمدردی اور اسلامی شریعت کی پابندی کے جذبے کے سوا، کہیں کسی نوع سے بھی اس کی گنجائش نکلتی ہے کہ ہم اس کو میاں صاحب ؒ کی کسی اخلاقی کمزوری پر محمول کریں؟ ایک مظلوم عورت جو زخموں سے چور ہو کر کراہ رہی ہو، اور درد و کرب سے بے چین ہو کر رو رہی ہو، اس قدر سہمی ہوئی ہو کہ ایک مسلمان کو اپنی طرف آتا دیکھ کر چلا اٹھے کہ "خدا کے واسطے میری جان مت مارو" ایسی حالت میں اس کے ساتھ ایک رحم دل، دیندار مسلمان کا برتاؤ اس کے سوا اور کیا ہونا چاہیے تھا جو میاں صاحب ؒ نے اس وقت کیا؟ اپنے گھر کی مستورات کی سپردگی میں دیتے ہوئے میاں صاحب نے فرمایا تو یہ فرمایا کہ یہ نہایت مظلومہ ہے اس کی نہایت دل جوئی اور خدمت کرنی چاہیے کہ موجب خوشنودی خدا اور رسول ہے" یہ نہیں فرمایا کہ موجب خوشنودی انگریز ہے۔ اس کے صلے میں ہم کو وفاداری کے تمغے اور انعامات ملیں گے۔ الحاصل میاں صاحب ؒ نے اس وقت اس میم کے ساتھ جو کچھ ہمدردی فرمائی اس کا محرک صرف یہ تھا کہ وہ مظلومہ تھی،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ نہیں کہ وہ انگریز تھی میاں صاحب امیروں سے ملنا ناپسند کرتے تھے دیکھو مکاتیب نذیریہ صلہ تو کسی رقم کی لالچ وہ کیا کرتے۔

انعام کی توقع سے زیادہ اپنی جان کا خطرہ تھا

اس وقت انگریزوں کے خلاف جو عام ہیجانی کیفیت برپا تھی، اس کے لحاظ سے انگریز یا ان کی عورتوں اور بچوں کے ساتھ کسی ہمدردانہ سلوک کے صلے میں انعام پانے کی توقع قائم کرنے سے کہیں زیادہ خطرہ خود اپنی جان اور مال کی ہلاکت کا تھا۔ اس قسم کا شبہہ بھی اگر کسی شخص کے متعلق ہو جاتا تھا تو انقلابی اس کو قتل کر دیتے تھے، اور اس کا گھر بار لوٹ لیتے تھے[1] مولانا مہر لکھتے ہیں۔

"البتہ انگریزوں سے تعلق کا الزام بہت خطرناک تھا جس پر یہ الزام لگ جاتا اُسے پناہ نہ ملتی، حکیم احسن اللہ خاں پر شروع ہی سے یہ الزام تھا اور اس کا گھر لٹ گیا۔ ایک مرتبہ جان مشکل سے بچی، بعض بدمعاشوں نے بے گناہوں پر یہ الزام لگا کر ان کے گھر یا دکانیں لٹوا دیں۔ کشمیری اور موری دروازے کے نان بائیوں کو اس الزام میں قتل کر دیا گیا کہ وہ ڈبل روٹیاں تیار کر کے انگریزوں کو بھیجتے ہیں (۱۸۵۷ء صفحہ ۱۲۰)

مہر صاحب ہی نے نواب حامد علی خاں (جو اعتماد الدولہ میر فضل علی خاں نائب السلطنت اودھ کے بھانجے اور داماد تھے) کی نسبت لکھا ہے کہ:۔

---

[1] ۱۸۵۷ء کا روزنامچہ ملاحظہ کیجئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"انھوں نے چھاؤنی کے جرنیل کی بیٹی اور ایک صاحب کی بیوی کو گھر میں چھپایا تھا۔ یہ راز فاش ہو گیا۔ لوگ ہجوم کر کے آئے اور ان کا گھر لوٹ لیا۔ وہ شہزادہ ابوبکر کی پناہ لے کر بچے"

(۱۸۵۷ء صفحہ ۱۶۸)

ان حالات کے باوجود میاں صاحب اور ان کے ساتھیوں نے اس خطرے کو اپنے لئے مول لیا۔ یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ ان حضرات کو شریعت کی پابندی کے مقابلے میں خطرات کی پرواہ نہیں تھی۔

واقعہ کی بابت ایک دوسری روایت

اس واقعہ کی تفصیلات کے بارے میں واقعہ نگاروں کے بیان میں کچھ اختلاف ہے۔ مثلاً بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ مولانا غلام رسول صاحب (قلعہ والے) اور مولانا عبداللہ صاحب غزنوی نے اس عورت کی جان بچائی تھی، بعض نے لکھا ہے کہ مولوی عبدالقادر صاحب (جو حضرت میاں صاحب کے سالے اور ڈپٹی نذیر احمد صاحب کے خسر تھے) اس میم کو اٹھا کر اپنے گھر لائے تھے۔ اور علاج معالجہ کیا تھا۔ بعض نے لکھا ہے کہ ڈپٹی نذیر احمد صاحب اس کو اٹھوا کر لائے تھے اور میاں صاحب کے گھر پہنچوا دیا تھا۔

بات یہ ہے کہ اس زمانے میں میاں صاحب اور مولوی عبدالقادر صاحب مذکور دونوں پنجابی کٹڑہ میں آباد تھے۔ ان کے گھر محلہ کی مسجد (اورنگ آبادی) سے بالکل ملے ہوئے تھے۔ اسی مسجد میں مولانا غلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول صاحب اور مولانا عبداللہ صاحب غزنوی مقیم تھے اور میاں صاحب سے حدیث پڑھتے تھے۔ قرین قیاس یہی ہے کہ یہ سب حضرات عصر کی نماز پڑھکر ساتھ ہی نکلے، اور راستے میں اتفاقاً وہ صورت پیش آئی۔ اس عورت کو اٹھا کر لانے میں سب شریک تھے۔ مولوی عبدالقادر صاحب میاں صاحب کے ایک خاص عزیز تھے اس لئے بہت ممکن ہے کہ دونوں صاحبان ایک ہی مکان میں رہتے بھی رہے ہوں، واقعہ ایک ہی ہے کیونکہ اس میم کا جو نام الحیاۃ بعد المماۃ میں مذکور ہے وہی نام مولانا راشد الخیری نے مولوی عبدالقادر صاحب کے واقعہ میں بھی لکھا ہے۔ اور وہی نام ڈپٹی صاحب کے واقعہ میں بھی بتایا گیا ہے۔

"الحیاۃ بعد المماۃ" کے مطالعہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ میم جب تک میاں صاحب کے گھر میں رہی انقلابیوں کو اسکی کچھ بھی خبر نہیں ہوئی لیکن مولانا راشد الخیری کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی عبدالقادر صاحب جب اس عورت کو لیکر گھر میں آئے تو چند ہی گھنٹوں کے بعد انقلابیوں نے ان کے گھر پر دھاوا بول دیا۔ چنانچہ مصور غم مولانا راشد الخیری لکھتے ہیں:-

"رات کے ابتدائی حصہ میں جب دنیائے اسلام کا سر خدائے عزوجل کے حضور میں جھکا ہوا تھا تو مولوی عبدالقادر صاحب ایک انگریز عورت کو کندھے پر لئے گھر میں داخل ہوئے۔ زخمی خاتون سسک رہی تھی، آنکھیں بند تھیں اور جسم کے اکثر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصّوں سے خون نکل رہا تھا۔ گھر کی عورتیں اپنے بدنصیب مہمان کی تیمارداری میں مصروف ہوگئیں۔ زخموں کو دھویا، بدن صاف کیا، پانی اور شربت حلق میں ٹپکا دیتے تھے۔ دو بجے دروازے پر "دین دین" کی آوازیں بلند ہوئیں ..... غریب عورتوں کی جان نکل گئی۔ بھولے بھالے بچوں کے ہوش جاتے رہے۔ لیکن مولوی صاحب مرحوم نے استقلال کو ہاتھ سے نہ دیا۔ باغیوں نے دروازے پر آفت مچادی اور "دین دین" کے نعروں سے آسمان سر پر اٹھالیا تھا۔ سوچتے سوچتے مولوی صاحب کی سمجھ میں ایک تدبیر آئی۔ اور وہ یہ کہ مہمان کو اُپلوں کی کوٹھڑی میں لٹا کر اوپر سے اوپلے چن کر دروازہ کھول دیا۔ رات کے تین بج رہے ہیں، اور چودھویں کا چاند آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا ہے کہ پندرہ بیس آدمی مولوی صاحب کے گھر کی تلاشی لے رہے ہیں، تلواریں اور بلم صاحب خانہ کے سر پر چمک رہے ہیں۔ اور دشمن عورتوں کے سامنے ناشائستہ الفاظ استعمال کر رہے ہیں۔ مولانا خاموش ہیں۔ عورتیں اللہ اللہ کر رہی ہیں، بچے رو رہے ہیں اور لڑکے حسرت سے باغیوں کا منہ تک رہے ہیں، آخر وہ وقت بھی آ گیا کہ اُپلوں کی کوٹھڑی کھلی، اور وہ جفاکار اس میں داخل ہوئے۔ آج کے مسلمان اس کو اتفاق حسن سے تعبیر کریں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یاد وقت سے میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ حاکم حقیقی ہر نیک کام میں اپنے بندوں پر رحمت کے پھول برسا کر دنیا کو دکھا دیتا ہے کہ کس طرح اس کا کرم شامل حال ہوتا ہے۔ خدا کا فضل ایک نہیں بلکہ پندرہ بیس آنکھوں پر ہے۔ وہ بن کر پڑا اور چاروں طرف دیکھ بھال کر باغی چھپتے پھٹتے واپس ہوئے۔

(دلی کی آخری بہار صفحہ ۲۶ و ۲۷)

شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد صاحب کے سوانح نگار

اس میم کا تعارف

سید افتخار علی بلگرامی لکھتے ہیں:۔

میم نوجوان لڑکی تھی کوئی ۲۰ - ۲۲ برس کی عمر ہوگی مولانا نذیر احمد صاحب (ڈپٹی صاحب) یا ان کے ہم سن لڑکوں کو اس کے پاس جانے کی اجازت نہ تھی صرف رازداری کا حکم تھا۔ مولوی عبدالقادر صاحب۔ جو حکیم بھی تھے چپکے چپکے اس کے زخموں کا علاج کرتے رہے۔ بڑا سخت زخم پیٹ کا تھا نہیں معلوم سنگین گھسیڑ دی تھی یا اچٹتی ہوئی گولی لگی تھی اوپر کی جلد پھٹ گئی تھی خون کی وجہ سے خوب تمیز نہیں ہوتی تھی۔ یہ عورت مسٹر لی سنس کی بی بی تھی۔ اور وہ پرمٹ کے پٹرول تھے۔ یہ میم اپنے باپ سے ملنے دلی آئی تھی۔ اور وہ مہتمم خزانہ تھے۔ مسٹر لی سن آگرے کے قلعے میں تھے اس کے در بچے بھی باپ کے پاس تھے۔ اگرچہ میم پوری آسائش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے رہتی تھی بایں ہمہ وہ اپنے مستقبل کی طرف سے بہت پریشان رہتی تھی۔ اس نے دہلی کا غدر دیکھا اور اس کو بالکل یقین تھا کہ اس کا شوہر بچوں سمیت آگرے میں ضرور مارا گیا ہوگا۔ اس نے اپنے باپ کو گولی سے ہلاک ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ جب وہ اپنی داستان غم والم بیان کرتی تھی خود روتی تھی اور دوسروں کو رلاتی تھی۔ اس ہنگامے میں باہر سے خبروں کا آنا جانا بالکل بند تھا ایسی حالت میں اس کو اس کے سوا اور کیا خیال آسکتا تھا کہ مولوی لوگ مار یا لونڈی بنا کر رکھیں گے وہ نہایت مایوسی کی حالت میں تھی ..... (حیات النذیر ص ۴۷)

حفاظت سے انگریزوں کے کیمپ میں پہونچا دی گئی

ساڑھے تین مہینے تک یہ میاں صاحب کے ہاں رہی۔ جب اس کے زخم اچھی طرح بھر گئے اور تندرست ہو گئی تو اس کو انگریزی کیمپ میں پہونچا دیا گیا۔ مگر یہ کام بھی اپنی جگہ بڑا مشکل اور خطرناک تھا۔ کیونکہ انقلابیوں نے شہر کے دروازوں پر بڑی سختی کر رکھی تھی۔ لوگوں کو بڑی مشکل سے باہر جانے اور اندر آنے دیتے تھے۔ ایک بگھی منگوائی گئی اس میں میاں صاحب کے گھرانے کی چند عورتیں اور کچھ بچے بٹھا دیئے گئے ان سب کے بیچ میں یہ میم دبی جھکی بیٹھ گئی۔ اور دونوں طرف سے پردہ کھینچ دیا گیا۔ لاہوری دروازہ پر پہونچے تو پہرہ والوں نے پردہ اٹھا کر تلاشی لینی چاہی ایک پشاوری طالب علم (شعیب) جو بگھی کے ساتھ تھا اس نے کیا چیاں با

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولویوں کی بہو بیٹیاں ہیں تلاشی کیا لیتے ہو۔ منت پوری کرنے جا رہی ہیں ابھی چھ گھڑی رات کی توپ سے پہلے لوٹ آتی ہیں۔ مولویوں کا نام سنکر پہرہ والوں نے کاوش نہیں کی اور بگھی کو گذر جانے دیا۔

(حیات النذیر ص ۴۴)

اس سلوک کا جائزہ قرآن کی روشنی میں

میاں صاحب اور ان کے اعزہ (مولوی عبدالقادر صاحب اور ڈپٹی نذیر احمد صاحب) ان کے شاگرد، ان کے گھر کی مستورات تک مسز لی ٹن کے ساتھ جو سلوک اور برتاؤ کیا وہ تو آپ نے ملاحظہ کر لیا۔ اب آیئے ذرا اسکی بابت شرعی نقطہ نظر سے بھی غور کریں۔ جنگی احکام کے متعلق قرآن پاک کی سب سے جامع سورہ "سورۃ التوبہ" ہے۔ اس کے پہلے ہی رکوع میں ارشاد ہوا ہے وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ ۝ یعنی اور اگر کوئی مشرک (یا کافر حالت جنگ میں بھی) تم سے امن مانگے تو اس کو پناہ دیا کرو کہ وہ (مسلمانوں کے میل ملاپ سے) قرآن سنے پھر جب وہ جانا چاہے تو امن کی جگہ اسکو پہنچا دیا کرو یہ حکم اس لئے ہے کہ وہ لوگ بے علم ہیں (ترجمہ ثنائی) میں یہ نہیں کہتا کہ یہ آیت پوری طرح واقعہ زیر بحث پر منطبق ہے۔ تاہم اتنا تو ضرور ثابت ہو جاتا ہے کہ جنگ کی حالت میں بھی کافر کو پناہ دی جا سکتی ہے اور پناہ دینے کے بعد ہمارا یہ حق نہیں ہے کہ ہم اس کو اسلام قبول کرنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر مجبور کریں اور اگر وہ اسلام قبول نہ کرے تو ہم اس کو ستائیں۔ اس کے ساتھ سختی کریں۔ نہ مانے تو اپنی پناہ سے نکال کر بے مروتی کے ساتھ گھر سے باہر کر دیں خواہ اس پر کچھ بھی گذرے۔ بلکہ اس کے برخلاف یہ حکم دیا گیا کہ کسی قسم کی تکلیف دیئے بغیر امن و امان اور حفاظت و عافیت کیساتھ اس کافر کو اس کے امن کی جگہ پہونچا دو۔ چنانچہ مفسرین نے ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ کے ذیل میں لکھا ہے فیہ دلیل علی ان المستامن لا یوذی (مدارک صفحہ ۸۹ ج ۲) یعنی اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ پناہ لینے والے کافر کو تکلیف نہ دی جائے۔ احکام القرآن للجصاص میں ہے یدل علی ان علی الامام حفظ ھذا الحربی المستجیر وحیاطتہ ومنع الناس من تناولہ لبشر (صفحہ ۱۰۳ ج ۳) یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مسلمانوں کے امام پر واجب ہے کہ پناہ لینے والے کافر کی حفاظت کرے۔ اور ہر طرح اسکی رکھوالی کرے اور لوگوں کو اس کے ساتھ کسی قسم کا بُرا برتاؤ کرنے سے روکے۔

الحاصل اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی وہشت زدہ کافر کسی مسلمان سے امن و پناہ کا طالب ہو تو دینی مصالح کے پیش نظر اس کو پناہ دینی چاہیئے اس کے بعد جب تک وہ پناہ میں رہے اس کے ساتھ احسان اور اچھا سلوک کرے۔ جب وہ واپس جانا چاہے تو اپنی ذمہ داری میں حفاظت کیساتھ اس کے ٹھکانے پر اس کو پہونچا دے۔

بتائیے میاں صاحب اور ان کے اقربا نے مسز لی سن کے ساتھ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے سوا اور کیا کیا ہے؟ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ قرآنی تعلیم کے اس عملی نمونے کو خواہ مخواہ انگریز کی خوشامد پر محمول کرنے کی کیوں کوشش کی جا رہی ہے؟

انسانی فطرت اور شرافت کا تقاضا

اب واقعے کے اس رخ کو بھی ذرا سوچیے کہ ایک عورت جو اپنے باپ اور اپنی قوم کے دوسرے بہت سے افراد کا حشرناک حشر دیکھ کر انتہائی خوف وہراس میں مبتلا ہو۔ اور بالآخر یہ نوبت آ گئی ہو کہ وہ خود بھی خون آلود زخموں کے ساتھ نیم جان حالت میں پڑی ہوئی اپنی موت کا انتظار کر رہی ہو۔ نظر بظاہر حالات اس کو اپنی زندگی کے متعلق کوئی آس باقی نہ رہ گئی ہو۔ "کہ یکایک کچھ اللہ کے ایسے بندے اس کے پاس پہنچ جاتے ہیں جو اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اس کی جان بچانے کی فکر کرتے ہیں۔ اس کو اپنے گھر لا کر اسکی جان اور عزت آبرو کی ہر طرح حفاظت کرتے ہیں۔ ساڑھے تین مہینے تک اس کے کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، دوا علاج کی پوری کفالت کرتے ہیں۔ اس کی دل جوئی کا اس درجہ خیال رکھتے ہیں کہ اس کو یہ بھی نہیں بتاتے کہ تم جس مکان میں ٹھہری ہو اس کی دیوار کے پیچھے ہی انقلابیوں کا پڑاؤ ہے۔ یا دوسری روایت کے مطابق اسکی آنکھوں نے یہ منظر دیکھا کہ انقلابیوں کو کسی طرح اس کی بھنک مل گئی کہ اس مکان میں انگریز عورت کو چھپایا گیا ہے تو وہ رات کو دو بجے ہلہ بول کر چڑھ آئے۔ یہ ایک ایسی آفت تھی جس سے سارا کنبہ کانپ اٹھا تھا۔ مگر اللہ کا فضل ہوا، اور وقت پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک ایسی تدبیر سوجھ گئی جس سے یہ خوفناک بلا ٹل گئی۔ ان مراحل سے گذرنے کے بعد آخر میں اُس نے یہ بھی دیکھا کہ اس کی جان بچانے کے لئے اپنی مستورات اور بچوں تک کو خطرے میں ڈال دیا گیا۔ ان سب کے گھیرے میں اس کو بٹھا کر اس مقام تک پہونچا دیا گیا جو اس کے لئے امن وامان کا ٹھکانا ہو سکتا تھا۔ اسی سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ وہ جوان تھی، خوبصورت تھی، اور بڑی حد تک مجبور تھی، مگر اس کی عصمت کے تحفظ کا اس حد تک اہتمام کیا گیا تھا کہ گھر کے نوجوان لڑکوں کو اس کے قریب بھی جانے نہیں دیا جاتا تھا۔ اس کے برخلاف ہمیں تاریخ میں بعض ایسے واقعات ملتے ہیں کہ اس ہنگامے میں بعض میموں کو پناہ تو دی گئی لیکن ساتھ ہی اسکی عصمت بھی لوٹ لی گئی۔ مہر صاحب لکھتے ہیں

> "نواب محمد حسن خاں نے ایک میم کی جان بچائی تھی لیکن اس سے تعلق بھی پیدا کر لیا اور وہ حاملہ ہو گئی۔ فتح دہلی کے بعد میم نے نواب کو پھانسی دلوادی" (۱۸۵۷ء صـ۱۸۳)

انصاف سے بتلایئے کیا انسانی فطرت اور شرافت کا تقاضا یہی تھا کہ مسز لی سن کے دل پر ان واقعات کا کوئی نقش قائم نہ ہوتا؟ اور وہ اس ساری "آپ بیتی" کو یکسر فراموش کر دیتی؟ اگر نہیں، اور یقیناً نہیں، تو پھر کیا تعجب ہے اگر اس کی شرافت نے یہ محسوس کیا ہو کہ اس حسن سلوک کا بدلہ اس کو دینا چاہیئے۔ اسی طرح کیا بعید ہے، اگر اس کی زبان سے اس کی "آپ بیتی" سُننے کے بعد اس کے شوہر اور اسکی قوم کے دلوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بھی میاں صاحب اور ان کے اہل بیت اور اقربار کے ساتھ ہمدردی پیدا ہو گئی ہو؟ اور انکا یہ انسانی احساس بیدار ہوا ہو کہ احسان کا بدلہ احسان ہے؟ اگر معاملے کی نوعیت یہی تھی، اور بلاشبہ یہی تھی تو اس صورت میں "وفاداری" کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

انعامات اور چٹھیوں کی حیثیت

اس کے بعد تو انعامات اور انگریز افسروں کی ان چٹھیوں کی (جن میں میاں صاحب اور ان کے گھر والوں کے حسن سلوک کو "وفاداری" سے تعبیر کیا گیا ہے) اس سے زیادہ کچھ حیثیت باقی نہیں رہ جاتی کہ انسانی سلوک کا جواب انسانی سلوک سے دیا گیا ہے۔ مگر بدقسمتی سے مسز لی سن انگریز تھی، اور انگریز اس وقت اپنے کو فاتح اور حاکم سمجھ رہے تھے اس لئے اپنی برتری اور شان حاکمیت کا مظاہرہ کرنے کے لئے انھوں نے اپنی چٹھیوں میں اس حسن سلوک کو "وفاداری" سے تعبیر کیا۔ اور جو رقم دی اس کا نام "انعام" رکھ دیا۔ اگر یہاں حاکمیت اور محکومیت کی نسبت نہ ہوتی تو یقیناً اس حسن سلوک کو "احسان" کہا جاتا۔ اور معاوضے کی رقم کو "حقیر خدمت" کہکر پیش کیا جاتا، اس کے بعد احسانمندانہ اور نیازمندانہ جذبات کے ساتھ "شکریہ" ادا کیا جاتا چنانچہ مسز لی سن نے اس کو "احسانات" ہی کہا تھا۔ وفاداری کا لفظ تو انگریز افسروں نے استعمال کیا ہے۔ مولانا راشد الخیری دہلوی کا بیان ہے کہ جدائی کے وقت میم نے اپنے میزبان سے یہ الفاظ کہے :-

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

...... وہ میں آپ کے احسانات اور آپ کی معزز مستورات کا شکریہ الفاظ میں ادا نہیں کر سکتی۔ مجھکو ہمیشہ یاد رکھئے گا۔ میں اطمینان ہوتے ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گی

(دلی کی آخری بہار ص ۴۸)

بہرحال تعبیرات سے حقیقت نہیں بدلا کرتی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ یہ بالکل نفسیاتی معاملہ تھا، اور اس کی حقیقت اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ ایک شریف گھرانے نے ایک مظلوم کی حمایت کی اور مصیبت کے وقت اس کے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ کیا۔ اس کے جواب میں اس مظلوم نے بھی اپنی شرافت کا ثبوت دیا۔ اور اس کے بھائی بندوں نے بھی اس ہمدردی کی قدر کی، اور اپنی حسب حیثیت اس کا شکریہ ادا کیا۔

انعامات کی مقدار

کہا گیا ہے کہ " میم کی جان بچانے کے معاوضے میں میاں صاحب کو کئی کئی بار انعام ملا۔ دو سو، چار سو، اور سات سو روپئے عطیات میں ملے تھے"!! حالانکہ انعامات کی ان رقموں کا ذکر صرف ایک چٹھی میں ہے جو ڈبلو جی واٹرفیلڈ ڈپٹی کمشنر دہلی کی لکھی ہوئی ہے۔ الحیاۃ بعد المماۃ کے ص۷۸ و ص۷۹ پر اصل چٹھی کی نقل (جو انگریزی میں ہے) اور اس کا ترجمہ دونوں موجود ہے۔ اور اشاعۃ السنۃ جلد ۹ نمبر ۱ ص ۹۳ میں صرف ترجمہ شائع کیا گیا ہے۔ ہم [illegible] تے ہیں کہ اس پوری چٹھی کو اور اس کا ترجمہ جو الحیاۃ بعد المماۃ میں ہے یہ [illegible] نقل کر دیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Delhi Dated 27th September 1877.

From W. G. Weterfield, offg. Commissioner.

Moulvi Nazeer Husain and his son Moulvi Sharif Husain were with other members of their family instrumental in saving the life of Mrs. Leesons during the mutiny they tended her when wounded kept her in their house for 3½ months finally sent her in to the British camp at Delhi.

He says that he has lost in a fire which took place in his house in Delhi all his Engilsh certificates. I think this is extremely probable, he probably had certificates from General Noville Chamberlain and General Burnard, Colonel Sytter and others.

I remember the fact well and Mrs. Leesons, coming in to camp.

The family received a handsome reward of Rs. 400 Rs. 700 compensation for the demolition of houses bestowed upon them.

The family all deserve consideration, and kindness at our hands.

ترجمہ

دہلی مورخہ ۲۷ر ستمبر ۱۸۷۷ء

از ڈبلو جی واٹر فیلڈ

مولوی نذیر حسین اور ان کے بیٹے مولوی شریف حسین اور ان کے دوسرے گھر والے غدر کے زمانے میں مسز لیسنس کی جان بچانے میں ذریعہ ہوئے۔ حالت مجروحی میں انھوں نے انکا علاج کیا ساڑھے تین مہینے اپنے گھر میں رکھا اور بالآخر دہلی کے برٹش کیمپ میں انکو پہنچادیا

وہ کہتے ہیں کہ ان کی انگریزی سرٹیفکیٹیں ایک آتش زدگی میں جو ان کے مکان واقع دہلی میں ہوئی تھی جل گئیں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ ان کا کہنا بہت ہی قرین امکان ہے غالباً ان کو جنرل نیوائل چیمبرلین، جنرل برنارڈ اور کرنل سائٹر وغیرہم سے سرٹیفکیٹیں ملی تھیں

مجھکو وہ واقعات اور مسز لیسنس کا کیمپ میں آنا اچھی طرح یاد ہے۔ ان لوگوں کو اس خدمت کے صلہ میں مبلغ دو سو اور چار سو روپیہ ملے تھے۔ مبلغ سات سو روپیہ بابت تاوان منہدم کئے جانے مکانات کے ان لوگوں کو عطا کئے گئے تھے۔

یہ لوگ ہماری قوم سے حسن سلوک اور الطاف کے مستحق ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غور کیجیے، اس چٹھی سے مندرجہ ذیل تین باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

ایک یہ کہ اصل سرٹیفکٹیں جو میاں صاحب کو ملی تھیں وہ آتش زدگی کے کسی حادثے میں جل گئیں۔ اور ڈبلو واٹر فیلڈ کی یہ چٹھی ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کے بیس برس کے بعد (۱۸۷۷ء) کی لکھی ہوئی ہے۔

دوسری یہ کہ اصل چٹھی جو انگریزی میں ہے اس میں صرف دو رقموں کا ذکر ہے۔ چار سو روپے اور سات سو روپے۔ دو سو روپے ماہانہ رقم کا اس میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ معلوم نہیں ترجمے میں دو سو روپے کا ذکر کیسے آگیا ہے۔ یہی غلطی اشاعۃ السنہ کے محولہ بالا ترجمے میں بھی ہے۔

تیسری یہ کہ مسز لی سنس کی خدمت کے معاوضہ میں براہ راست جو رقم ملی ہے وہ بار بار نہیں، بلکہ صرف ایک مرتبہ چار سو روپے ملے ہیں۔ سات سو روپے کی بابت تو وضاحت کردی ہے کہ یہ مکانات منہدم کئے جانے کا تاوان تھا، یہ الگ بات ہے کہ اس تاوان دینے کا محرک وہی نفسیاتی تاثر اور انسانی جذبہ رہا ہو جو مسز لی سنن کے ساتھ احسان کرنے کی وجہ سے انگریز افسروں کے دلوں میں پیدا ہوگیا تھا۔ مگر اس کو براہ راست اس خدمت کا صلہ کہنا صحیح نہیں ہے۔

یہ مکانات انگریزوں نے منہدم کرلئے تھے۔ حضرت میاں صاحبؒ[1] اس وقت "پنجابی کٹرہ" میں آباد تھے۔ جب ہنگامہ فرو ہوا اور دہلی پر انگریزوں کا پوری طرح قبضہ ہوگیا تو انھوں نے انتقامی جذبے سے مشتعل ہوکر دہلی والوں پر قیامت برپا کردی تھی۔ بہت سی عمارتیں منہدم

[1] دیکھو مکاتیب نذیریہ ص۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرا دیں۔ محلے کے محلے ویران کر دیئے۔ کئی مسجدوں کا نام و نشان مٹا دیا۔ مگر بظاہر اس کا مقصد یہ بتایا گیا کہ (۱) قلعے کے سامنے میدان نکالنا ضروری تھا۔ (۲) جامع مسجد کے ارد گرد پچیس پچیس فٹ میدان نکالنا منظور تھا (۳) ریلوے اسٹیشن اور ریلوے لائن کیلئے جگہ نکالنا تھا۔

ان مقاصد کے لئے جو عمارتیں ڈھائی گئیں ان کی سرسری کیفیت قمر صاحب نے لکھی ہے اسی سلسلے میں لکھتے ہیں:۔

کلکتہ دروازے سے کابلی دروازے تک سب محلے صاف ہو گئے مثلاً پنجابی کٹرا، دھوبی کٹرا، رام جی سعادت خاں کا کٹرا، جرنیل کی بیوی کی حویلی، رامجی داس گودام والے کے مکانات، صاحب رام کا باغ اور حویلی (۱۸۵۷ء ص ۱۹۰)۔

پنجابی کٹرہ میں "اورنگ آبادی مسجد" کے نام سے ایک شاندار مسجد تھی جو شاہ اورنگ زیب کی بیگم اورنگ آبادی نے بنوائی تھی۔ سرسید خاں مرحوم نے اس مسجد کا ذکر ایک خاص انداز میں کیا ہے لکھتے ہیں۔

"پنجابی کٹرہ ایک مکان تھا مسکن سوداگروں کا، اس میں اکثر پنجابی سوداگر اترا کرتے تھے اس سبب سے پنجابی کٹرہ مشہور ہو گیا ہے۔ اس کٹرہ میں یہ مسجد ہے مصفا اور دل ربا نری سنگ سرخ کی کہ اس کی خوبی اور خوش نمائی بیان سے باہر ہے، اور ایسی نیک نیت بیگم نے بنائی ہے کہ اب تک آباد ہے۔ مولوی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالخالق صاحب اور مولوی محمد نذیر حسین صاحب اسی مسجد میں درس و تدریس فرماتے ہیں اور دن رات قال اللہ و قال الرسولؐ کا ذکر رہتا ہے۔"

(آثار الصنادید)

لیکن اسٹیشن بنوانے اور ریلوے لائن نکالنے کے لیے یہ مسجد بھی ڈھادی گئی چنانچہ مہر صاحب لکھتے ہیں۔

"یہ مسجد پنجابی کٹڑے میں تھی جو سٹیشن اور ریلوے لائن میں آگیا مسجد اس جگہ تھی جہاں آجکل بڑا اسٹیشن ہے۔ پوری عمارت سنگ سرخ کی نہایت خوش وضع اور خوبصورت تھی، اس میں مولوی عبدالخالق امام تھے جو شمس العلماء مولانا نذیر احمد کے خسر تھے۔ شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نے ابتدا میں یہیں درس شروع کیا تھا، پھر یہ مسجد انگریزوں نے منہدم کرادی تو وہ پھاٹک حبش خاں میں چلے گئے" (۱۸۵۷ء صـ ۱۹۲)

مہر صاحب کی کتاب سے جو دو اقتباس ہم نے ابھی نقل کئے ہیں ان سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ پنجابی کٹڑے کی تمام عمارتیں منہدم کی گئیں۔ اور اس محلے کو صاف کرکے اسٹیشن اور ریلوے لائن میں لے لیا گیا تو اب ظاہر ہے کہ جب میاں صاحب بھی اس وقت تک اسی محلے میں آباد تھے تو ان کا مکان بھی اس انہدام کی زد میں آیا۔ البتہ آپ کے ساتھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ رعایت کی گئی کہ آپ کو اس کا تاوان دیا گیا۔

ایک غلط روایت

اس تحقیق سے اُس روایت کا غلط ہونا بھی ثابت ہو جاتا ہے جس میں میاں صاحب کے متعلق انگریزوں کی اس مراعات کا ذکر ہے کہ "انگریزوں کے تسلط کے بعد جب سارا شہر غارت کیا جانے لگا تو آپ کا محلہ (یعنی میاں صاحب کا محلہ) صرف آپ کی بدولت محفوظ رہا" (الحیاۃ بعد المماۃ ص۱۵۱ و ص۱۵۲) سمجھ میں نہیں آتا کہ اس روایت کو کسی تنقید کے بغیر مصنف نے اپنی کتاب میں کس طرح نقل کر دیا جبکہ وہ خود ہی اس سے پہلے یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ "مسجد اورنگ آبادی ریلوے اسٹیشن کے احاطہ میں آجانے کے سبب سے مسمار کر دی گئی" (ص۳۲) اگر میاں صاحب کی بدولت سارا محلہ محفوظ رہ گیا تھا تو پھر یہ مسجد کیسے مسمار کر دی گئی؟ اور جب اسٹیشن کے احاطہ میں آجانے کے سبب سے مسجد مسمار کر دی گئی تو میاں صاحب کا مکان کیسے محفوظ رہ سکتا تھا اس لئے کہ وہ تو اسی مسجد سے ملا ہوا تھا (دیکھو الحیاۃ بعد المماۃ ص۳۲)

میاں صاحب نے یہ رقمیں اور سرٹیفکٹیں کیوں قبول کیں؟

رہا یہ شبہ کہ مسز لی سن اگر مصیبت زدہ اور مظلومہ تھی تو اس کے ساتھ ہمدردانہ سلوک کرنا کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے۔ لیکن اس کے صلے میں جو رقمیں ملیں ان کو میاں صاحب نے کیوں قبول کیا؟ اور ایسی سرٹیفکیٹیں اپنے حق میں کیوں منظور کیں جن میں ان کی اس خدمت کو انگریزی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکومت کی وفاداری سے تعبیر کیا گیا تھا؟ اگر در حقیقت ان کے دل میں وفاداری کے جذبات نہ ہوتے تو وہ اس قسم کی ہر پیش کش کو واپس کر دیتے۔ اور صاف صاف فرما دیتے کہ میں نے اپنے مذہب کی تعلیم پر عمل کیا ہے، تمہاری وفاداری مقصود نہ تھی۔ اس لئے اس کے صلے میں نہ کوئی انعام قبول کرونگا اور نہ کوئی سرٹیفکٹ لوں گا

تو گزارش یہ ہے کہ:۔

اولاً۔ تو معاملہ کی جو نوعیت ہم نے پچھلے صفحات میں بتائی ہے اس کے لحاظ سے یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ جب یہ معاملہ محض اخلاقی نوعیت کا تھا، اور انسانی فطرت اور انسانی شرافت کے تقاضے کی رو سے ان رقعوں اور چٹھیوں کی حیثیت اس کے سوا اور کچھ نہ تھی کہ "احسان کا بدلہ احسان ہے"، تو پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ میاں صاحب ان رقعوں اور چٹھیوں کو قبول نہ کرتے۔ اور اس قسم کی ہر پیش کش کو واپس کر دیتے۔

ثانیاً۔ اس معاملہ کو آج کے حالات پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ آج سو برس کی مسلسل ذہنی تربیت کے بعد ہمارے فکر و نظر کی پرواز بہت بلند ہو گئی ہے۔ اس بلندی سے اس واقعہ پر اگر ہم نظر ڈالیں تو یہ ہماری بنیادی غلطی ہے۔ اس کے لئے تو ہمیں اسی زمانے کی تاریخ پڑھنی چاہیے اور اسی کی روشنی میں ان حالات اور واقعات کا گہری نظر سے مطالعہ کرنا چاہیے۔ جن سے میاں صاحب اور ان کے متعلقین و اعزہ و اقربا کو نمٹنا پڑا تھا۔ اگر وہ پس منظر ہمارے سامنے نہیں ہوگا تو ہم کسی صحیح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیصلے پر نہیں پہنچ سکیں گے۔

قصہ یہ ہے کہ جب جنگ آزادی کا پانسہ پلٹا، ہندوستان شکست کھا گئے اور انگریزوں نے دہلی فتح کرلی تو شہر پر عموماً اور مسلمانوں پر خصوصاً قیامت گذر گئی۔ تفصیلات میں جانے کا یہاں موقع نہیں ہے۔ ہاں ہمارے موضوع سے جس حصے کا تعلق ہے اس کا کچھ تھوڑا سا حال سناتے ہیں۔ سید افتخار علی بلگرامی ایک دن کا حال لکھتے ہیں:

"کوئی ڈیڑھ پہر رات گئی ہوگی کہ ایک گھوڑے کی ٹاپ کی آواز سڑک پر سنائی دی۔ اور ایک سوار کو چلاتے سنا کہ" مولویوں کا مکان کونسا ہے؟" مولویوں میں سے کسی نے کواڑ کے پاس جاکر سوار سے پوچھا کہ "تمھارا کیا مطلب ہے؟" اس نے کہا کہ "جنرل صاحب نے حکم دیا ہے کہ مولوی لوگ اپنے بال بچوں کو لیکر کچھ رات رہے سے کابلی دروازے کی سڑک سے پرے نکل جائیں، صبح سے پہلے پہلے اس محلے پر دھاوا ہوگا" غرض بڑی .. بدحواسی سے مولوی مع بال بچوں اور عورتوں کے کوٹھوں کوٹھوں دکن کی طرف بھاگے ان میں ہمارے مولٰنا (یعنی ڈپٹی نذیر احمد صاحب) بھی شریک تھے۔ اس وقت کی پریشانی بیان نہیں کی جاسکتی۔ جتنے منہ اتنی باتیں۔ بعض

لہ ڈپٹی صاحب میاں صاحب کے سالے (مولوی عبدالقادر صاحب کے داماد تھے (رحمانی)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تو یہ رائے تھی کہ کہیں مت جاؤ یہیں گھروں میں بیٹھے رہو۔ اور بعض کی یہ صلاح تھی کہ جنرلی حکم آیا ہے تو نکل جانا چاہیئے غرض یہی رائے غالب رہی اور عورتوں نے اپنا زیور اپنے ہاتھوں سے نکال نکال کر صحن میں پھینک دیا اور ململ تن زیب کے دوپٹوں کی جگہ فرش کی چاندنیاں پھاڑ پھاڑ کر اوڑھیں صبح ہوتے ہوتے مولوی لوگ باغ میں پہونچے اب انگریزی زد میں اور ان لوگوں میں صرف ایک سڑک حائل تھی چاہتے تو باغ میں ٹھیرتے مگر ڈر کے مارے سوئی والوں کے محلے میں پہونچے .... عورتیں ساتھ تھیں پردے اور سواری کا کچھ انتظام نہیں۔ عورتوں بیچاریوں کو پیدل چلنے کی عادت نہیں۔ ایک ایک پاؤں چھلنی ہو گیا .... بہر کیف یہ لوگ عرب[1] سرائے پہونچے۔ وہاں بادشاہ بھی ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک دو دن تو امن سے گذرے پھر سنا کہ بادشاہ اور ان کے ملازموں کی دارو گیر شروع ہے تو یہ مولویوں کا خاندان سلطان نظام[2] الدین بھاگ گیا۔

شہر کی خلقت وہاں بھی بکھری پڑی تھی۔ وہاں سے پاؤں

---

[1] عرب سرائے بیرون دہلی ہمایوں کے مقبرہ کے متصل واقع ہے ۱۲ منہ

[2] دہلی سے پانچ میل ہے ۱۲ منہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکھٹے تو مولویوں نے وزیر آباد[1] کا ارادہ کیا۔ رستے میں گوروں کا ایک گارد آتے ہوئے ملا، اس نے مولویوں کے گروہ میں سے مردوں کو گرفتار کر لیا اور عورتوں کو چھوڑ دیا۔ اس وقت کی پریشانی اور واویلا کا کیا پوچھنا ہے۔ صرف ایک کمسن لڑکا حافظ عبدالواحد جو مولوی عبدالقادر صاحب کے بڑے صاحبزادے تھے عورتوں کے ساتھ تھے۔ باقی کل مرد موںھ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ اس گرفتاری میں مولوی نذیر حسین صاحب، مولوی عبدالقادر صاحب اور ہمارے مولانا، اور دو ایک اور آدمی تھے۔ گوروں نے ان لوگوں کو شہر کی کوتوالی میں لا کر حوالات کر دیا۔ اس طرح بہت سے لوگ پکڑے ہوئے تھے اور سب قطار در قطار بٹھائے گئے تھے۔ اور سب کو سلسلہ وار پھانسی دی جاتی تھی۔ وہاں ایک بخشی صاحب ساتھ تھے وہ نشان دہی کرتے جاتے تھے کہ یہ فلاں ہیں یہ فلاں ہیں۔ جب ان مولویوں کی باری آئی نہیں معلوم اس کے دل میں کیا رحم آیا اس نے کہا کہ یہ بے چارے لباطی لوگ ہیں اگر کہیں اس کے مونھ سے نکل جاتا کہ مولوی ہیں تو پھر یہ سب پھانسی پاتے۔ لیکن زندگی باقی تھی بچ گئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

(حیات النذیر ص۴۴ و ۴۵)

---

[1] وزیر آباد دہلی سے چھ سات میل پر واقع ہے ۱۲ منہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بیان سے معلوم ہوا کہ اس افرا تفری، بھاگ دوڑ اور پریشانی میں ایک موقع پر میاں صاحب بھی گرفتار ہوئے، حوالات میں بند کیے گئے اور اس مقام پر لا کر بٹھائے گئے جہاں سلسلہ وار لوگوں کو پھانسیاں دی جا رہی تھیں مگر اللہ نے فضل کیا اور وہ بچ گئے۔ پھانسیوں کے متعلق بھی عجیب اندھیر نگری تھی۔ بہت سے بے گناہ جھوٹی مخبری پر پکڑے گئے اور پھانسی پا گئے۔

مولانا راشد الخیری لکھتے ہیں:۔

"باغیوں کا قلع قمع ہو چکا تھا۔ قلعۂ معلّے پر انگریزی جھنڈا لہرا رہا ہے۔ روزانہ آٹھ بجے کے قریب کنار جمن پر کوتوالی اور دہلی دروازے کے باہر پھانسیاں ہوتی ہیں۔ اور مٹکاف صاحب کے ایک اشارے پر بیسیوں بندگان خدا دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں ...... مخبروں کا راج اور پھانسیوں کا بازار گرم تھا۔ ہر وقت سب ہی سب پر جان تھی کہ نہ معلوم کب گرفتار ہوں اور پھانسی لگ جائے۔ پھانسی کے پھندے مٹکاف صاحب کی جیب میں رہتے تھے اور وہ اپنے سامنے درخت میں بندھوا دیتے تھے۔ دو دو مجرم ایک ایک درخت کے نیچے پشت کی طرف مشکیں باندھ کر بٹھا دیئے جاتے تھے اور صاحب کے حکم سے پھانسی ہو جاتی تھی۔"

(دلی کی آخری بہار ص۴۸ و ۴۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میاں صاحب کے خاص عزیز مولوی عبدالقادر صاحب دہلوی کے خلاف بھی جھوٹی مخبری کی گئی۔ اور یہ مخبری کرنے والے ان کے ہم زلف ہی تھے مولانا راشد الخیری لکھتے ہیں:۔

"مولانا عبدالقادر صاحب کے حقیقی ہم زلف مٹکاف صاحب کی ناک کے بال، اور مخبروں کے سردار ہیں۔ ان کی اطلاع پر مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم گرفتار کئے گئے، اور چار آدمیوں کی زبانی شہادت پر پھانسی کا حکم ہوگیا ...... (آخری بہار ص۴۰)

مصنف "حیات النذیر" اس واقعہ کی نسبت لکھتے ہیں:۔

مخبر نے جھٹ جڑ دیا کہ مولوی عبدالقادر نے فلاں انگریز کو مار ڈالا ہے، مولوی صاحب فوراً گرفتار ہوگئے۔ حوالات میں بند ہے۔ سنتے ہیں کہ چونسٹھ گواہ چشم دید واقعہ قتل کے پیش ہوئے حتیٰ کہ دو میمیں آئیں ان سے بھی کہلوا دیا کہ ہمارے خاوند کا قاتل یہی مولوی ہے۔ اب کیا باقی تھا۔ مولوی صاحب کی طرف سے یاس ہوگئی۔ اس کی خبر لیسن کی میم نے اپنے شوہر کو دی وہ بےچارہ کہیں باہر تھا دوڑا ہوا آیا۔ اور اس نے کہا یہ کیا غضب ہے۔ ان ہی مولوی نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر میری میم کی جان بچائی یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ انگریز کے قاتل ہوں ۔ ...... (ص۲۶ فٹ نوٹ میں)

مولوی عبدالقادر صاحب موصوف کے پوتے راشد الخیری صاحب کا بیان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے کہ :-

"آج مولوی عبدالقادر کی پھانسی کا دن ہے۔ صبح کے آٹھ بج چکے ہیں، گوارہ فوج کا معمولی دستہ مسلح کھڑا ہے۔ مدرسہ اور مسجد کے متعلقین خاموش بیٹھے ہیں کہ دو آدمی گھوڑوں پر سوار دلّی دروازے کی طرف سے نکلے، اب یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ تقدیر تھی یا اتفاق کہ دونوں مجمع دیکھ کر ادھر چلے آئے۔ ان میں ایک میم تھی اور ایک انگریز یعنی مسز لیبن اور مسٹر لیبن پھر مسز لیبن گھوڑا بڑھا کر قریب آئی تو مولوی عبدالقادر کو مشکیں بندھے ہوئے دیکھا، جیب سے پنسل نکال کر اپنی ٹوپی پر لکھا " انتظار کرو "، ٹوپی درخت پر لٹکا دی پہرہ دار کو حکم دیا صاحب کو دکھا دینا اور گھوڑے پر روانہ ہو گئی ....

.... مٹکاف صاحب آگئے کئی آدمیوں کی پھانسی ہوئی مولوی صاحب کے درخت پر ٹوپی دیکھ کر مٹکاف صاحب ادھر اُدھر ٹہلنے لگے۔ ایک رتھ اور اس کے ساتھ گھوڑے پر میم صاحب آتی ہوئی دکھائی دیں رتھ میں میری دادی صاحبہ یعنی مولوی صاحب کی بیوی تشریف رکھتی تھیں، ان کیساتھ ان کی لڑکیاں اور بچے بھی تھے جنھوں نے صبح سے رو رو کر خون کر رکھا تھا۔ مٹکاف صاحب نے میم صاحب کی صورت دیکھ کر ٹوپی اُتاری ہاتھ ملایا۔ اور پوری داستان سننے کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد اپنے ہاتھ سے مولوی صاحب کی مشکیں کھول کر حکم دیا قاری .... مخبر کو حاضر کرو۔ تعمیل میں کیا دیر تھی، قاری صاحب حاضر ہوئے صاحب نے اپنے ہاتھ سے مشکیں باندھ کر حکم دیا اس کو فوراً لٹکا دو جب قاری صاحب پھانسی پر چڑھنے لگے تو مولوی صاحب کی خواہش پر میم صاحب نے سفارش کی اور قاری صاحب اس شرط پر چھوڑے گئے کہ دو سال کے واسطے شہر سے باہر چلے جائیں"

(آخری بہار ص ۴۹ و ۵۰)

ان اقتباسات کو سامنے رکھکر ذرا سوچئے کہ جس زمانے کا یہ حال ہو کہ لوگ بیسوں کی لالچ میں یا کسی عداوت کی وجہ سے انگریز افسروں کے پاس جھوٹی جھوٹی خبریں پہونچا کر پھانسیاں دلوا رہے ہوں۔ حد یہ ہے کہ اپنے ہم زلف اور قرابت دار تک اس گندگی میں ملوث ہوں۔ خود میاں صاحب کو بھی لا کر اس قطار میں بٹھا دیا گیا ہو جس میں سے پکڑ پکڑ کر سلسلہ وار لوگوں کو پھانسیاں دی جا رہی تھیں۔ میاں صاحب کے ایک خاص اور بہت ہی قریبی عزیز کی مشکیں کس دی گئی ہوں۔ اور حکم ہو چکا ہو کہ ان کو پھانسی دیدی جائے۔ مخبری ایسی پُر فریب اور سازش اتنی گہری ہوتی ہو کہ قتل کا الزام ثابت کرنے کے لئے بھی بہت سے جھوٹے "چشم دید گواہ" آسانی سے مہیا ہو جاتے ہوں۔ انتہا یہ ہے کہ میموں تک کو دھوکا دیکر یہ کہلوا دیا جاتا ہو کہ ہمارے شوہروں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائل یہی ہیں۔ الغرض بقول مولانا راشد الخیری جب مخبروں کا راج ہو، اور پھانسیوں کا بازار گرم ہو۔ ہر وقت سر ہی پر جان ہو کہ نہ معلوم کب گرفتاری ہو اور پھانسی لگ جائے۔ ایسے حالات میں اگر میاں صاحب ان رقموں اور سرٹیفکٹوں کو (جو محض اخلاقاً اور انسانی شرافت کے تقاضے کی بنا پر ہمدردانہ طور پر دی گئی تھیں) منظور نہ کرتے اور لینے سے انکار کر دیتے تو یقیناً جھوٹے مخبر اس بات کو بتنگڑ، اور اس رائی کو پربت بنا کر پیش کرتے۔ اور ایسی رنگ آمیزی کرتے کہ انگریز افسران کی باتوں سے متاثر ہو کر میاں صاحب سے بدگمان ہو جاتے اور خیال کرتے کہ واقعی یہ مولوی در پردہ ہمارے مخالف ہیں۔ بغاوت میں انھوں نے بھی ضرور حصہ لیا ہے۔ اس کے بعد میاں صاحب، ان کے برادر عزیز مولوی عبدالقادر صاحب، اور ان کے گھرانے کے دوسرے افراد ایک ایک کر کے پھانسیوں پر لٹکا دیئے جاتے۔ یعنی وہی پھانسیاں جن کے قریب تک یہ حضرات پہنچ کر واپس آئے تھے پھر ان کے گلوں کی زینت بن جاتیں۔ اور عرب و عجم کی سرزمین اس ذات اقدس کے فیوض و برکات سے محروم ہو جاتی جو کم و بیش ساٹھ برس تک کتاب و سنت کے انوار سے دنیا کو جگمگاتی رہی۔

یہ محض ظن و تخمین کی بات نہیں ہے۔ بعد کے واقعات اسکی تصدیق کرتے ہیں۔ چنانچہ کتنے ہی اہلحدیث ہیں جو صرف کسی کے وہابی کہہ دینے پر مواخذہ میں آئے۔ اور طرح طرح سے انگریزی مظالم کا نشانہ بنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نواب صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں :۔

"جو لوگ فسادی تھے اونھوں نے حکام کے ذہن میں یہ بات ڈالدی کہ جو لوگ وہابی کہلاتے ہیں وہ سرکار انگریزی کے دشمن ہیں۔ سرکار نے [illegible] ت کیا کہ مطلق وہابی کے کہنے سے کوئی [illegible] ن نہیں سمجھا جاتا جب تک کوئی جرم بغاوت اس سے صادر نہ ہو۔ مگر یہ بات مدت دراز کے سرکار نے سمجھی۔ ورنہ ایک زمانے میں صرف کسی کے وہابی کہدینے پر مواخذہ ہوجاتا تھا"......

(ترجمان وہابیہ ص ۶۵)

اور یہ مواخذہ اتنا شدید ہوتا تھا کہ عدالت میں بھی کوئی شنوائی نہیں ہوتی تھی۔ اور نہ کسی حاکم سے وہابی کے حق میں انصاف کی توقع تھی۔

نواب صاحب ہی دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"کسی وہابی کے لئے عدالتہائے قانونی میں انصاف پانا ناممکن ہے کیونکہ اس ملت وہابی کے معلوم ہوتے ہی حاکم عدالت اس کے خلاف پر آمادہ ہوجاتا ہے" ... (ترجمان وہابیہ ص ۶)

خلاصہ یہ ہے کہ اُس زمانے کے حالات کا صحیح جائزہ لینے کے بعد اس میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ اس وقت کے مصالح کا تقاضا یہی تھا کہ میاں صاحب انگریزوں کی اس ہمدردانہ اخلاقی پیش کش کو قبول کرنے سے انکار نہ فرماتے۔ اگر انکار کر دیتے تو فائدہ سے کہیں زیادہ نقصان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہنچنے کا امکان تھا۔

خود اپنے کردار و عمل کو بھی دیکھئے

اگر کسی کی سمجھ میں یہ بات نہ آتی ہو تو دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ خود اپنے قلب و جگر پر ہاتھ رکھکر دیکھ لے کہ آزادی کے بعد ہندوستان کے مسلمان جن حالات سے گذر رہے ہیں ان حالات میں اس کے اپنے کردار و عمل کا کیا حال ہے؟ کہاں تک وہ مسلمانوں کے حقوق شہریت اور ان کی عزت و ناموس ہی نہیں بلکہ ان کے دین و ایمان کے تحفظ و بقا کے لئے اپنی جرأت کا ثبوت دے رہا ہے؟ اور جو لوگ ان حالات کے ذمہ دار ہیں ان سے کہاں تک اپنی بیزاری اور نفرت کا اظہار کر رہا ہے؟ ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ دو چار مخصوص شخصیتوں کے علاوہ، آج بڑے بڑے کانگریسی مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ وہ انگریز کے مقابلے میں تو اپنی حریت پسندی کا خوب راگ الاپتے ہیں۔ لیکن موجودہ مظالم کے خلاف ایک حرف شکایت بھی زبان پر لانے کی ان میں ہمت نہیں ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ ستم تو یہ ہے کہ الٹے خوشامد اور تملق کی باتیں کرتے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے اسمبلی اور پارلیمنٹ کے ان معزز ممبروں پر جن کی پانچ سالہ کارگذاریوں کے خانے میں صفر کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔

بتائیے! آج جبکہ مسلسل ذہنی تربیت کے لئے فکر و نظر کی پرواز بہت بلند ہو چکی ہے اور آزادی کی بابت تخیلات کی دنیا بہت آگے جا چکی ہے حکومت،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی اجنبی نہیں بلکہ اپنی ہے اور جنتا کی نمائندہ ہے، آزادی رائے کا حق تسلیم کرتی ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود حالات کے دباؤ کا جب ہم پر اتنا شدید اثر پڑا ہے کہ زبانیں گنگ ہو کر رہ گئی ہیں۔ تو پھر سو۔ سوا سو سال پہلے کے حالات کے ماتحت، اور غیر ملکی پنجۂ استبداد کے زیر اثر چند معمولی واقعات پر ہم کو تعجب کیوں ہے؟ اور کیا حق ہے کہ اس بہانے سے ہم بزرگوں کو مطعون کریں۔ اور ان پر آوازے کسیں؟

ایک معزز غیر مسلم کی شہادت اور ہمارے لئے تازیانۂ غیرت

ہم اپنی تائید اور تصدیق کے لئے ملک کے نامور قانون داں اور مشہور سیاسی مبصر شیو پرشاد سنہا سینئر ایڈوکیٹ سپریم کورٹ کے ایک مضمون کا (جو سیاست کانپور میں شائع ہوا ہے) تھوڑا سا حصہ یہاں نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ یہ حصہ ہم نے "صدق جدید" لکھنؤ بابتہ ۸ جون ۱۹۶۲ء سے لیا ہے۔ سنہا صاحب لکھتے ہیں:۔

اس ملک کے مسلمان لیڈروں میں نہ احساس ہے نہ جذبہ نہ ہمت۔ انھوں نے اپنی گرد ایک حصار کھینچ لیا ہے.... لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ اس حصار کے خط کو کانگریس نے نہیں کھینچا ہے بلکہ خود ان کی احساس کمتری و خوشامد، کانگریس کی خوشنودی کے جذبے نے کھینچا ہے۔ یہ بات کھل کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھوپال، جبل پور، ساگر وغیرہ کے واقعات کے بعد ظاہر ہوئی۔ ہندوستانی سفارت خانے کے سامنے پاکستان کے طلبہ نے احتجاج کیا۔ مظاہرہ کے وقت جادۂ اعتدال سے قدم آگے بڑھا دیا۔ غلط کیا۔ بہت برا کیا۔ ان بزرگان دین وقوم نے اس مظاہرہ کے خلاف تو نعرۂ احتجاج ضرور بلند کیا، لیکن پارلیمنٹ میں کسی نے بھی جبل پور وغیرہ کے واقعات کی مذمت نہیں کی جس کی وجہ سے مظاہرہ ہوا۔ یہ شرف صرف جواہر لال نہرو اور کمیونسٹ لیڈروں کو حاصل رہا کہ انھوں نے ان جگہوں کے لرزہ خیز اور محشر انگیز واقعات کی پوری پوری مذمت کی۔ ان لیڈروں سے کیا امید ہے۔ اگر کچھ امید ہے تو جنوبی ہند کے مسلم لیڈروں سے ہے"

اس عبارت کے قابل توجہ فقروں پر ہم نے خط کھینچ دیا ہے۔

ایک تازہ انکشاف

حالات کے دباؤ سے تاثر کی مثال میں وہ تازہ انکشاف بھی اس موقع پر قابل ذکر ہے جس کا چرچا مئی اور جون کے اخبارات میں رہا ہے۔ رسالہ "برہان" دہلی بابت اپریل ۶۲ء میں جناب وحید احمد مسعود صاحب بدایونی سابق پارلیمنٹری سکریٹری یوپی کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ آزادی کے بعد یاران وطن کی بے مہری سے مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا سید سلیمان ندوی جیسے حضرات بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دل برداشتہ ہو گئے تھے۔ مولانا مدنی کے متعلق لکھا ہے کہ :-

مولانا نے ٹرکی یا شام کو ہجرت کرنے کا ارادہ کر لیا تھا تو ایک منسٹر صاحب نے انھیں ان کی، مسلمانوں کی اور ملک کی بہتری کی خاطر اس سے باز رکھا۔ پھر اس کے بعد بجائے سیاسی تقریروں کے وہ وعظ و مولود خوانی پر اتر آئے تھے "

دیوبند کے ماہنامہ "تذکرہ" نے اپنی مئی کی اشاعت میں وحید احمد صاحب کے اس بیان کی تردید کی ہے۔ یہ ماہنامہ مولانا مدنی کے صاحبزادے مولوی اسعد صاحب کی ملکیت اور نگرانی میں شائع ہوتا ہے۔ "تذکرہ" کے مرتب نے لکھا ہے کہ "نہ معلوم وحید صاحب نے یہ بات کہاں سے اڑائی ہے کہ ٹرکی یا شام کو ہجرت کا ارادہ کر چکے تھے اور وہ بھی حالات سے گھبرا کر...... یہ کہنا بھی سراسر غلط ہے کہ مولانا مدنی وعظ و مولود خوانی پر اتر آئے تھے ......"

اس کے جواب میں وحید احمد صاحب نے اپنی غلطی کا صرف اس حد تک اعتراف کیا ہے کہ میں نے شنیدہ کو دیدہ کی صورت میں پیش کیا ہے اس کی معافی چاہتا ہوں۔ بہر حال ہمیں فی الحال اس سے بحث نہیں ہے کہ وحید احمد صاحب کا بیان صحیح ہے یا نہیں۔ ہم نے اس وقت اس معاملہ کو یہاں جس مقصد سے چھیڑا ہے وہ یہ ہے کہ اس بحث کے سلسلے میں "تذکرہ" نے ایک دوسری بڑی اہم بات کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انکشاف کیا ہے جو ہم پر تنقید کرنے والے دوستوں کے لیے قابل غور ہے۔
مولانا مدنی کی حق گوئی کا ثبوت دیتے ہوئے "تذکرہ" نے لکھا ہے:

> "حکومت ہند نے جس سال آپ کو "پدم بھوشن" کا خطاب دینا چاہا تھا آپ نے اس کی واپسی کے جواب میں حکومت کو جو خط لکھا تھا کاش اس کا اصلی متن کہیں مل جاتا تو آپ اندازہ لگاتے کہ حضرت مدنیؒ کی حق گوئی آزاد بھارت میں بھی برقرار تھی۔ جمعیۃ کے خدام نے اس خط کو روک لیا اور اس کی جگہ دوسری تحریر حضرت مولانا کی طرف سے اشاعت کے لیے اخبارات کو دے دی"

(ندائے ملت لکھنؤ ۱۱ رمئی ۱۹۶۲ء)

خطاب کی واپسی کا حال تو ہمیں معلوم ہے۔ نیز ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جس سال مولانا مدنی نے اپنا خطاب واپس کیا تھا اسی سال بعض دوسرے خطاب یافتگان نے بھی اپنے خطابات واپس کیے تھے۔ لیکن یہ راز بالکل پہلی بار منظر عام پر آیا ہے۔ اور ماہنامہ "تذکرہ" جیسے معتبر ذریعے سے فاش ہوا ہے کہ خطاب کی واپسی کے ساتھ مولانا نے کوئی خط بھی حکومت کو لکھا تھا، اس کو جمعیۃ علماء ہند کے خدام نے روک لیا۔ اور اس کی جگہ دوسری تحریر مولانا کی طرف سے اخبارات کو اشاعت کے لیے دے دی۔ ماہنامہ "تذکرہ" کو اس خبر کی بابت معتبر ذریعہ ہم نے اس لیے قرار دیا ہے کہ مولوی اسعد صاحب اس وقت یو۔ پی کی جمعیۃ علماء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے صدر رہیں۔ ان کی ملکیت اور نگرانی میں شائع ہونے والا پرچہ کم از کم جمعیتہ کے متعلق کوئی غیر تحقیقی بات اس طرح علی الاعلان لکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ مرکزی جمعیتہ اس معاملہ میں اب تک بالکل خاموش ہے۔

اب ہم اپنے نکتہ چیں دوستوں سے عرض کرتے ہیں کہ وہ اس معاملہ کے ان دو پہلوؤں پر غور کریں۔ ایک یہ کہ مولانا مدنی نے اپنی جرأتِ حق گوئی کے باوصف جمعیتہ کے ان خدام کے خلاف صدائے احتجاج کیوں نہیں بلند فرمائی جنھوں نے ان کی تحریر کو روک لیا تھا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ مزید گستاخی یہ کر ڈالی کہ اس کی جگہ دوسری تحریر کو مولانا کی تحریر قرار دیکر اخبارات میں شائع کرا دیا؟

دوسرا یہ کہ جمعیتہ کے وہ خدام جو انگریزی حکومت کے مقابلے میں اپنی بے باک حریت پسندی کا بار بار مظاہرہ کر چکے ہیں انھوں نے موجودہ حکومت کے سامنے کلمۂ حق کے اظہار میں ایسی کمزوری کیوں دکھائی؟

جواب میں اس کے سوا اور کیا کہیے گا کہ حالات اور مصالح کا تقاضا یہی تھا۔ تو پھر یہی توجیہہ میاں صاحب کے حق میں قابل پذیرائی کیوں نہیں؟ جبکہ حالات کی ناسازگاری میاں صاحب کے زمانے میں آج کے لحاظ سے کہیں زیادہ شدید تھی۔



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میاں صاحب کا سفرِ حج

اس خبر سے مقلدین میں ہلچل

جب شوال ۱۲۵۸ھ ہجری میں حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی قدس سرہٗ نے ہندوستان سے مکہ معظمہ کی طرف ہجرت فرمائی تو درس حدیث کی بابت حضرت شاہ صاحب کی جانشینی کا شرف اللہ تعالیٰ نے ان کے شاگرد رشید جناب میاں صاحب سید نذیر حسین دہلوی علیہ الرحمۃ کو عطا فرمایا۔ محرم ۱۲۵۹ھ ہجری (مطابق فروری ۱۸۴۳ء) سے حضرت میاں صاحب نے درس حدیث کا سلسلہ مستقل طور سے شروع فرمایا۔ اور تقریباً چالیس برس تک مسلسل یہ خدمت انجام دینے کے بعد ۱۳۰۰ھ ہجری (مطابق ۱۸۸۳ء) میں آپ کو زیارتِ حرمین شریفین کی سعادت حاصل کرنے کا شوق دامن گیر ہوا۔ اس چالیس سال کی مدت میں آپ کے مسلک کا ملک میں کافی چرچا ہو چکا تھا۔ کتاب و سنت کے ساتھ براہ راست تمسک کی دعوت رفتہ رفتہ پھیل رہی تھی۔ تقلیدی جمود کے بندھن ٹوٹ رہے تھے۔ توحید کی حقیقت نکھر رہی تھی۔ بہت سی مردہ سنتیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندہ ہو رہی تھیں۔ بدعات کے چراغ بجھ رہے تھے۔ ان حالات میں جب میاں صاحب کے سفرِ حج کے عزم و ارادہ کی خبر مشہور ہوئی تو بدعات کی خانقاہوں اور تقلید کے ایوانوں میں ہلچل مچ گئی۔ مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کا بیان ہے:۔

"ہندوستان میں چونکہ اُس وقت تقلید و عدم تقلید کا فتنہ زور پر تھا۔ اور مولانا نذیر حسین غیر مقلدین کے سب سے بڑے شیخ سمجھے جاتے تھے۔ اس لئے فوراً مکے میں اطلاع دے دی گئی کہ وہابیہ کا سب سے بڑا سرغنہ آرہا ہے۔ اگر یہاں کوئی کاروائی نہ کی گئی تو اس بات کو وہابی حجاز میں اپنی فتح سے تعبیر کریں گے اور عوام کو اس سے بہت فتنہ ہوگا......" (آزاد کی کہانی ص۱۰۳)

اللہ اللہ! تعصب اور تنگ نظری کی حد ہوگئی۔ حجاز پر حنفی حکومت کے دورِ اقتدار کا یہ نشہ؟ کہ ایک متبع سنت شیخ کا امن و امان کے ساتھ فریضۂ حج ادا کرنا بھی گوارہ نہ ہوا۔ اس کو "وہابیت کی فتح" سمجھا گیا۔ اور عوام کے لئے "فتنہ" قرار دیا گیا۔ چنانچہ اس اطلاع کے بعد ہندوستان میں بھی اور مکہ معظمہ میں بھی میاں صاحب کے خلاف "کارروائی" کرنے کے لئے سازشیں شروع ہوگئیں۔ اور اس سازش میں بریلوی اور دیوبندی دونوں مکتبِ خیال کے علمائے احناف نے خوب خوب حصہ لیا۔ یہ داستان عبرت خیز بھی ہے اور حیرت انگیز بھی۔ اس کی تفصیلات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم پیش کریں گے لیکن اس سے پہلے ایک دوسرے واقعے کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے جس کی طرف مولانا آزاد مرحوم نے اپنے مندرجہ ذیل بیان میں اشارہ کیا ہے۔ مولانا آزاد فرماتے ہیں :-

مولانا سید نذیر حسین مرحوم، ہندوستان میں درس حدیث کے آخری مرکز تھے۔ انھوں نے جب سفر حج کا ارادہ کیا تو ان کو خیال پیدا ہوا کہ مخالفین، مکہ میں ایذا رسانی کی کوشش کریں گے۔ اس لئے کہ علمائے وہابیہ کے ساتھ وہاں پہلے جو سلوک ہو چکا تھا اس سے باخبر تھے ......"

(آزاد کی کہانی ص ۱۰۲)

وہ کون سلوک ہے ؛ جو مکہ معظمہ میں "علمائے وہابیہ" کے ساتھ میاں صاحب کے سفر حج سے پہلے ہو چکا تھا اور میاں صاحب اس سے باخبر تھے۔ اسی لئے ان کو اپنے متعلق کچھ احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی فکر ہوئی تھی۔ اس کا بھی مفصل تذکرہ مولانا آزاد ہی کی زبانی اس کتاب (آزاد کی کہانی) میں موجود ہے۔ یہ پوری تفصیل تو یہاں نقل کرنے کا موقع نہیں ہے۔ ہاں کچھ ضروری حصہ پیش کیا جاتا ہے "آزاد کی کہانی" میں اس واقعے کے بیان کے لئے جو عنوان مقرر کیا گیا ہے وہی ہم بھی اختیار کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے

"مکے میں علمائے اہلحدیث پر قیامت"

مولانا آزاد کے والد اپنے نانا کے ساتھ دہلی سے ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے گئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ قیام حجاز کے تقریباً دس برس بعد مکہ ہی میں انھوں نے شادی کی اس دوران میں ان کو ممالک اسلامیہ کی سیاحت کا شوق ہوا۔ پہلے قسطنطنیہ کا سفر کیا۔ اس سفر کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا آزاد فرماتے ہیں:۔

"سفر قسطنطنیہ سے پہلے مکہ معظمہ میں ایک نہایت اہم واقعہ پیش آیا جسے افسوس ہے، کسی نے قلم بند نہیں کیا ہے۔ حالانکہ وہ نہایت عبرت انگیز اور تاریخی ہے...... تفصیل یہ ہے کہ اس زمانے میں وہابیوں کی جانب سے گورنمنٹ ہند نہایت برافروختہ تھی اور ان کی جماعت کو سخت خطرناک پولیٹیکل جماعت سمجھتی تھی۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ یہ جماعت مولانا اسماعیل کی جماعت سمجھی جاتی تھی، جنھوں نے اپنی تحریک کی بنیاد مسئلہ جہاد پر رکھی تھی اور سکھوں سے عملاً جہاد کیا تھا۔ مولانا اسماعیل کے بعد سید صاحب کی جو جماعت سرحد پر رہ گئی تھی وہ مولانا صادق پوری کی امارت میں از سر نو قائم ہوئی۔ اور اُس سے اور انگریزوں سے دو تین مرتبہ مڈبھیڑ ہوئی تھی، اور گورنمنٹ کو خیال ہو گیا تھا کہ اب یہ جماعت، انگریزوں سے جنگ کرنا چاہتی ہے۔ اس کے بعد انگریزوں کی طرف سے اس جماعت پر طرح طرح کی جو مصیبتیں اور پریشانیاں نازل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی گئیں اجمالی طور پر مولانا آزاد نے ان کی نشان دہی کی ہے۔

اس سے آگے فرمایا ہے) ان اسباب کی وجہ سے اس جماعت کے علماء نے بجز اس کے اور کوئی چارہ نہ دیکھا کہ ہجرت کر جائیں بہت سے لوگ تو غدر کے موقع ہی پر چلے گئے تھے اور جو اس دار وگیر سے کسی طرح بچے انھوں نے بھی حجاز کو دارالامن سمجھ کر ہجرت کی۔ چنانچہ غدر کے بعد علماء وہابیہ کی ایک بڑی جماعت مکہ معظمہ میں فراہم ہو گئی تھی۔ لیکن یہاں بھی اس کے برخلاف متعدد اسباب موجود تھے۔ سب سے پہلے یہ کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور ان کی جماعت سے علمائے حجاز و عوام کو سخت تعصب و عناد تھا۔ پھر سلطنت عثمانیہ نے پولٹیکل اغراض و مصالح سے وہابیوں کو بہت بدنام کیا تھا اور وہابی ہونے کو عملاً ایک بڑا جرم قرار دے رکھا تھا۔ ان اسباب سے اَلْبَلَدُ الْاَمِیْن (مکہ) میں بھی وہابیوں کی جماعت کے لئے امن نہ تھا۔ اور وہ ایک باغیانہ جماعت سمجھی جاتی تھی۔

ابتدا میں علمائے حجاز اور گورنمنٹ کو اس تحریک کی خبر نہ تھی جو ہندوستان میں شروع ہوئی تھی۔ بلکہ جب مولانا محمد اسماعیل نے مولانا سید احمد صاحب کے ساتھ حج کا سفر کیا، تو یہ وہاں بہت اچھا اثر چھوڑ آئے تھے۔ اس لئے وہابیہ ہند کی جماعت سے کسی کو کوئی سوءظن نہ تھا۔ لیکن ہندوستانی علمائے مقیمین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکہ نے فتنہ اٹھایا اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس میں سب سے بڑا حصہ والد مرحوم کا تھا ان کے تعلقات شریف اور قسطنطنیہ دونوں سے گہرے تھے۔ انھی نے علمائے حجاز اور شریف کو مطلع کیا کہ یہ جماعت باعتبار عقائد، محمد بن عبدالوہاب کی جماعت ہے اور ہندوستان سے خاص اس لئے آئی ہے کہ یہاں اپنی تحریک پھیلائے۔ ثبوت میں تقویۃ الایمان اور بعض دوسری کتابوں کے حسب حال مطالب، عربی میں ترجمہ کر کے شائع کر دیئے ..... والد مرحوم نے شریف کو ان لوگوں کے برخلاف سخت برانگیختہ کر دیا۔ اتفاق سے اسی زمانے میں یہ واقعہ پیش آیا کہ قاضی محمد مراد بنگالی طائف گئے جب واپس آئے تو شیخ عبداللہ مرداد، امام حنفی ان سے ملنے گئے اور دستور کے مطابق سلام کے بعد "زیارت مقبول[1]" کہا جس سے مراد حضرت ابن عباسؓ کی قبر کی زیارت تھی۔ قاضی صاحب نے جواب دیا کہ میں کسی قبر کی زیارت کے لئے نہیں گیا تھا بلکہ محض تفریح کے لئے گیا تھا۔ اس بات کا بہت چرچا ہوا۔ اور شریف تک پہنچائی گئی، اور اس کے معنی یہ ٹھہرائے گئے کہ یہ لوگ بھی محمد بن عبدالوہاب کی طرح قبور صالحین کی زیارت کے مخالف ہیں۔

---

[1] یعنی زیارت قبور مبارک ہو ۱۲ منہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نتیجہ یہ نکلا کہ چند دنوں کے بعد اچانک اس جماعت کے اکتیس آدمی گرفتار کر لیے گئے۔ جن میں مولانا رحمت اللہ صاحب "اظہار الحق" بھی تھے، لیکن یہ بعد کو رہا کر دیئے گئے، کیونکہ انھوں نے اپنی حنفیت کے بہت واضح دلائل پیش کر دیئے تھے۔ شریف نے ایک مجلس مقرر کی اور والد مرحوم سے کہا کہ ان لوگوں کے عقائد کی تحقیقات کریں۔"

"ان پر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ وہ بھی محمد بن عبدالوہاب کی جماعت سے ہیں۔ انھوں نے اس سے انکار کیا اس پر والد مرحوم نے سترہ سوال مرتب کر کے پیش کیے، جن میں وجوب تقلید شخصی، استحباب قیام، زیارت قبور کے لیے سفر، اور استمداد و توسل بالصالحین وغیرہ سوالات تھے۔ افسوس ہے اس موقعہ پر بجز تین شخصوں کے اور سب نے تقیہ کیا اور کسی نے بھی استقامت نہ دکھائی۔"

مولوی محمد انصاری، مولوی محمد لطیف اور قاضی محمد مراد نے بڑی جرأت و دلیری کے ساتھ اپنے صحیح عقائد پیش کر دیئے اور کہا، اگر قرآن و سنت پر عمل کرنا اور بدعت سے اجتناب کرنا جرم ہے تو ہم مجرم ہیں اور ہر طرح کی سزا برداشت کرنے کو تیار ہیں۔

کوڑوں کی سزا کا حکم

پھر ان سے کہا گیا کہ اپنے عقائد سے توبہ کریں ورنہ سخت تعزیر کیلئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گی، لیکن یہ اس پر رضامند نہ ہوئے۔ اس پر شریف نے ان تینوں میں سے ہر ایک کو انتالیس انتالیس کوڑے لگانے کا حکم دیا۔ انتالیس اس لئے کہ حنفیہ کے نزدیک حد کی تعداد چالیس کوڑے ہیں، اور تعزیر کو اس تعداد سے کم ہونا چاہیئے۔ سلسلۂ بیان جاری رکھتے ہوئے مولانا آزاد نے فرمایا ہے:۔

برٹش قونصل میں پناہ

"اس موقع پر نہایت عبرت انگیز بات یہ ہے کہ جب اسلامی حکومت اور جوار بیت اللہ میں ایک مسلمان جماعت علماء پر ظلم وستم ہو رہا تھا، تو اس وقت اگر ان کو کوئی پناہ مل سکی، تو انہی کفار کے دامن میں جن سے بھاگ کر یہ یہاں آئے تھے۔ ان میں سے بعض کے احباب ان کی گرفتاری کے بعد ہی جدہ آگئے تھے اور برٹش قونصل کو خبر دی تھی کہ برٹش رعایا پر یہ عذاب نازل ہو رہا ہے برٹش قونصل نے اس معاملے کو قابل مداخلت خیال کیا اور گورنر مکہ کو مراسلت بھیجی کہ برٹش رعایا کی گرفتاری بجز فوجداری جرائم کے اور کسی وجہ سے نہیں ہو سکتی اور اگر انھیں چوبیس گھنٹے کے اندر نہ چھوڑ دیا گیا تو برٹش گورنمنٹ اس معاملے کو باب عالی کے روبرو پیش کرے گی"

"تب گورنر نے شریف پر زور ڈالا اور تعزیر کی کاروائی وقوع میں آنے سے پہلے ہی یہ لوگ مجبوراً چھوڑ دیئے گئے۔ لیکن انھیں یہ سزا دی گئی کہ سب کے سب اکتیس آدمی، خارج البلد کر دیئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے۔ اور حجاز کی پولیس نے انھیں جدے میں لاکر برٹش قونصل کے حوالے کر دیا ...."

ان اقتباسات پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل چند باتیں واضح طور پر مستنبط ہوتی ہیں:-

(الف) اَلبَلَدُ الاَمِین (مکہ معظمہ) میں یہ افسوسناک سلوک جن علماء کے ساتھ کیا گیا ان کا اس کے سوا اور کوئی قصور نہ تھا کہ وہ عقیدہ اور مسلک کے اعتبار سے اہلحدیث تھے۔ یعنی مقلد اور بدعتی نہ تھے۔

(ب) مولوی رحمت اللہ صاحب کیرانوی بھی گرفتار ہو گئے تھے مگر انھوں نے اپنے حنفی ہونے کا ثبوت دے کر رہائی حاصل کر لی تھی۔

(ج) یہ فتنہ ان ہندوستانی علماء نے اٹھایا تھا جو اس زمانے میں مکہ معظمہ میں مقیم تھے۔ اور اس میں بڑا حصہ مولانا آزاد مرحوم کے والد (مولوی خیرالدین) کا تھا۔

(د) ان علماء اہلحدیث کو کوڑوں کی سزا دینے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ لیکن اس کا نفاذ برٹش گورنمنٹ کے قونصل مقیم جدہ کی مداخلت کی وجہ سے نہ ہو سکا۔

(ہ) تمسک بالکتاب والسنۃ کی پاداش میں اللہ کے ان نیک بندوں کو جوار بیت اللہ سے نکال کر برٹش قونصل کے حوالے کر دیا گیا۔ یعنی بقول مولانا آزاد مرحوم "اُس وقت اگر ان کو کوئی پناہ مل سکی تو انہی کفار کے دامن میں جن سے بھاگ کر یہ یہاں آئے تھے"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے وہ واقعہ جو میاں صاحب کے سفر حج سے پہلے مکہ معظمہ میں پیش آنے کا خطرہ اور جس کی طرف مولانا آزاد نے اپنے بیان میں اشارہ کیا ہے۔ میاں صاحب نے السعید من وعظ بغیرہ رواہ مسلم ص۳۳۳ (خوش نصیب ہے وہ شخص جو دوسروں (کے حالات) سے نصیحت حاصل کرے) کے مطابق اس واقعہ کو اپنے لئے سبق آموز قرار دیا۔ اور احتیاطی تدابیر کے طور پر دہلی کے بعض انگریز افسروں کو اپنے اس ارادہ کی اطلاع دیکر برطانوی قونصل مقیم جدہ کے نام چٹھیاں حاصل کیں۔ تاکہ اہلحدیث کے ان معاندین کی فتنہ انگیزیوں سے محفوظ رہ سکیں جو اس وقت بھی مکہ معظمہ میں موجود تھے حالات کی روشنی میں میاں صاحب کا یہ فعل نہ شرعاً قابل اعتراض ہو سکتا ہے اور نہ اخلاقاً لیکن اگر کوئی شخص نکتہ چینی ہی کے لئے بیٹھا ہو تو پھر اس کی نگاہِ تنقید سے کون بچ سکتا ہے؟ چنانچہ تیسرا طعنہ جو اہلحدیثوں کو دیا گیا ہے اس کا تعلق انہی چٹھیوں سے ہے۔

تیسرا طعنہ اور اس کا جواب

کہا گیا ہے کہ:۔

"اور اس صلہ میں (یعنی مسز لی سن کی جان بچانے کے صلے میں) سفر حج کے موقع پر بھی انگریز افسروں کی چٹھیاں مولانا کو ملی تھیں کہ اپنے حدود میں سرکاری عملہ ہر جگہ مولانا کے ساتھ تعاون کرے"۔

سفر حج کے موقع کی ان چٹھیوں کی نسبت یہ کہنا کہ "مسز لیسن کی جان بچانے کے "صلہ" میں ملی تھیں" یقیناً ایک غلط اور معاندانہ تعبیر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اردو زبان کی کسی لغت میں اٹھا کر دیکھئے کہ "صلہ" کے کیا معنی ہیں۔ جامع اللغات اردو کی ایک مشہور اور متداول لغت کی کتاب ہے اس میں "صلہ" کے معنی لکھے ہیں "انعام، بخشش، بدلہ، اجرت"

مسز لیسن کی جان بچانے کا واقعہ ۱۸۵۷ء کا ہے اور حج کے موقع کی چٹھیاں ۱۸۸۳ء کی ہیں۔ یعنی دونوں میں تقریباً چھبیس سال کا فاصلہ ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ وفادارانہ کارناموں کے انعامات ربع صدی گذر جانے کے بعد ملا کرتے ہیں؟ پھر یہ بات بھی نہیں ہے کہ یہ چٹھیاں انگریز افسروں کی طرف سے از خود "ملی تھیں" جیسا کہ معترض کے بیان سے مترشح ہوتا ہے۔ اور شاید اسی لئے انھوں نے ان چٹھیوں کو "صلہ" قرار دیا ہے۔ بلکہ میاں صاحب نے ان چٹھیوں کے حاصل کرنے کی کوشش کی تھی اور یہ کوشش انھوں نے کیوں کی تھی؟ اور اس کوشش میں ان کو آسانی کے ساتھ کامیابی کیوں ہوگئی؟ ان باتوں پر مولانا آزاد کے بیان سے روشنی پڑتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:۔

"مولانا سید نذیر حسین مرحوم ہندوستان میں درس حدیث کے آخری مرکز تھے انھوں نے جب سفر حج کا ارادہ کیا تو ان کو خیال پیدا ہوا کہ مخالفین، مکہ میں ایذا رسانی کی کوشش کریں گے اس لئے کہ علماء وہابیہ کے ساتھ وہاں پہلے جو سلوک ہو چکا تھا اس سے باخبر تھے۔ اور اب حجاز کی یہ حالت ہو رہی تھی کہ بلا تقیہ کوئی وہابی محفوظ طور پر نہ رہ سکتا تھا۔ شیعہ وخوارج

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو علانیہ جاتے اور حج کرتے کوئی روک نہ پیش آتی، مگر وہابیہ کے لئے یہ موقع نہ تھا۔

"مولانا نذیر حسین نے چونکہ غدر میں مسز لیسن کی جان بچائی تھی اس لئے حکام سے ان کے تعلقات اچھے تھے۔ انھوں نے ڈپٹی کمشنر دہلی کے ذریعے سے فارن آفس میں سلسلہ جنبانی کی اور جدے میں برٹش قونصل کے نام ایک سفارشی چٹھی بھجوائی، جس میں لکھا تھا کہ ان کی حفاظت کی جائے۔ اور جو ضرورت انھیں پیش آئے حتی الامکان اس میں پوری طرح مدد دی جائے۔ اس طرح یہ حجاز روانہ ہو گئے۔" (آزاد کی کہانی ص۱۰۲ و ص۱۰۳)

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ معظمہ میں علمائے اہلحدیث کے ساتھ جو ناروا اور ظالمانہ سلوک ہو چکا تھا، میاں صاحب اس سے باخبر تھے اس لئے ان کو اپنے متعلق بھی ایذارسانی کا خطرہ محسوس ہوا۔ کیونکہ وہ اس وقت ہندوستان میں درس حدیث کا آخری مرکز تھے۔ وہی اہلحدیث کے پیشوا اور سرخیل تھے۔ میاں صاحب کو یہ بھی معلوم تھا کہ ان علمائے مظلومین کو کوڑوں کی سزا سے برٹش قونصل مقیم جدہ کی مداخلت نے بچایا تھا، اور قونصل ہی نے ان کو پناہ دی تھی۔ اس لئے اسی قونصل کے نام انھوں نے چٹھی لکھوائی۔ اور اس چٹھی کے ملنے میں آسانی اس لئے ہوئی کہ مسز لیسن کے ساتھ میاں صاحب نے جو احسان کیا تھا۔ انگریز افسر اس کو بھولا نہیں تھا، جیسا کہ انسانیت اور شرافت کا تقاضا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بتائیے! اس میں طعن کی کیا بات ہے؟ کیا دشمن کی مضرتوں اور ایذا رسانیوں سے اپنے کو بچانے کی فکر کرنا، اور اس کے لئے مناسب اور مفید تدبیر اختیار کرنا کوئی عیب اور ملامت کی چیز ہے؟

میاں صاحب کے خلاف ہیجان انگیز فضا

میاں صاحبؒ کو اپنے سفر حج کے موقع پر مخالفین کی طرف سے ایذا رسانی کا جو خطرہ محسوس ہوا تھا یہ کوئی خیالی خطرہ نہیں تھا بلکہ اس کی بنیاد حقائق پر تھی۔ جھوٹے عقائد اور غلط مسائل اہلحدیث، بالخصوص میاں صاحب کی طرف منسوب کر کے علمائے احناف کے فتووں نے ہیجان انگیز فضا پیدا کر دی تھی۔ "جامع الشواهد فی اخراج الوهابیین عن المساجد" اور "انتظام المساجد باخراج اهل الفتن والمفاسد" کے نام سے رسالے مرتب ہو چکے تھے جن کی خوب اشاعت کی جا رہی تھی۔ اور ان کی بنا پر اہلحدیثوں کو احناف کی مسجدوں میں نماز پڑھنے سے روکا جا رہا تھا طرح طرح سے مطعون اور بدنام کر کے ان کو پریشان کیا جا رہا تھا۔ ان رسالوں کی فتنہ انگیزیوں کا اندازہ کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ ان کے مندرجات کے کچھ نمونے ہم آپ کے سامنے پیش کریں۔ پہلے "جامع الشواہد" کو لیجئے اس میں جن عقائد اور مسائل کی جھوٹی نسبت اہلحدیث کی طرف کی گئی ہے، ان میں سے آخری مسئلے کو یہاں ذکر کرتا ہوں۔ کیونکہ اس کے متعلق میاں صاحب کو خاص طور سے نشانہ بنایا گیا ہے۔ مستفتی[1] صاحب لکھتے ہیں:

---

[1] رسالہ میں کسی مستفتی کا نام نہیں ہے اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ خود مفتی ہی مستفتی بھی ہیں ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مسئلہ ان کا یہ ہے کہ پنیر جو شام میں سُور کے پنیر مایہ سے
بنایا جاتا اوس کا مشہور تھا یا اور چیزیں کہ جن میں سور کی چربی
پڑنی مشہور تھی جب وہ آنحضرت علیہ السلام کے پاس آتی تھیں
آپ بلا دریافت کھاتے تھے" (جامع الشواہد صـ۱۲)
اس روایت کو اہلحدیث کا عقیدہ اور مسئلہ بنا کر پیش کیا گیا ہے ۔اور ثبوت
یہ دیا ہے کہ :-
"چنانچہ فتویٰ مہری مولوی عطا محمد میں ہے جو رسالہ اظہار الحق
مطبوعہ مطبع اتالیق ہند لاہور میں مندرج ہے ۔ اور اوس رسالہ
میں مولوی نذیر حسین صاحب وغیرہ کی بھی مہریں موجود ہیں۔
اور اوس رسالہ کے چھپوانے میں مولوی نذیر حسین صاحب
نے کوشش تام فرمائی ، چنانچہ مصنف رسالہ مذکور شروع میں
اس امر پر تصریح کرتا ہے" (حوالہ مذکور)
سمجھے آپ اس کا مطلب ؟ کیا دلیل دی گئی ہے اس غلیظ اور ناپاک الزام
کے ثبوت میں کہ میاں صاحب سید نذیر حسین اس بات کے قائل تھے
کہ عیاذاً باللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مذکورہ بالا پنیر استعمال
فرمایا کرتے تھے ؟ دلیل یہ دی گئی ہے کہ یہ بات اگرچہ مولوی عطا محمد
کے فتوے میں ہے (سید مولانا نذیر حسین کے فتوے میں نہیں ہے) مگر
مولوی عطا محمد کا یہ فتویٰ جس رسالے میں شائع کیا گیا ہے اس رسالے
میں مولوی نذیر حسین صاحب کا بھی دستخط اور مہر ہے ۔ بلکہ اس رسالے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے چھپوانے میں مولوی نذیر حسین صاحب نے بڑی کوشش کی تھی جیسا کہ رسالے کے مصنف نے شروع میں اسکی تصریح کی ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ مولوی نذیر حسین صاحب بھی مولوی عطا محمد کے فتوے کے مؤید ہیں یہ ہے اس دلیل کا خلاصہ۔

لیکن نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس دلیل کے بیان کرنے میں "جامع الشواہد" کے مصنف نے ایمان و دیانت کا خون کیا ہے۔ کئی طرح کا فریب دیا ہے، اور صریح کذب بیانی اور افترا پردازی سے بھی کام لیا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔

اولاً ـــــ تو مولوی عطا محمد کے متعلق معلوم نہیں کہ یہ کون ہیں، کس عقیدہ اور مسلک کے تھے؟ پھر ان کی بات سے اہلحدیث پر کیا الزام؟

ثانیاً ـــــ انھوں نے یہ بات کسی اہلحدیث کی کتاب سے نہیں لی ہے بلکہ ایک شافعی المذہب عالم کی کتاب سے لی ہے اس کتاب کا نام بھی انھوں نے بتادیا ہے یعنی فتح المعین شرح قرۃ العین۔ یہ "جامع الشواہد" کے مصنف کی بددیانتی ہے کہ اس نے اس کتاب کا نام ظاہر نہیں کیا ہے۔

ثالثاً ـــــ رسالہ "اظہار الحق" کے مصنف نے نہ اس رسالے کے شروع میں اور نہ اس کے آخر میں کہیں بھی اسکی تصریح نہیں کی ہے کہ اس رسالے کے چھپوانے میں مولوی نذیر حسین صاحب نے بھی کوشش کی ہے۔ "جامع الشواہد" کے مصنف نے یہ بالکل جھوٹ لکھا ہے۔ اور یہ جھوٹ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس نے صرف اس مقصد سے لکھا ہے کہ کسی طرح مولوی عطا محمد والی بات مولانا سید نذیر حسین صاحب کے ذمے بھی لگانے کی گنجائش نکل آئے۔

رالعاً "جامع الشواہد" کے مصنف کی یہ عبارت بڑی پر فریب اور مغالطہ آمیز ہے کہ "رسالہ اظہار الحق" میں مولوی نذیر حسین صاحب وغیرہ کی بھی مہریں موجود ہیں " اس سے دھوکا یہ ہوتا ہے کہ یہ مہریں مولوی عطا محمد کے فتوے کی تائید میں ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس رسالے میں صرف مولوی عطا محمد ہی کا فتویٰ شائع نہیں ہوا ہے، بلکہ یہ رسالہ دہلی لاہور، امرتسر، کپورتھلہ، ہوشیار پور وغیرہ کے بہت سے علماء کے مختلف فتووں کا مجموعہ ہے۔ اسی میں ایک فتویٰ مولانا سید نذیر حسین صاحب کا بھی ہے۔ اسی فتوے پر مولانا نذیر حسین صاحب اور مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی وغیرہ علمائے اہلحدیث کی مہریں ہیں۔ اس فتوے کا مولوی عطا محمد کے فتوے سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔ مولانا سید نذیر حسین صاحب کی مہر اور دستخط ثبت کرنے کی یہ صورت نہیں ہوئی تھی کہ ان کے سامنے رسالہ اظہار الحق مرتب کر کے پیش کیا گیا ہو۔ بلکہ ان کی خدمت میں الگ ایک استفسار بھیجا گیا تھا۔ اس کا جواب انھوں نے تحریر فرمایا تھا اور اسی پر اپنا دستخط اور مہر کر دیا تھا۔ وہی دستخط شدہ اور مہر شدہ فتویٰ دوسرے فتووں کے ساتھ شامل کر کے "اظہار الحق" رسالے میں شائع کر دیا گیا ہے۔ رسالہ مذکور کے مرتب خان احمد شاہ قائم مقام اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہوشیار پور نے شروع رسالہ میں اسکی تصریح کر دی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر ہم مولانا سید نذیر حسین صاحب کا وہ فتویٰ نقل کر دیں جس پر انکی مہر ہے۔ ان کی خدمت میں استفتار یہ پیش کیا گیا تھا کہ :۔

"نصاریٰ کے کنوؤں اور ظروف کا پانی جو جملہ نجاسات اور منجسات علی اختلاف المذاہب سے یقیناً مبرا ہو، ان لوگوں کے لیے استعمال میں لانا جائز ہے یا نہیں جو اپنے دین سے واقف ہیں اور خوف ضرر اختلاط و مداہنت سے مامون ہیں"؟

"نیز طعام نصاریٰ جو جملہ محرمات و نجاسات مقررہ کل مذاہب اسلامیہ سے محفوظ و خالی ہو مذکورہ بالا اشخاص کے لئے کھالینا جائز ہے یا نہیں"؟

ان دونوں سوالوں کے جواب میں حضرت میاں صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے :۔

"جائز ہے بدلیل حدیث صحیح بخاری کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت مشرکہ کے پکھال سے لوگوں کو پانی پلایا۔ اور وضو اور غسل کرایا۔ اور حدیث بخاری اور حدیث رزین کے کہ حضرت عمرؓ نے عورت نصرانیہ کی ٹھلیے سے وضو کیا۔ اور حدیث ترمذی کے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبیصہؓ نے سوال کیا طعام نصاریٰ سے تو آپ نے اجازت دی اور فرمایا لا یتخلجن فی صدرك طعام ضارعت فیه

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النصل نیۃ اور اغاثۃ اللھفان میں بھی آثار منقول ہیں کہ علیؓ وغیرہ صحابہ نے اہل کتاب کا کھانا کھایا۔ اور جو احادیث و آثار اس کے معارض منقول ہیں وہ محمول ہیں مظنۂ نجاست پر، یا جہلا، اشخاص پر جن سے خوف سستی دین و تجاوز حدود ہے، نہ اون سے سوال ہے اور نہ اون کے حق میں جواب ہے۔
واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم فقط۔
(دیکھو ابرار اہل الحدیث از ص ۸۳ تا ص ۸۵)

یہ ہے وہ فتویٰ جس پر مولانا سید نذیر حسین صاحب اور مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی وغیرہ چند علمائے اہلحدیث کی مہریں ہیں۔ اور جس کو رسالہ "اظہار الحق" کے مجموعہ میں شامل کرکے شائع کیا گیا ہے۔ اس میں کہیں نام و نشان بھی نہیں ہے اُس خبیث پنیر کا جس کا ذکر مولوی عطا محمد کے فتویٰ میں ہے۔ اور جس کے استعمال کرنے کی نسبت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے۔

لیکن دھاندلی دیکھئے کہ "جامع الشواہد" کے مصنف نے ایک پرفریب عبارت کے ذریعہ اس مکروہ بات کو حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب وغیرہ کے ذمے لگایا۔ اس کے بعد حنفی مفتی صاحبان نے قطعاً اسکی ضرورت محسوس نہیں کی کہ وقت کے ایک باکمال محدث کی طرف ایسی مکروہ بات منسوب کرتے ہوئے تحقیق تو کرلیں کہ حقیقت کیا ہے؟ اسی قسم کے جھوٹے الزامات کی بنیاد پر فتویٰ دیدیا گیا کہ وہابیوں (اہلحدیثوں) کو احناف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی مسجدوں سے نکال دیا جائے۔ اس رسالہ میں بہت سے علمائے احناف کے فتوے ان کی مہر اور دستخط کے ساتھ موجود ہیں۔ صفحہ ۹ پر جلی سرخی قائم کی گئی ہے "مواہیر و دستخط علمائے لودھیانہ و دیوبند" اس کے ذیل میں دیوبند اور لودھیانہ کے علماء کے فتوے درج ہیں۔ علمائے دیوبند نے جس عبارت پر دستخط کئے ہیں وہ یہ ہے

"عقائد اس جماعت کے جب خلاف جمہور ہیں بدعتی ہونا ظاہر اور مثل تجسیم، اور تحلیل چار سے زیادہ ازواج کے، اور تجویز تقیہ اور برا کہنا سلف صالحین کا فسق یا کفر، تو اب نماز اور نکاح اور ذبیحہ میں ان کی احتیاط لازم ہے۔ جیسے روافض کے ساتھ احتیاط چاہیئے۔ حررہ محمد یعقوب النانوتوی عفی عنہ۔ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ محمد محمود دیوبندی عفی عنہ۔ محمود حسن عفا عنہ۔ ابوالخیرات سید احمد عفی عنہ" (ص۱۱)

یہ اکابر دیوبند کا فتویٰ ہے۔ کسی حوالے اور ثبوت کے بغیر چند عقائد اور مسائل کو پوری جماعت اہلحدیث کی طرف منسوب کر کے کہدیا گیا ہے کہ یہ بدعتی ہیں۔ فاسق یا کافر ہیں۔ مثل روافض کے ہیں۔ ان کے ساتھ نماز پڑھنا نکاح کرنا۔ ان کا ذبیحہ کھانا، ان سب باتوں میں احتیاط کرنا چاہیئے۔

سوچئے! کیا یہ فتوے اپنا رنگ دکھلائے بغیر رہتے؟

مشہور احراری لیڈر مولانا حبیب الرحمٰن لودیانوی کو تو آپ جانتے ہی ہوں گے۔ ان کے دادا مولانا محمد لودیانوی کا فتویٰ بھی اسی صفحہ پر درج ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے پہلے تو تمہید یہ قائم کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص لہسن کھائے پس نزدیک نہ پھٹکے مسجد ہماری کے۔ اور عمر بن الخطاب سے مروی ہے کہ ایک عورت مجذومہ کو طواف مکہ سے مانع آئے اور فرمایا کہ تو اپنے گھر میں بیٹھ اور لوگوں کو ایذا نہ دے ایک شخص کوفہ کی مسجد میں وعظ کہہ رہا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے پوچھو کہ ناسخ منسوخ کو جانتا ہو؟ اس نے کہا مجھکو ناسخ منسوخ کا علم نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ نے فرمایا اس کو مسجد سے نکال دو۔ نیز شاہ عبد العزیز صاحب نے نیچے آیت واصبر علی ما یقولون کے لکھا ہے کہ طعن کرنا سلف پر سخت ترین ایذاء لسانی ہے۔ اور اشباہ میں لکھا ہے کہ موذی کو مسجد میں آنے سے منع کرنا چاہیئے اگرچہ ایذاء او سکی لسانی ہو" اس تمہید کے بعد لکھتے ہیں:

"پس جبکہ روکنا مسجد سے بسبب موجود ہونے ایک امر کے امور مذکورہ سے درست ہوا تو غیر مقلدوں کو جو جامع امور مذکورہ ہیں نکالنا بطریق اولی درست ہوا۔ اور بسبب لحوق مرض باطنی کے جو جذام سے بڑھکر ہے اور مساجد میں ان کے آنے سے فتنہ وفساد برپا ہوتا ہے۔ اور خدائے تعالیٰ مفسدین کو دوست نہیں رکھتا۔ قال اللہ تعالیٰ واللہ لا یحب المفسدین باقی تحقیق اس مسئلہ کی رسالہ انتظام المساجد باخراج اہل الفتن والمفاسد میں جو اس عاجز کی تالیفات سے ہے موجود ہے۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی خادم العلماء المرقوم فی سنہ ۱۳۰۰ ھ

مولانا محمد لودیانوی نے اس فتوے میں اپنی جس تالیف (انتظام المساجد) کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوالہ دیا ہے اس میں کیا لکھا ہے؟ اس کو ہم آگے بتائیں گے، پہلے جامع الشواہد کے افادات سے فارغ ہو لیجیے۔ کچھ پڑھ چکے ہیں کچھ اور پڑھیے جامع الشواہد کے صفحہ ۲ پر موٹے قلم سے سرخی لکھی ہوئی ہے "مواہیر علمائے مشاہیر دارالاسلام مصطفےٰ آباد عرف رامپور" اس کے نیچے صفحہ ۲۰ تک علمائے رامپور کے فتاویٰ اور دستخط ہیں۔ ان میں سے ایک فتویٰ پڑھیے کتنا زوردار اور "پُر وقار" ہے۔ میاں صاحبؒ کی شان میں فرماتے ہیں:

"یہ شخص امام اس گروہ غیر مقلدین کا سُنّی نہیں ہے رافضی ہو تو عجب نہیں۔ یہ بیچارہ عامیوں کو اپنے ساتھ جہنم میں لے جانا چاہتا ہے واللہ اعلم" کتبہ سید عبدالحق (ص۷)

مولوی ارشاد حسین صاحب رامپوری (متوفی ۱۳۱۱ھ) جنھوں نے حضرت میاں صاحب کی کتاب "معیار الحق" کی تردید میں "انتصار الحق" لکھی تھی۔ ان کا فتویٰ بھی اس کتاب میں ہے۔ اور انھوں نے بھی اہلحدیث کو "فرقۂ ضالہ مخالفہ فرقۂ ناجیہ اہل سنت والجماعت" وغیرہ کہا ہے۔ مگر ان کے ایک شاگرد نے ان سے بھی نمبر ٹپا دیا ہے۔ یا یوں کہیے کہ بزرگوں کے ان فتوؤں کا جو مقصد تھا اس کو یہ سعادتمند شاگرد سمجھ گیا۔ اور صاف صاف لفظوں میں ادا کر دیا چنانچہ اس نے لکھدیا کہ "ہندوستان کے اس شیخ نجد کا مقابلہ شمشیر دست و زبان کے ذریعہ کیا جائے" لکھتے ہیں:

"ان حضرات مشیخت مآب حاسدین مفسدین دین و معاندین مجتہدین و مقلدین اور ان کے مریدین و معتقدین کے حق میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن کو حضرت حق جل جلالہ عم نوالہ نے آزادی کا طوق گلے میں ڈال کر ہندوستان کا شیخ نجد بنا کر چھوڑا ہے۔ جس قدر شمشیر دست و زبان کے ذریعہ سے مقابلہ بر محل کیا جائے تھوڑا ہے۔ فی الحقیقت یہ سب کے سب ضال اور مضل ہیں۔ اور سلسلہ مذاہب اربعہ فقہ سے خارج ہو محمدی بنکر دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں رخنہ انداز و مخل اور ان کے عقائد پر مکاید منجر بکفر و شرک و الحاد ...... کتبہ العبد الاثم ابو الجیل معین الدین محمد عبد الجلیل" (یہاں موصوف کی مہر ہے جس کے ساتھ یہ عبارت لکھی ہوئی ہے "مہر تلمیذ حضرت مولانا محمد ارشاد حسین صاحب)" (جامع الشواہد ص۱۹ و ۲۰)

بتایئے! "زبان کی تلوار" کا کام تو یہ فتوے کر رہے تھے۔ اس کے بعد "شمشیر دست" (ہاتھ کی تلوار) کے ذریعہ مقابلہ کرکے پر برانگیختہ کرنے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہوا؟ کہ ان غیر مقلدوں کو اور ان کے "شیخ" کو ڈنڈوں سے مارا جائے، بلکہ ان کو قتل بھی کر دیا جائے تو تھوڑا ہے۔

○ اب مولانا محمد صاحب لودھیانوی کی تالیف "انتظام المساجد[۱] باخراج اہل الفتن والمفاسد" (جس کا ذکر پہلے آیا ہے) کا حال سنیئے:

---

[۱] ہم مولانا ابو علی الاثری کے ممنون اور شکر گذار ہیں ان کی کرم فرمائی سے ہم کو "جامع الشواہد" اور "انتظام المساجد" دونوں سے استفادہ کا موقع ملا۔ یہ دونوں رسالے مکتبہ دار المصنفین اعظم گڈھ میں موجود ہیں ۱۲ مصنف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں بھی چند سوالات استفتار کی شکل میں پیش کر کے ان کے جوابات دیئے گئے ہیں لیکن کسی مستفتی کا نام و پتہ درج نہیں ہے اس لئے کچھ عجب نہیں کہ مفتی صاحب نے اپنے جوابات ذہن میں رکھ کر انھیں کے مناسب سوالات بھی خود ہی مرتب کئے ہوں .. بہر حال پہلے سوال میں جو چند عقائد اور مسائل اہلحدیث علمار کی طرف منسوب کر کے ذکر کئے ہیں انھیں میں یہ مسئلہ بھی بیان کیا ہے کہ :۔

"...... (جو شخص) واسطے جواز مواکلت و مشاربت اہل کتاب کے یہ سند افترائی گذارے کہ جو قروط باآمیزش چربی خنزیر طیار کئے ہوئے اہل کتاب کے یمن سے آیا کرتے تھے معاذاللہ آنحضرت اون کو کھایا کرتے تھے جیسا کہ مولوی عطامحمد ہوشیار پوری نے رسالہ اظہار الحق میں لکھا ہے اور اس رسالہ پر مواہیر مولوی نذیر حسین اور مولوی محمد حسین لاہوری وغیرہ کی ثبت ہو کر لاہور میں چھپ کر پادریان لودہیانہ کے پاس آیا اور اخبار نور افشاں میں دیر تک چھپتا رہا بھت ۲و۳ ہ"

یہی الزام "جامع الشواہد" کے مندرجات کے ذکر کے سلسلہ میں ابھی آپ پڑھ چکے ہیں۔ دونوں کی عبارتوں پر غور کیجیے، تو بالکل نمایاں اختلاف بیان نظر آئے گا۔ دونوں کے بیان کا یہ فرق تو خیر معمولی ہے کہ خنزیر کی چربی کی آمیزش والی یہ چیزیں ملک شام سے آتی تھیں (جیسا کہ جامع الشواہد میں ہے) یا ملک یمن سے (جیسا کہ انتظام المساجد میں ہے) بڑا فرق جو ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ یہ کہ "جامع الشواہد" کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ رسالہ "اظہار الحق" مولوی عطا محمد کا لکھا ہوا نہیں ہے۔ یہ رسالہ لکھا ہوا تو کسی دوسرے کا ہے البتہ اس میں مولوی عطا محمد کا فتویٰ مندرج ہے۔ اور اسی فتوے میں چر لیے والی چیزوں کی یہ روایت بھی ہے۔ اس کے برخلاف "انتظام المساجد" کی یہ عبارت۔ "جیسا کہ مولوی ... محمد ہوشیار پوری نے رسالہ "اظہار الحق" میں لکھا ہے" اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسالہ اظہار الحق مولوی عطا محمد کا لکھا ہوا ہے۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ اس بارے میں جامع الشواہد ہی کا بیان صحیح ہے۔ رسالہ اظہار الحق خان احمد شاہ قائم مقام اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہوشیار پور کا مرتب کیا ہوا اور شائع کیا ہوا ہے۔ انھوں نے چند فتوے علمائے دہلی و لاہور و امرتسر و کپور تھلہ و ہوشیار پور وغیرہ سے حاصل کر کے اسمیں شامل کئے ہیں۔

(دیکھو ابراء اہل حدیث والقرآن مما فی جامع الشواہد من التہمۃ والبہتان ص۵)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "انتظام المساجد" کے مؤلف نے خود رسالہ ... اظہار الحق دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ سنی سنائی باتوں پر اعتماد کر لیا ہے۔ یا ہو سکتا ہے کہ "نور افشاں" میں عیسائیوں نے اس کے نقل کرنے میں کچھ گڑبڑ کی ہو اور موصوف نے اسی کو اپنا ماخذ بنایا ہو لیکن یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ایسے شدید اور سنگین الزام کے لئے جسکی بنا پر کفر و ارتداد کا فتویٰ دیا گیا ہو۔ اتنے تساہل اور غفلت سے کام لیا جائے اس کے بعد "انتظام المساجد" کی اس عبارت میں کہ "اس رسالہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر مواہیر مولوی نذیر حسین اور مولوی محمد حسین لاہوری وغیرہ کی ثبت ہیں" وہی تلبیس اور فریب کاری پوشیدہ ہے جسکی تفصیل رسالہ جامع الشواہد کے بیان کے سلسلہ میں گذر چکی۔ یعنی مولانا سید نذیر حسین صاحب وغیرہ اور علمائے اہلحدیث کا دستخط اور مہر ہرگز اس فتوی پر نہیں ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مذکورہ بالا روایت کا ذکر ہے۔ ان حضرات کی مواہیر اس ... الگ ایک دوسرے فتوے پر ہیں جسکو ہم نے پچھلے صفحات ... ہے۔ لیکن لودیانوی صاحب نے کسی تحقیق و تفتیش کے بغیر کفر وارتداد ... فتوی داغ دیا ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"اور افترار مندرجہ استفتار درباب اکل قروط مذکورہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کفر صریح اور ارتداد قبیح ہے"

(صفحہ ۵)

اس کے بعد "تحفۃ الاخیار فی عصمۃ الانبیاء" سے ایک طویل عربی عبارت نقل کی ہے جس میں کسی نبی کی توہین کرنے والے کے متعلق احکام بیان کئے گئے ہیں۔ اس کا خلاصہ لودیانوی صاحب ہی کے الفاظ میں یہ ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"خلاصہ مطلب ... کلام کا یہ ہے کہ آنحضرت پر افترا کرنے والا مرتد ہے اور حکام اہل اسلام پر لازم ہے کہ اس کو قتل کریں۔ اور عذر داری اُس کی بایں وجہ کہ مجھکو اس کا علم نہیں تھا شرعاً قابل پذیرائی نہیں بلکہ بعد توبہ کے بھی اُسکو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مارنا لازم ہے ...... اور علماء اور مفتیان وقت پر
لازم ہے کہ بمجرد مسموع ہونے ایسے امر کے اُس کے کفر اور
ارتداد کا فتویٰ دینے میں تردد نہ کریں۔ ورنہ زمرۂ مرتدین
میں یہ بھی داخل ہوں گے ...... اور عوام اہل اسلام پر
لازم ہے کہ بمجرد وقوع ایسے مفسدہ کے مدعی اور گواہ ہو کر حکام
سے سزا یابی اُسکی میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کریں۔ ص

اللہ اکبر! کیا ٹھکانہ ہے ان اشتعال انگیزیوں اور فتنہ سامانیوں کا؟
علماء اور مفتیوں سے کہا۔ ان (غیر مقلدوں) کو بلا تردد کافر اور مرتد
ہونے کا فتویٰ دو۔ جو ان کے کفر میں شک کرے اس کو بھی کافر کہو۔ ان
کو مسجدوں سے نکلواؤ۔ عوام سے کہا ان پر مقدمے دائر کرو۔ ان کے
خلاف عدالتوں میں جا کر شہادتیں دو۔ ان کو سزائیں دلواؤ۔ جیل بھجواؤ
الغرض ان کو پریشان کرنے کے لئے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فرو گذاشت
نہ کرو۔ ان کے خلاف جو کچھ کر سکتے ہو کر گذرو۔ ان سب باتوں کے باوجود
کلیجہ ٹھنڈا نہیں ہوا تو صاف صاف کہدیا کہ حکام اہل اسلام پر لازم ہے کہ ان
کو قتل کریں۔ توبہ کے بعد بھی ان کو مارنا لازم ہے۔ مانا کہ یہ کسی عربی
عبارت کا ترجمہ اور خلاصہ ہے۔ لیکن لودھیانوی صاحب نے تو اس کو
چسپاں اہلحدیثوں ہی پر کیا ہے؟ اور انھیں کو اس کا مصداق ٹھہرا کر
اس موقع پر اسکو پیش کیا ہے۔ چنانچہ آگے کے صفحات پر انھوں نے خود
ہی اسکو ظاہر کر دیا ہے۔ صفحہ دس کے اس سوال کو اور اسکے جواب کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھئے لکھا ہے :۔

سوال :۔ بعض غیر مقلد امور مذکورہ استفتاء سے اپنی بریت ظاہر کرتے ہیں ۔

جواب :۔ اگرچہ بعض غیر مقلد بظاہر کلمات مذکورہ سے بریت اپنی بیان کرتے ہیں ۔ لیکن چونکہ موالات اور معاونت اُنکی مد نظر رکھتے ہیں ۔ مثلاً اگر کوئی مقدمہ غیر مقلدین کا ساتھ اہل سنت کے ہندوستان یا بنگالہ یا پنجاب وغیرہ میں واقع ہو ۔ چندہ جمع ہو کر روانہ ہوتا ہے اور بذریعہ خطوط تحریری مدد پہنچتی ہے ۔ پس یہ لوگ بھی بموجب آیت ومن یتولھم منکم فانہ منھم اسی فریق میں داخل ہوئے اگرچہ ایسے اشخاص کی نسبت ہم فتویٰ صراحۃً کفر اور ارتداد کا نہیں دے سکتے لیکن اخراج ان کا بھی مساجد سے ضرور ہے کیونکہ خلط ملط ہونے ان کے سے عقائد عوام کے بگڑ کر اہل سنت کو سخت صدمہ پہنچتا ہے ۔ اور اخراج ان کا داخل ظلم نہیں بلکہ عین عدل ہے ...... الراقم محمد ولد مولوی عبد القادر صاحب مرحوم لودھیانوی حال وارد عظیم آباد ''

اس سوال وجواب کے بعد تو کوئی شبہہ نہیں رہ جاتا کہ لودھیانوی صاحب نے یہ ساری اشتعال انگیزیاں اہلحدیثوں ہی کے خلاف کی ہیں ۔ اور انہیں کی ایذا رسانی کے لئے علماء اور عوام اور حکام سب کو بھڑکایا ہے ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سوال و جواب کی دسیسہ کاریاں بھی قابل ملاحظہ ہیں۔ بڑی ہوشیاری سے غیر مقلدوں (اہلحدیثوں) کو "اقراری ملزم" بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں "بعض" غیر مقلد کلمات مذکورہ استفتار سے اپنی بریت بیان کرتے ہیں۔ اور وہ بھی "ظاہر میں" گویا اکثریت کو تو "ظاہر" میں بھی ان الزامات سے انکار نہیں ہے اور باطن میں تو سبھی کو تسلیم ہے کہ استفتار میں جتنی باتیں مولانا سید نذیر حسین صاحب یا دوسرے علمائے اہلحدیث کی طرف منسوب کی گئی ہیں وہ سب حق اور درست ہیں کیا کہنا ہے اس سادگی اور معصومیت کا ؟

بتائیے! اگر اسوقت ہندوستان میں حنفی مذہب کی حکومت رہی ہوتی تو ان فتووں کے بعد غریب اہلحدیثوں کو کہیں پناہ ملتی ؟ اور حضرت میاں صاحب کو اس سرزمین پر زندہ رہنے کا حق دیا جاتا ؟ ہم تو اسکو اپنے ان بزرگوں کی کرامت ہی سمجھتے ہیں، جنھوں نے دیوبندی اور بریلوی دونوں مکتب فکر کے مفتیوں کی اس متفقہ یورش کے باوجود تحریک اہلحدیث کو ہندوستان میں نہ صرف یہ کہ زندہ رکھا، بلکہ جان کی بازی لگا کر اسکو فروغ دیا، اور پروان چڑھایا ع

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔

لودھیانوی صاحب اور ان کے مؤیدین کی منشا کے مطابق حنفی مفتی صاحبان اور عوام نے تو اپنا اپنا کام جاری کر رکھا تھا۔ لیکن ان کا وہ آخری منصوبہ جس کیلئے انھوں نے "حکام اہل اسلام" کو برانگیختہ کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا، اس کی تکمیل کی ہندوستان میں گنجائش نہیں تھی۔ اس لئے میاں صاحب کو یہ خطرہ محسوس ہوا، اور بالکل بجا محسوس ہوا کہ حجاز کی حنفی حکومت کو اس منصوبہ کی تکمیل کیلئے بھڑکایا جائے تو تعجب نہیں جیسا کہ وہ ہندوستانی علماء احناف جو اس وقت مکہ معظمہ میں مقیم تھے، ان میں سے بعض کے متعلق حاجیوں کی زبانی اس قسم کی دھمکی کی بات مشہور بھی ہوگئی تھی۔ مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی مرحوم نے مولوی رحمت اللہ صاحب کیرانوی (ضلع مظفر نگر) کی بابت لکھا ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں اہلحدیث کے ساتھ بڑی دشمنی رکھتے تھے اور انکی ایذا رسانی کے درپے رہتے تھے

خصوصاً مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب کی تکلیف دہی کے فکر میں رہنا ایک مدت سے مشہور ہے۔ تھوڑا عرصہ ہوا کہ مکہ میں بعض لوگ بارادہ حج پہنچے تو اُسکی زبان سے یہ بات سن آئے ہیں کہ اگر مولوی سید نذیر حسین ایک دفعہ یہاں مکہ میں آجاوے تو پھر جان سلامت نہ لے جاوے یہ بات مجھے ایسے اشخاص سے پہونچی ہے جسکو میں ولی مادرزاد کہہ سکتا ہوں۔ اور میں خود بھی جبکہ مکہ میں مقیم تھا مولوی رحمت اللہ کے زبان سے مولانا ممدوح کے حق میں مغلظ دشنام سن چکا ہوں۔ اسی دلت سے میں نے مکہ سے کوچ کرنے کا قصد کیا ورنہ میں حج کے بعد سال بھر کا ارادہ قیام رکھتا تھا جس سے صرف چار پانچ مہینے کا عرصہ گذرا تھا۔

(اشاعۃ السنۃ جلد ۶ عدد ۱ صفحہ ۲۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان تفصیلات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ میاں صاحب کو جو خطرہ محسوس ہوا تھا وہ محض خیالی نہیں تھا بلکہ وہ ان واقعات پر مبنی تھا جو ان کی نگاہوں کے سامنے تھے۔ تو اب ہمیں انصاف سے بتایا جائے کہ ایسے سنگین حالات میں کیا انسانی فطرت کا تقاضا یہی تھا کہ میاںصاحب اپنی حفاظت کیلئے مناسب تدابیر پر غور نہ فرماتے؟ اور ان کے لئے جدوجہد نہ کرتے؟ اگر نہیں، تو پھر حجاز کی حکومت۔ (حکومت کے لفظ کو ذہن میں رکھیئے) کے کسی فیصلہ پر دباؤ ڈالنے والی تدبیر اسکے سوا اور کیا ہو سکتی تھی کہ میاںصاحب برطانوی حکومت کی رعایا ہونے کی حیثیت سے برطانوی قونصل مقیم جدہ کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کرتے؟ ان حالات کو نظر انداز کر کے خواہ مخواہ اس معاملہ کو انگریزوں کی وفاداری کا معنی پہنانا یقیناً تاریخ پر ظلم ہے۔

ہندوستان سے لیکر مکہ تک کے علماء احناف درپئے آزار تھے

اس موقع پر حضرت میاںصاحب قدس سرہ کی عاقبت اندیشی اور ایمانی فراست کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ان کی دوربین نگاہوں نے اپنے سفر حج میں پیش آنے والے جن خطرات کو بھانپ لیا تھا وہ آخران کو پیش آکر رہے۔ اور کیوں نہ پیش آتے جبکہ ہندوستان سے لے کر مکہ معظمہ تک کے ہندوستانی علمائے احناف اسکے درپے تھے۔ مولانا آزاد مرحوم کا یہ بیان ایک بار پھر پڑھیے

"ہندوستان میں چونکہ اس وقت تقلید اور عدم تقلید کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتنہ زوروں پر تھا اور مولانا نذیر حسین غیر مقلدین کے سب سے بڑے شیخ سمجھے جاتے تھے ... فوراً مکے میں اطلاع دیدی گئی کہ وہابیہ کا سب سے بڑا سرغنہ آرہا ہے۔ اگر یہاں کوئی کاروائی نہ کی گئی تو اس بات کو وہابی حجاز میں اپنی فتح سے تعبیر کریں گے، اور عوام کو اس سے بہت فتنہ ہوگا۔"

اب آیئے! تاریخ کے اوراق میں ہم ڈھونڈیں کہ اس "اطلاع" کے مطابق مکہ میں "وہابیہ کے سب سے بڑے سرغنہ" کے ساتھ کوئی "کاروائی" کی گئی یا نہیں؟ اگر کی گئی تو وہ کون سے اصحاب تقویٰ ہیں جنھوں نے یہ خدمت انجام دی سے

لاؤ تو قتل نامہ ذرا میں بھی دیکھ لوں
کس کس کی مہر ہے سر محضر لگی ہوئی

ایک ٹولی نے پیچھا کیا اور راستہ بھر پریشان کرتی رہی

مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کے رسالہ "اشاعۃ السنہ" جلد ششم اور "الحیاۃ بعد الممات" میں اسکی تفصیلات شائع ہوئی ہیں۔ انھیں دونوں سے کچھ اقتباس ہم یہاں تلخیص واختصار کے ساتھ پیش کرتے ہیں مولانا بٹالوی لکھتے ہیں:۔

"مولانا ممدوح دہلی سے روانہ ہوئے تو آپ کے حریف نے بھی چند اشخاص کو مختلف مواضع پنجاب، دیوبند، دہلی بدایوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ سے گلابی چو ورقہ[1] رسالہ کے ساتھ روانہ کیا پہلے تو یاروں نے بمبئی پہنچکر مولانا ممدوح پر وار کرنا چاہا۔ اور چند علماء بمبئی کو اپنے ساتھ ملاکر اس گلابی چو ورقہ کے سوالات میں کچھ اور کفریات بڑھاکر مولانا ممدوح کے سامنے پیش کیا۔ جس سے مقصود ان حضرات کا صرف یہ تھا کہ ان سوالات سراسر افتراءات کو سنکر مولانا ممدوح اور آپ کے رفقار کو خواہ مخواہ طیش وجوش آوے گا۔ اور اس سے معاملہ طول پکڑے گا۔

---

[1] گلابی چو ورقہ رسالہ سے مراد رسالہ "جامع الشواہد" ہے جیسا کہ مولانا بٹالوی نے اشاعۃ السنہ میں دوسری جگہ لکھا ہے "اور ایک چو ورقہ رسالہ گلابی موسومہ بجامع الشواہد فی اخراج الوہابیین عن المساجد تمام دنیا میں مشتہر کئے" (جلد ۶ شمارہ ۸ صـ۲۲۴) یہ رسالہ پہلے گلابی رنگ کے کاغذ پر چھپا تھا پھر دوبارہ کچھ فتوؤں کا اضافہ کر کے زرد رنگ کے کاغذ پر چھپا اور شائع ہوا۔ مولانا بٹالوی ہی لکھتے ہیں "اور گلابی چو ورقہ جو زرد ہو کر ۲ صفحوں میں مطبع فیض عام دہلی میں دوبارہ چھپا ہے۔ اور اس پر لودھانہ، پانی پت، ۔۔ دیوبند گنگوہ۔ رامپور وغیرہ کے علماء کی مہریں زیادہ کی گئی ہیں"

(جلد ۶ عـ۱۰ صـ۲۹۲)

یہی زرد کاغذ والا دار المصنفین اعظم گڈھ میں موجود ہے اور اسی سے ہم نے استفادہ کیا ہے۔ ۱۲ منہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر مولانا ممدوح ان کی غرض فساد کو تاڑ گئے۔ جب ان سوالات کو پڑھوا کر سنا تو برملا صاف صاف فرما دیا کہ یہ سب باتیں مجھ پر بہتان ہیں۔ اور میں ان کے معتقد کو کافر جانتا ہوں۔ اس سے زیادہ کچھ اور ان کے ساتھ بحث و مباحثہ میں الجھنا مناسب نہیں سمجھا۔"

جب آپ بمبئی میں جہاز پر سوار ہوئے تو مخالفین بھی اسی اسٹیمر میں سوار ہوئے اور۔ وہاں بھی چھیڑ چھاڑ سے باز نہ آئے۔ بلکہ ہمیشہ ہر قسم کی ایذا رسانی کی تاک میں لگے رہے۔ مگر آپ نے بفحوائے واعرض عن الجاهلين کسی کو بھی منہ نہ لگایا۔ اور ان لوگوں کو بھی اپنی کسی سازش میں کامیابی نہیں ہوئی۔ زیادہ تر وجہ اسکی یہ تھی کہ ان مخالفین کو برٹش قونصل مقیم جدہ کا ڈر لگا ہوا تھا۔ جسنے چٹھیوں کے دیکھنے کے بعد آپ کی بہت تعظیم و تکریم کی۔ اور جب تک جہاز کامران میں رہا وہ برابر آپ کی ملاقات کے لئے آتا رہا۔

مگر افسوس کہ وہ کامران ہی میں مفسدین سوڈان کے ہاتھوں سے قتل ہو گیا۔ اگر وہ جدہ میں واپس آتا تو یقیناً مکہ معظمہ کے معاملات میں نہایت بہت قیمتی امداد کرتا۔

مکہ معظمہ میں میاں صاحب کے خلاف افسوسناک ریشہ دوانیاں

جب مولانا ممدوح مکہ شریف پہنچے اور ان کے حریف بھی وہاں داخل ہوئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو مولانا ممدوح کو جام شہادت پلانے یا مکہ میں قید کرانے کیلئے ان حضرات نے وہاں ایک کمیٹی مقرر کی جس کے پریذیڈنٹ مولوی رحمت اللہ کیرانوی تھے۔ اور ممبروں میں حاجی امداد اللہ۔ مولوی عبدالقادر بدایوانی۔ مولوی خیرالدین اور چند اشخاص دیوبند وغیرہ کے تھے۔ اس کمیٹی کی رات دن کارروائی اور تدبیر آرائی یہ تھی کہ جسطرح ہو سکے مولانا کو یہاں شہید کرادیں۔ یا حبس دوام میں پھنسا دیں.... مگر حج کے زمانے میں چونکہ عام ساکنان مکہ (مطوف موذن۔ مولوی۔ مفتی قاضی، گواہ وغیرہ) سبھی فلوس کمانے کے لئے حاجیوں کے ارد گرد پھرتے ہیں اور گھر گھر کا طواف کرتے ہیں اس لئے تا فراغ حج کوئی کسی سے تعرض نہیں کرتا۔ اس وجہ سے اس کمیٹی کی کوششوں کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ ظاہر نہ ہوا کہ انھوں نے اپنے خیالی اور جعلی مقدمہ کیلئے گواہوں کو (جنکی تعداد باشارہ مکہ کی تقریر آئندہ سے ساڑھے تین سو معلوم ہوتی ہے) سکھا پڑھا کر آمادہ کر رکھا تھا۔ اس دوران میں مقدمہ عدالت میں پیش نہ ہوا۔ اس لئے مولانا ممدوح نے اطمینان سے فریضہ حج ادا کیا۔ دسویں ذی الحجہ کے بعد تین دن (۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ذی الحجہ) تک میاں صاحب نے منیٰ میں قیام فرمایا۔ اور تینوں دن برابر وعظ فرماتے رہے۔ جس میں شرک و بدعت سے اجتناب اور عمل بالحدیث کی ترغیب، رسومات بد کی تردید، اور خاص اہل مکہ کی بدعتوں کی اصلاح کا بیان تھا۔ یہ وعظ عربی اور فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں ہوتا تھا۔ کیونکہ منیٰ میں مختلف ملکوں کے لوگ موجود تھے۔ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وعظ و تذکیر سے معاندین کی آتش عداوت و حسد اور تیز ہو گئی۔ تو میاں صاحب کے شاگرد اور رفیق سفر مولوی تلطف حسین صاحب عظیم آبادی نے بہت وسماجت عرض کیا کہ یہ وعظ بند فرما دیں۔ یہ جو کمیٹیاں ہماری نسبت رات دن ہو رہی ہیں۔ یہ اپنا اثر دکھائے بغیر نہ رہیں گی۔ مخالفین کی سازش بہت گہری ہو چکی ہے۔ اب جان کی خیر نظر نہیں آتی آپ حج سے فارغ ہو ہی چکے ہیں۔ آپ کے لئے بہتر یہی ہے کہ (مدینہ طیبہ جانے کا ارادہ فسخ کر دیں) اب بہت جلد وطن واپس ہو جائیں۔

اس کے جواب میں میاں صاحب نے صاف صاف کہہ دیا: "سنو صاحب! بہت جی چکا اب زندگی کی تمنا نہیں ہے۔ امام نسائیؒ بھی اسی حرم میں شہید ہوئے تھے۔ جہاں میرے قتل کے منصوبے ہو رہے ہیں۔ میں ہر وقت اپنے قتل کیلئے آمادہ ہوں۔ مگر اس تبلیغ سے باز نہ آؤں گا۔"

اس وعظ کا ذکر میاں صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں بھی فرمایا ہے لکھتے ہیں:۔

"در مکہ و منیٰ متضمن احیاء سنت و اماتت بدعت، روزانہ چیزے میگفتم حالانکہ نرغہ دشمناں دین بود، از خدا می خواستم کہ مثل امام نسائی جان در آنجا دہم چہ کنم کہ خاک ہندوستان و آب و ہوا دہلی مرا نگذاشتہ" (مکاتیب نذیریہ صفحہ ۱۰)

یعنی مکہ و منیٰ میں احیاء سنت اور رد بدعت کے بارے میں روزانہ وعظ کہتا تھا۔ حالانکہ دشمنان دین کے نرغہ میں تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدا سے چاہتا تھا کہ امام نسائی کی طرح میں بھی اپنی جان اسی جگہ دیدوں۔ لیکن کیا کروں کہ ہندوستان کی خاک اور دہلی کی آب وہوا نے مجھکو نہیں چھوڑا "

ان خطرناک سازشوں اور افسوسناک ریشہ دوانیوں کے باوجود میاں صاحب نے مدینہ طیبہ کی حاضری کا ارادہ فسخ نہیں کیا۔ اور ۲۴ ذی الحجہ تک مکہ معظمہ میں اسی انتظار میں ٹھہرے رہے کہ حاجیوں کا کوئی قافلہ مدینہ منورہ تک روانہ ہو تو وہ بھی ساتھ ہولیں۔ ادھر مخالف کمیٹی کے ممبروں کو اپنی گہری اور سازشی کارروائیوں پر ہر طرح اطمینان ہو چکا تھا۔ انھوں نے اپنے خیال میں میاں صاحب کے خلاف پورا مواد جمع کر لیا تھا۔ اس لئے اُسی تاریخ کو پاشا مکہ کے یہاں مخبری کرادی کہ مولوی نذیر حسین معتزلی اور وہابی ہیں اور ان کے ایسے ایسے عقائد ہیں۔

کیس کی تیاری میں ہندوستانی فتووں سے کام لیا گیا

میاں صاحب کے خلاف جو کیس تیار کیا گیا تھا، اس کا مسالہ کہاں کہاں سے جمع کیا گیا تھا، اور اس کو کس "دیانتداری" کے ساتھ ترتیب دیا گیا تھا، اسکا حال مولانا آزاد کی زبانی سنئے، فرماتے ہیں:۔

" اس زمانے میں ہندوستان میں ایک فتویٰ "جامع الشواہد فی اخراج الوہابیین عن المساجد" کے نام سے مرتب ہوا تھا۔ اس میں چند عقائد تو واقعی اس جماعت کے تھے اور بڑا حصہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منسوبات کا تھا، یا خود الزامی طور پر ان کے عقائد کا استخراج کیا گیا تھا مثلاً شحم خنزیر کی حلت، بول طفل صغیر کی طہارت، مادۂ انسانی کا پاک اور قابل اکل ہونا، خالہ سے مناکحت کا جواز، اور جواز کذب باری تعالیٰ وغیرہ وغیرہ، والد مرحوم نے مولانا نذیر حسین مرحوم کے عقاید کی فہرست زیادہ تر اسی جامع الشواہد سے اخذ کی تھی۔ البتہ معیار الحق سے تقلید شخصی کے عدم وجوب ... اور التزام و تعیین تقلید شخصی کے مفاسد اور امام صاحب کی تابعیت سے تاریخی طور پر انکار، اور تحدید دُہ در دُہ کی عدم صحت اور تحدید ظل مثلین کی عدم صحت، اور بعض دیگر مسائل مختلف فیہ میں مذہب محدثین کی توثیق وغیرہ کو لیکر بہت رنگ آمیزی کے ساتھ ترجمہ کیا گیا تھا۔ اور یہ استدلال کیا گیا تھا کہ ان سے امام صاحب کی تحقیر و توہین مقصود ہے "

(آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی ص ۱۰۴)

اس اقتباس میں مولانا آزاد کا یہ جملہ خاص طور سے قابل توجہ ہے کہ "بہت رنگ آمیزی کے ساتھ ..... ترجمہ کیا گیا تھا" یہ اس کیس کا حال ہے جس کی سازش میں حاجی امداد اللہ صاحب جیسے بزرگ بھی شامل تھے۔ جو دیوبندی حضرات کے پیروں کے پیر تھے۔!!

مخالفین کی مخبری کے بعد میاں صاحب اور ان کے ساتھیوں پر کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گذری؟ اسکی تفصیلات کیلئے رسالہ "اشاعۃ السنۃ" کے اقتباسات نقل کرنے کے بجائے ہم مولانا آزاد کا بیان نقل کردینا زیادہ مناسب سمجھتے ہیں۔ مولانا آزاد فرماتے ہیں:

مکہ میں میاں صاحب کی گرفتاری اور شریف مکہ کے سامنے پیشی

بہرحال نتیجہ یہ ہوا کہ مولانا نذیر حسین اور مولانا تلطف حسین عظیم آبادی مع ایک اور رفیق کے گرفتار کرلئے گئے اور ایک نہایت تنگ و تاریک محبس میں قید کردیئے گئے۔ چند دن بعد ان کو شریف نے بلایا۔ اور جب انھوں نے اپنی گرفتاری کی وجہ پوچھی تو کہا وہابی عقاید رکھنے کی وجہ سے گرفتار کیا گیا ہے مکہ معظمہ اسلام کا اصلی مرکز ہے۔ اسلئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ فاسد عقاید رکھنے والوں کا احتساب کریں۔ تاکہ وہ مسلمانوں کو گمراہ نہ کرسکیں۔

دوسرے دن شریف کے یہاں ایک مجلس منعقد ہوئی اور اس میں والد مرحوم سے کہا گیا کہ ان کے عقاید کی فہرست پیش کریں۔ فہرست میں سب سے پہلا الزام امام صاحب کی توہین کا تھا۔ اور باقی مذکورہ الزامات تھے مولانا نذیر حسین مرحوم کیطرف سے مولوی تلطف حسین تقریر کرتے تھے۔ سب سے پہلے انھوں نے اس حالت پر افسوس کا اظہار کیا کہ ہم ایک ایسے ملک میں رہتے ہیں جہاں کفار کی سلطنت ہے۔ لیکن وہاں ہمارے عقاید کی وجہ سے ہمیں کوئی گزند نہیں پہنچایا جاتا۔ یہاں اسلامی حکومت ہے دارالامن ہے اور بلا کسی وجہ کے ہم گرفتار کرکے مبتلائے محن کیا جاتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ پھر کہا کہ ہم پر یہ الزام ہے کہ ہم وہابی ہیں اور محمد بن عبدالوہاب کی جماعت سے ہیں بالکل غلط ہے۔ ہم قرآن و حدیث مانتے ہیں اور اسی پر عمل کرتے ہیں اس پر والد مرحوم نے کہا کہ اجماع و قیاس کو بھی مانتے ہو؟ مولانا نذیر حسین نے کہا کہ ہاں ہم اجماع اور قیاس کو اسی طرح مانتے ہیں - - - - - - - - - - - -

جسطرح ائمہ مجتہدین مانتے تھے اس پر گفتگو شروع ہوئی اور بہت قال وقیل ہوئی۔ اسکے بعد کہا گیا کہ ائمہ اربعہ کی نسبت تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ انھوں نے کہا ہم انھیں اپنا سرتاج و پیشوا اور برسرِ حق سمجھتے ہیں اور ان میں امام ابو حنیفہؒ کو سب سے زیادہ قابل احترام سمجھتے ہیں۔ اس پر معیار الحق پیش کی گئی۔ انھوں نے کہا کہ اگر اس طرح کے مباحث امام صاحب کے توہین ہیں تو وہ تمام کتابیں بھی توہین پر ہوں گی، جن میں مسائل مختلف فیہ پر بحث کی گئی ہے۔ اور خود سلف نے لکھی ہیں پھر ایک ایک کرکے تمام الزامات سنائے گئے۔ انھوں نے بڑے جوش سے اپنی برارت ظاہر کی۔ اس پر ثبوت میں جامع الشواہد پیش کی گئی انھوں نے کہا یہ مخالفین کی چیز ہے اور ہم اس کے ذمہ دار نہیں۔ اس پر کسی پشاوری کا ایک رسالہ پیش کیا گیا، جو مولانا نذیر حسین کا شاگرد تھا مگر انھوں نے اس سے بھی اپنی بے تعلقی ظاہر کی۔"

اس سے آگے مولانا آزاد فرماتے ہیں:۔

"معلوم ہوتا ہے مولانا نذیر حسین مرحوم، مجمل و مختصر بیان دیکر معاملے کو ختم کرنا چاہتے تھے، کیونکہ سمجھتے تھے تفصیلات میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھنا یا مباحثہ کرنا، طاقت کے مقابلے میں بے کار ہے آخر میں انھوں نے اس بیان پر اکتفا کی کہ ہمارا عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ہے۔ ائمہ اربعہ کو ہم مانتے ہیں۔ چاروں کو ہم حق پر سمجھتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کو اپنا پیشوا جانتے ہیں۔ ان کے بغض کو خلاف شیوۂ ایمانی سمجھتے ہیں۔ اور کتب فقہ پر عمل کرنا، جب تک قرآن و حدیث کے خلاف نہ ہو، خود ہمارا شیوہ ہے۔

مولانا آزاد کے والد میاں صاحب کے اس بیان سے کیوں مطمئن ہوتے وہ تو میاں صاحب کو مصائب میں مبتلا کرنے کیلئے بہانے کی تلاش میں تھے اس لئے میاں صاحب کے اس بیان کو انھوں نے "مکاید وہابیہ" قرار دیا چنانچہ مولانا آزاد فرماتے ہیں:۔

"یہ بیان علمائے حجاز کیلئے ایک حد تک تشفی بخش ہو جاتا، لیکن جیسا کہ والد مرحوم کہا کرتے تھے، وہ ان باتوں کو وہابیوں کے "مکاید" تصور کرتے تھے کہتے تھے کہ میں نے یہ مکاید نہ چلنے دیئے اور کہا تفصیلاً بتاؤ کہ ائمہ اربعہ میں کس امام کی تقلید کرتے ہو؟ اور فلاں فلاں مسائل میں تمھارا کیا اعتقاد ہے؟"

میاں صاحب نے اپنے عقاید کی بابت ایک تحریر پیش کی

اس پر انھوں نے تیسری مجلس میں ایک تحریر پیش کی جس میں لکھا تھا کہ میں ائمہ اربعہ کی تقلید کو فرائض و واجبات شرعیہ کی طرح فرض نہیں سمجھتا، لیکن عوام کیلئے اور ان کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو فقہ و حدیث میں نظر نہیں رکھتے ہیں جبتک قرآن و حدیث کے خلاف کوئی صریح بات پیش نہ آئے کتب فقہ متداولہ پر عمل کرنے کو مستحسن سمجھتا ہوں۔ اس کے علاوہ فلاں فلاں عقاید اور الزامات جو میری طرف منسوب کئے گئے ہیں، میں اُن سے بری ہوں اور حلفیہ کہتا ہوں کہ میرے عقاید وہ نہیں ہیں۔

اس کے آگے مولانا آزاد نے بتایا ہے کہ :۔

برٹش قونصل کی مداخلت سے میاں صاحب کی رہائی

اس اثنا میں ان کی گرفتاری کی خبر جدے میں برٹش قونصل کو پہونچ گئی اور وہاں سے برابر زور دیا جا رہا تھا۔ بالآخر نو دن کے حبس کے بعد ان سے اس آخری تحریر پر دستخط کرائے گئے اور انھیں رہا کر دیا گیا۔

مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے "اشاعۃ السنۃ" جلد ۶۔ عـ۱ میں جو تفصیلات لکھی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحب کے مخالفین و معاندین حضرات کی کمیٹی نے جو مخبری کی تھی۔ اس کے بعد کئی بار پاشا مکہ کے یہاں میاں صاحب کی طلبی اور پیشی ہوئی۔ اور ہر بار برٹش کانسل مقیم جدہ کا نائب جو مکہ مکرمہ میں رہتا تھا مداخلت کرتا رہا۔

چنانچہ مولانا موصوف لکھتے ہیں۔

"مکہ مکرمہ میں برٹش کانسل مقیم جدہ کا اسسٹنٹ ایک مسلمان رہتا ہے۔ اس نے مولانا ممدوح اور آپ کے رفیقوں کو جب وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکہ پہنچتے ہی ان سے ملے تھے اور اس کو انگریزی چٹھیاں دکھائیں اور مخالفین کی تجویزات مخالفانہ سے اطلاع دی) یہ ہدایت کر دی تھی کہ آپ اطمینان سے اپنے شعائر مذہبی ادا کریں اور کسی سے کوئی تعلق نہ رکھیں اور جب کوئی باز پرس کی نوبت آئے تو مجھے فوراً مطلع کریں۔ اور اگر طلبی ہو تو بلا توقف پاشا کے ہاں چلے جائیں۔

۲۲ ذی الحجہ قریب دوپہر کے جب پاشا کے یہاں پہونچے تو نائب مذکور نے اپنے وکیل کو پاشا کے پاس بھیج کر دریافت کیا کہ برٹش گورنمنٹ کی رعایا کو آپ نے کیوں عدالت میں طلب کیا ہے؟ پاشا مکہ نے جواب دیا کہ لوگوں نے ان کی نسبت اس قسم کی شکایتیں کی ہیں۔ نائب کانسل کے وکیل نے کہا جن امور کی نسبت وہ شکایت کرتے ہیں ان امور کے مرتکب یہ اس حدود میں نہیں ہوئے اس لئے اس سلطنت کا مواخذہ ناجائز ہے۔

لہ اس جواب کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ بقیہ الزامات صحیح ہیں۔ بلکہ نائب کانسل کے وکیل نے اپنی بحث کو مختصر طور پر ختم کرنے کیلئے بطور مفروضہ کے یہ جواب دیا تھا۔ اسکا مقصد یہ تھا کہ بالفرض اگر یہ الزامات صحیح بھی ہوں تو یہ آپ کی رعایا نہیں ہیں۔ اور نہ ان امور کا ارتکاب آپ کی حکومت کے حدود میں ہوا ہے۔ اسلئے آپ کو ان پر مواخذہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ ورنہ الزامات کی بابت میاں صاحب کا بیان گذر چکا کہ یہ سب جھوٹ اور افترا ہیں۔ ۱۲ منہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ سنکر پاشا نے آپ کو رخصت کر دیا۔ یہ آنا اور جانا۔ سوال وجواب سب کچھ تقریباً ایک گھنٹہ میں ہو گیا۔

مخالفین کو یہ ناکامی بڑی شاق گذری۔ انھوں نے پھر ایک آخری سعی کوشش کی ساڑھے تین سو گواہ تیار کر کے پاشا کے سامنے اظہار دلوایا اسی دن شام کے وقت پھر آپ کو مع ان سابق رفیقوں کے طلب کرایا نائب کانسل کو معلوم ہوا تو خود حرم میں چلا آیا اور اپنے وکیل کو پاشا کے پاس بھیجا۔ پھر اسی طرح سوال وجواب ہونے لگے۔ آخر میں پاشا کی طرف سے جواب ملا کہ ہم نے ان کو حفاظت کیلئے اور مصلحتاً واحتیاطاً اپنے پاس رکھنا چاہا ہے۔ اگر ہم ان کو اس وقت بلا تحقیقات کیے چھوڑ دیں گے تو کشت وخون ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ ان کے صدہا دشمن جو اس وقت جوش میں ہیں ان کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ یہ سنکر نائب کانسل اور اس کے وکیل نے مولانا ممدوح سے کہدیا کہ یہاں کسی آئین وقانون کی پابندی نہیں ہے۔ اور ہم اس سے زیادہ پاشا کو کچھ کہہ نہیں سکتے۔ آپ دیوان میں حاضر ہو جائیں اور اس کی رپورٹ اپنے افسر برٹش کانسل مقیم جدہ کو کر دی۔ (ملخص از ص ۲۹۹ تا ص ۳۰۱)

غالباً اسی کے بعد میاں صاحب کی گرفتاری عمل میں آئی اور بقول مولنا آزاد ایک نہایت ہی تنگ وتاریک محبس میں قید کر دیئے گئے جب برطانوی قونصل مقیم جدہ کو اطلاع ہوئی تو اس نے اس کارروائی پر اعتراض کیا۔ اسی کی مداخلت سے نو دن کے بعد ایک تحریر پر دستخط

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے کر رہا کیے گئے۔

ان تاریخی واقعات کے سامنے آجانے کے بعد کیا شک باقی رہ جاتا ہے، اس بات میں کہ جدہ کے برطانوی قونصل کے نام میاں صاحب نے جو چٹھیاں حاصل کی تھیں، وہ ان کی عاقبت اندیشی اور فراست ایمانی کی دلیل ہے۔ ظاہری اسباب کی رو سے بلاشبہ ان چٹھیوں نے میاں صاحب کو بہت کچھ فائدہ پہنچایا۔ ان چٹھیوں ہی کا دباؤ تھا کہ برطانوی قونصل چوکنا رہا۔ اور بار بار مداخلت کی جس کی وجہ سے نہ پاشا مکہ کو کسی خطرناک اقدام کی جرأت ہوئی اور نہ وہاں کے عوام کو۔ اگر ان چٹھیوں کا دباؤ نہ ہوتا تو بظاہر ہمارے علماء کرام کی گہری سازشوں اور خفیہ کارروائیوں کی بدولت میاں صاحب کی جان عزیز بچنے کی توقع نہ تھی۔ مگر اللہ نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے جن سے یہ خطرہ پیش نہ آیا۔ سچ ہے۔ ع

دشمن چہ کند چوں مہرباں باشد دوست۔

میاں صاحب کی بابت غلط بیانیاں اور مولانا آزاد کی طرف سے ان کا جواب

اوپر مولانا آزاد کے بیان میں میاں صاحب کی جس تحریر کا ذکر آیا ہے اس کے متعلق مخالفین نے ہندوستان میں غلط خبریں بھیجیں اور اس طرح میاں صاحب کی پوزیشن خراب کرنے کی کوشش کی۔ مولانا آزاد نے بڑی صفائی سے اس کا جواب دیا ہے۔ یہاں تک کہ اس معاملہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اپنے والد مرحوم کی بھی رعایت نہیں کی ہے۔ فرماتے ہیں :۔

"یہ بات بالکل واضح ہے کہ مولانا نذیر حسین مرحوم نے اس تحریر میں ان اصولوں کے خلاف کوئی بات نہیں کہی ہے، جو اہلحدیث کے اصول سمجھے جاتے ہیں۔ نہ تقلید شخصی کے وجوب کو مانا ہے نہ کتب حدیث پر کتب فقہ کی ترجیح کو۔ صرف برارت و اظہار ہے تاہم یہ کیسی عجیب بات ہے کہ ان کے مخالفین نے ملکے اس بات کی خبریں بھیجدیں کہ انھوں نے وہابیت سے توبہ کرلی! لطف کی بات یہ ہے کہ خود والد مرحوم باوجود ان تمام تفصیلات کے بیان کرنے کے کہا کرتے تھے۔ مولانا نذیر حسین نے توبہ کرلی۔ اور زور دیتے تھے کہ انھوں نے تقلید شخصی کو مستحسن تسلیم کرلیا۔ حالانکہ یہ جماعت بھی عوام کیلئے ہمیشہ تقلید کو ضروری بلکہ فرض ٹھہراتی ہے۔ بحث تو صرف التزام و تعین میں ہے۔ نہ کہ نفس تقلید میں[1]

---

[1] حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ نے "معیار الحق" میں مسئلہ تقلید پر بہت تفصیل سے بحث کی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر اسکا کچھ خلاصہ پیش کردیا جائے تاکہ معلوم ہو جائے کہ مولانا آزاد نے جو بات کہی ہے اسکی تائید خود میاں صاحب کے کلام میں بھی موجود ہے۔ عالم بالقرآن والحدیث کیلئے تقلید جائز ہے یا نہیں؟ اس پر بحث کرنے کے بعد میاں صاحب فرماتے ہیں :۔ (باقی ص۳۵۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سلسلہ میں مولانا آزاد نے یہ بھی فرمایا ہے کہ :-

"ایک اور پہلو بھی اس واقعہ میں قابل ذکر یہ ہے کہ جسطرح اس طرف سے غلط بیانی کی گئی، اسی طرح مولانا نذیر حسین مرحوم کے طرفداروں اور نادان معتقدوں نے یہ سمجھ کر کہ یہ گرفتاری ان کے لئے موجب توہین ہے، اس کے واقع ہونے ہی سے انکار کر دیا اور کہنا شروع کر دیا کہ یہ خبریں محض غلط ہیں، حالانکہ مولانا نذیر حسین مرحوم کا گرفتار ہونا، ایک ایسے مرکز میں جیسا مکہ ہے، نہ صرف موجب توہین نہیں

بقیہ حاشیہ صہ ۳۵۱ کا " باقی رہی تقلید وقت لاعلمی، سو یہ چار قسم ہے۔ قسم اول واجب ہے اور وہ مطلق تقلید ہے، اہل سنت کے مجتہدین میں سے کسی مجتہد کی لاعلی التعیین (شاہ ولی اللہ صاحب نے عقد الجید میں اسکی علامت یہ لکھی ہے کہ مقلد کا عمل مجتہد کے قول پر سنت کی موافقت کے ساتھ مشروط ہو۔ یعنی اگر وہ قول سنت کے موافق ہوگا تو عمل کروں گا اور جب معلوم ہو جائے گا کہ سنت کے خلاف ہے تو اسکو پھینک دونگا۔ قسم ثانی مباح ہے اور وہ کسی مذہب معین کی تقلید ہے بشرطیکہ مقلد اس تعین کو امر شرعی نہ سمجھے، اس تقلید کی علامت یہ ہے کہ اگر دوسرے مذہب کے کسی مسئلہ پر عمل کر سکے تو اس سے انکار نہ کرے اور کسی دوسرے عمل کرنے والے کو برا نہ جانے اور اس پر نکیر نہ کرے۔ قسم ثالث حرام و بدعت ہے۔ اور وہ تقلید ہے بطور تعیین کے یعنی تعین کو واجب اور لازم سمجھے۔ قسم رابع شرک ہے اور وہ ایسی تقلید ہے کہ لاعلمی کے وقت مقلد نے ایک مجتہد کی اتباع کی پھر اسکو اس مجتہد کے مذہب کے خلاف ایک ایسی حدیث معلوم ہوئی جو صحیح غیر منسوخ ہے اور کسی دوسری حدیث کے معارض بھی نہیں ہے۔ مگر وہ اس حدیث کو قبول نہیں کرتا (ملخص از صہ ۱۴۵ تا ۱۴۲) منہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر وزیر خاں اکبر آبادی عیسائی مذہب کے متعلق بہت وسیع اور گہری معلومات رکھتے تھے۔ انہی ڈاکٹر صاحب کی رفاقت میں مولوی رحمت اللہ صاحب کو بھی عیسائیت پر کافی عبور حاصل ہو گیا تھا۔ پادریوں سے بعض اہم مناظرے کئے اور ان کے رد میں کتابیں لکھیں۔ سید سلیمان صاحب ندوی لکھتے ہیں:۔

"...... اور خصوصیت کے ساتھ ڈاکٹر وزیر خاں اور مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی کا وجود تو رد عیسائیت کے باب میں تائید غیبی سے کم نہیں اور کون باور کر سکتا تھا کہ اس وقت پادری فنڈ کے مقابلہ کیلئے ڈاکٹر وزیر خاں جیسا آدمی پیدا ہو گا۔ جو عیسائیوں کے تمام اسرار کا واقف اور ان کی مذہبی تصنیفات کا ماہر کامل، اور عبرانی و یونانی کا ایسا واقف ہو گا جو عیسائیوں کو خود ان ہی کی تصنیفات سے ملزم ٹھہرائے گا۔ اور مولانا رحمت اللہ صاحب کے ساتھ ملکر اسلام کی حفاظت کا ناقابل شکست قلعہ دم کے دم میں کھڑا کر دیگا!"

(دیباچہ حیات شبلی ص۱۵)

۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں مولوی رحمت اللہ صاحب نے انقلابیوں کا ساتھ دیا تھا۔ اور انگریزوں سے جنگ کی تھی۔ جب اس جنگ میں ہندوستانیوں کو شکست ہو گئی اور انگریز غالب آ گئے تو انقلابیوں کی گرفتاریاں شروع ہو گئیں۔ گرفتاری کے بعد ان کو طرح طرح کی ایذائیں اور سزائیں دی جانے لگیں۔ مولوی رحمت اللہ صاحب کی گرفتاری کا بھی حکم ہو گیا۔ مگر مولوی صاحب کسی طرح اپنی جان بچا کر ہندوستان سے نکل گئے اور مکہ معظمہ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاکر پناہ گزیں ہوئے۔

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کی روایت ہے کہ:۔

"غدر کے زمانہ میں ایک مجذوب صاحب تھانہ بھون میں تھے جب مولوی رحمت اللہ صاحب کی گرفتاری کا حکم ہوا اور ان کا ارادہ ہجرت کا ہوا تو لوگوں نے کہا کہ مجذوب صاحب سے ذرا مشورہ لینا چاہیے چنانچہ ان کی خدمت میں گئے اور عرض کیا۔ انھوں نے فرمایا، رہ جاؤ کچھ نہیں ہوگا اس کے بعد مزید اطمینان کے لئے مولوی رحمت اللہ صاحب پھر ان کے پاس گئے، تب مجذوب صاحب فرمانے لگے "چلا جا یہاں نہیں رہ سکتا، فاضل ہوکر ایسی چھچھوری بات نہیں بھاتی" اور اپنے والد صاحب کا نام لیکر کہا تین روپیہ ان کی طرف سے اور چھ روپیہ میری طرف سے تجھے ملتے رہیں گے۔ پس مولوی رحمت اللہ صاحب نے بھی ہجرت کا قصد کرلیا اور اس تاریخ سے نو روپیہ ماہوار ان کو برابر ملا کئے۔ اسمیں کبھی فتور واقع نہیں ہوا۔ مولوی ولایت حسین صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! اگر مجذوب صاحب کے کہنے کے موافق مولوی رحمت اللہ صاحب ہندوستان میں رہ جاتے تو کچھ دار و گیر نہ ہوتی؟ حضرت نے ارشاد فرمایا ہاں کوئی صورت برارت کی منجانب اللہ نکل آتی۔

(تذکرۃ الرشید حصہ دوم ص۲۷۵)

مولانا گنگوہی کی یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مولوی رحمت اللہ پر اس وقت بڑی دہشت اور ہیبت طاری تھی۔ اسی لئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجذوب صاحب کی بات پر ان کو اطمینان نہیں ہوا۔ ورنہ یہ حضرات اپنے مسلک کے خانقاہی مولویوں کی ولایت اور ان کے "کشف و کرامات" پر جیسا عقیدہ رکھتے ہیں اس کے لحاظ سے تو یہ امید نہیں کی جا سکتی تھی کہ اس "کشف" کے بعد بھی مولوی رحمت اللہ صاحب کو اپنی برارت کا یقین نہ ہوتا۔ اور وہ ہندوستان سے باہر نکل جانا ضروری سمجھتے۔ چنانچہ مولانا گنگوہی کو مجذوب صاحب کی بات پر اطمینان ہو گیا تھا۔ اور انھوں نے فرما دیا تھا کہ اگر مولوی رحمت اللہ صاحب رہ جاتے تو کوئی صورت ان کی برارت کی منجانب اللہ نکل آتی۔

مولانا ابوالکلام صاحب آزاد مرحوم کا یہ بیان پہلے نقل ہو چکا ہے کہ:

(مولانا سید نذیر حسین صاحب کے سفر حج سے بہت پہلے)

"علماء وہابیہ کی ایک بڑی جماعت حجاز کو دارالامن سمجھکر ہندوستان سے ہجرت کر گئی تھی اور مکہ معظمہ میں مقیم تھی۔ مگر ہندوستانی علماء مقیمین مکہ نے ان کے خلاف فتنہ اٹھایا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ چند دنوں کے بعد اچانک اس جماعت کے اکتیس آدمی گرفتار کر لیے گئے۔ جن میں مولانا رحمت اللہ صاحب بھی تھے۔ لیکن یہ بعد کو رہا کر دیئے گئے۔ کیونکہ انھوں نے اپنی حنفیت کے بہت واضح دلائل پیش کر دیئے"۔

اس بیان سے مولانا رحمت اللہ صاحب کا مسلک واضح ہو جاتا ہے کہ وہ حنفی تھے۔ ساتھ ہی یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ "علمائے وہابیہ"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے مولانا آزاد کی مراد علمائے اہلحدیث ہیں۔ اس کے بعد مولانا بٹالوی مرحوم کا بیان پڑھئے جس سے اندازہ ہوگا کہ موصوف ایسے حنفی تھے جنکے دل میں اہلحدیث اور ان کے مسلک کے خلاف عداوت اور کدورت بھری ہوئی تھی۔ مولانا بٹالوی لکھتے ہیں:۔

"مولوی رحمت اللہ مذکور کو اگرچہ عیسائیوں کے رد و جواب میں باعانت ڈاکٹر وزیر خاں بڑا دخل رہا ہے مگر اسلامی علوم خصوصًا قرآن و حدیث میں اسکو چنداں مہارت نہیں ہے۔۔ اور اسی وجہ سے وہ بلا واسطہ تقلید سابقین، قرآن و حدیث پڑھنے پڑھانے اور اس پر عمل کرنے کو جائز نہیں سمجھتا۔ اور جو لوگ بلا واسطہ پچھلے علماء کے قرآن و حدیث پڑھیں یا اس پر عمل کریں ان کو وہ مکہ مکرمہ میں چین نہیں لینے دیتے"

"ایک بزرگ (شیخ محمد نامی) حرم محترم میں حدیث پڑھایا کرتے تھے اس نے ان کو حکمًا اس سے ہٹا دیا۔ پھر وہ ایک مدت تک ایک حلوائی (عبداللہ نامی) کی دوکان کی ایک کوٹھری میں چھپ کر حدیث پڑھاتے رہے اسکو بھی اسنے جب مطلع ہوا بند کرا دیا"

"ایک دفعہ حدیث کی ایک کتاب "سفر السعادۃ" (تصنیف علامہ مجدالدین صاحب قاموس) مکہ میں آئی اور شائقین حدیث نے اسکی ترویج و اشاعت چاہی تو اسکو بھی اس نے جاری نہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے دیا۔ خاکسار نے مکہ مکرمہ میں چار مہینے رہ کر اکثر ان حالات کو بچشم خود ملاحظہ کیا ہے۔ صرف سنی سنائی باتوں کو بیان نہیں کر دیا۔" (اشاعۃ السنۃ جلد ۶ ع ۱ ص ۲۸۹)

یہ سلوک تو عام شائقین حدیث بلکہ خود حدیث کے ساتھ تھا۔ اسی سلسلہ میں مولانا بٹالوی نے میاں صاحب کے ساتھ مولوی رحمت اللہ صاحب کی خصوصی دشمنی کا تذکرہ بھی کیا ہے جسکو اس سے پہلے ہم نقل کر چکے ہیں

○ —— مخالف کمیٹی کے دوسرے ممتاز ممبر جن کا نام مولانا بٹالوی نے بتایا ہے وہ ہیں حاجی امداد اللہ صاحب۔ حاجی موصوف کا مولد ومنشا مغربی، یوپی ضلع مظفر نگر کا مشہور قصبہ "تھانہ بھون" ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے بھی ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں تھانہ بھون اور اطراف کے علاقوں میں انگریزوں کے خلاف جہاد کا علم بلند کیا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے جب شورش ناکام ہوگئی اور انگریزوں کے قدم پھر جم گئے تو باغیوں کی دار وگیر شروع ہوئی حاجی صاحب کی گرفتاری کی بھی پولیس نے کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئی۔ وہ چھپ کر پنجاب اور سندھ کے راستے سے کراچی چلے گئے اور وہاں سے جہاز پر سوار ہو کر مکہ معظمہ پہنچ گئے۔

مولانا عبیداللہ صاحب سندھی فرماتے ہیں۔

" حاجی امداد اللہ صاحب کا اصل نام امداد حسین تھا جسے مولانا اسحاق صاحب نے بدل کر امداد اللہ کر دیا۔ حاجی صاحب کی ذات مرجع خلائق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی اور آپ سے بے شمار اہل فن نے فیض پایا ان میں سے مشہور مولانا محمد قاسم، مولانا رشید احمد، شیخ فیض الحسن سہارنپوری اور دوسرے نامی گرامی علماء ہند ہیں ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں آپ معرکہ شاملی کے امیر تھے۔ اس کے بعد موصوف چھپ کر حجاز پہنچ گئے اور مکہ مکرمہ میں اقامت پذیر ہو گئے۔ حاجی امداد اللہ دیوبندی جماعت کے امیر تھے آپ نے ۱۳۱۷ھ میں انتقال فرمایا۔ علہ

(شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک ص۲۵۶)

حاجی صاحب کے مخصوص مسترشدین اور مشہور خلفاء میں مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم بھی تھے۔ لیکن ان کی عقیدت مندی صرف خانقاہی تصوف اور بیعت طریقت تک محدود تھی۔ سیاسی نظریات میں مرید اور پیر میں توافق نہ تھا۔ مولانا اشرف علی صاحب انگریزی حکومت کے خلاف جہاد کرنا اور انقلابی شورش و ہنگامہ برپا کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اس معاملہ میں وہ مولانا شیخ محمد تھانوی کے مسلک پر کاربند تھے۔ جو شاہ اسحاق صاحبؒ کے شاگرد تھے اور ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی کے مخالف تھے اس کو "اسلامی جہاد" ہونے کا فتویٰ نہیں دیتے تھے۔

مولانا عبید اللہ سندھی کا مندرجہ ذیل بیان پڑھئے۔

"شیخ محمد تھانوی وہ بزرگ ہیں جن کے مسلک پر مولانا

علہ شاملی ایک مقام کا نام ہے جو اس زمانہ میں ضلع سہارنپور سے متعلق تھا (نقش حیات)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشرف علی صاحب تھانوی کاربند ہیں اور شیخ الہند کی جماعت کی سیاست کو غلط ملتے ہیں۔ مولانا اشرف علی صاحب کے سوانح حیات جو شائع ہو چکے ہیں ان میں تصریح ہے کہ آپ مولانا شیخ محمد صاحب کے مسلک کے پیرو ہیں۔ مولانا شیخ محمد اور امیر امداد اللہ ایک ہی مرشد کے خلیفہ ہیں اور اسی مسئلہ جہاد پر آپس میں مخالف ہو گئے اور جماعت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی تو اب امیر امداد اللہ کی جانشینی کا استحقاق مولانا اشرف علی صاحب کو کس طرح پہنچ سکتا ہے۔ یہ ایک نہایت ہی خطرناک استادی ہے، جو مولانا شیخ الہند اور ان کے اساتذہ کے خصوصی کاموں کا بیکار بنا دینا چاہتی ہے" (سیاسی تحریک ص۲۶۵)

یہ سندھی صاحب کا اپنا تاثر ہے لیکن خود حاجی امداد اللہ صاحب اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کی نظروں میں مولانا اشرف علی کی کیا وقعت تھی۔ اسکا اندازہ ذیل کے اقتباس سے ہو سکتا ہے:

"حضرت حاجی صاحب اور حضرت گنگوہی کو آپ سے بہت محبت تھی۔ ہر دو حضرات آپ کی بہت زیادہ رعایت فرماتے اور شفقت اور محبت کا برتاؤ بھی کرتے تھے حضرت گنگوہی تو پیر بھائی ہونے کی وجہ سے احترام بھی کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ جب آپ (یعنی مولانا اشرف علی) گنگوہ تشریف لے گئے تو حضرت گنگوہی چارپائی سے نیچے اتر کر برابری میں بیٹھ گئے۔ بعض لوگوں نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے بعض لوگ حضرت مدوح اپنے آپ کو حضرت کا ایک مرید سمجھتے ہیں تو حضرت گنگوہی نے فرمایا تم تو اندھے ہو گئے ہو میں تو اندھا نہیں ہوں ۔ اسی طرح حضرت حاجی صاحب سے اگر کوئی پوچھتا تو فرماتے یہ میرا پوتا ہے ۔ غرضیکہ ہر دو حضرات سے خصوصی اور گہرے تعلقات تھے ۔ ۱۳۱۰ھ میں آپ (یعنی مولانا اشرف علی صاحب) دوبارہ مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور تقریباً چھ مہینہ آپ نے قیام کیا ۔ اور ذکر و فکر میں مشغول رہے اس قیام میں حضرت حاجی صاحب نے مخصوص توجہات سے نوازا ۔ اور غالباً اسی قیام میں آپ کو اجازت بیعت بھی مرحمت فرمائی ۔

(تذکرہ مشائخ دیوبند ص۲۷۲)

یہیں سے اس غلط فہمی کا ازالہ ہو جاتا ہے کہ میاں صاحب کے ساتھ امداد اللہ صاحب وغیرہ کی دشمنی اور ان کی ایذا رسانی کا سبب یہ تھا کہ میاں صاحب نے غدر ۱۸۵۷ء میں شرکت نہیں کی تھی ۔ اور وہ انگریزی حکومت کے خلاف جہاد کرنے کا فتویٰ نہیں دیتے تھے ۔ اس لئے کہ اگر یہ سبب ہوتا تو مولانا شیخ محمد تھانوی اور مولانا اشرف علی کے ساتھ بھی یہی سلوک ہونا چاہیئے تھا ۔ اور اگر اتنا نہیں تو کم از کم اتنا تو ہوتا کہ ان کے ساتھ احترام اور شفقت و محبت کا برتاؤ نہ ہوتا؟ مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ ایسا نہیں ہے ۔ پس معلوم ہوا کہ میاں صاحب کا یہ "قصور" دراصل کوئی ناقابل معافی "قصور" نہ تھا ۔ بلکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ قصور ہے جو کچھ تھا وہ یہ کہ عہد نبوی کے چار سو برس بعد کی نکالی ہوئی تقلید کو شرعاً واجب کیوں نہیں کہتے۔ اور اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں پر براہ راست عمل کرنے کا شوق اور جذبہ کیوں رکھتے ہیں۔ ع

نکردہ اند بجز پاسِ حق گناہِ دگر

○ میاں صاحب کے خلاف مکہ معظمہ کی سازشوں میں حصہ لینے والے تیسرے ممتاز ممبر مولوی عبد القادر صاحب بدایونی ہیں یہ اہل بدعت کے مشہور عالم مولوی فضل رسول بدایونی کے صاحبزادے ہیں۔ حج ادا کرنے کی نیت سے مکہ معظمہ گئے تھے۔ وہاں شیخ جمال عمر مکی حنفی سے حدیث پڑھی اور سند حاصل کی۔ چند رسائل کے مصنف بھی ہیں۔ ایک رسالہ فارسی زبان میں میلاد اور قیام کے ثبوت میں بھی لکھا جس کا نام ہے "سیف الاسلام المسلول علی المناع بعمل المولد والقیام للرسول" ان کے حالات میں لکھا ہے۔

"اکثر کتب درسیہ پیش مولوی نور احمد بدایونی و بعض کتب ہم چو شروح سلم العلوم و شرح اشارات و محاکمات وغیرہ بخدمت مولینا فضل حق خیر آبادی گذرانیدہ مشار الیہ بین الاقران گشت و بشرف بیعت و خلافت از والد خود سعادت اندوز

اکثر درسی کتابیں مولوی نور احمد بدایونی سے پڑھیں۔ اور بعض کتابیں جیسے شرح سلم العلوم اور شرح اشارات اور محاکمات وغیرہ مولانا فضل حق خیر آبادی کے سامنے گذار کر اپنے ہم زمانہ لوگوں میں شہرت پائی۔ اپنے والد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گرویدو بایمائے والد خود ہنگام	سے بیعت اور خلافت کی سعادت
زیارت حرمین شریفین زادہما اللہ	حاصل کی اور جب حرمین شریفین کی
تشریفاً بخدمت شیخ الفقہاء	زیارت کیلئے تشریف لیگئے تو اپنے
والمحدثین مولانا شیخ جمال عمر مکی اخذ	والد کے مشورہ کے مطابق وہاں
حدیث فرمودہ بافادۂ علوم دینی	شیخ جمال عمر مکی سے حدیث پڑھی
وتالیف کتب دینیہ می پردازند"	اب دینی علوم کے افادہ اور مذہبی کتابوں
	کی تالیف میں مشغول ہیں۔

(تذکرہ علمائے ہند ص ۱۲۷)

موصوف کے ذہن و فکر پر کس باپ کی تربیت کا اثر پڑا تھا اس کا اندازہ کرنے کے لئے ہم اس موقع پر مولانا آزاد کے "تذکرہ" کا ایک اقتباس پیش کرتے ہیں۔ مولانا آزاد لکھتے ہیں:۔

"مولوی فضل رسول بدایونی مرحوم سوط الرحمان میں لکھتے ہیں

"داؤد ظاہری شیطان کا متبع تھا اس کے بعد ابن حزم ظاہری پیدا ہوا۔ جو خبیث تھا، پھر ابن حزم کا شاگرد ابن قیم ہوا اور ابن قیم کا شاگرد دمشقی ابن تیمیہ، ابن تیمیہ نے ایک نیا دین نکالا بعض اشرار بداطوار، جہلا فسقار درحلقۂ انقیادش آمدہ در بلاد اسلامیہ طرفہ ہنگامہ برپا نمودند" اور ان تمام مورخانہ تحقیقات کیلئے آخر میں طبقات سبکی کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔

کجا ابن حزم اور کجا ابن قیم بینہما مفاوز تنقطع فیہا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعناق المطی، پھر لطف یہ کہ ابن تیمیہ ابن قیم کے شاگرد تھے
اور ابن تیمیہ کے ساتھی صرف اشرار و جہلا تھے۔ اللہ تعالیٰ
ہم سب کی کوتاہیاں معاف فرمائے اور جو گذر چکے ہیں ان
کی مغفرت۔" (حاشیہ تذکرہ صفحہ ۲۵)

یہ ہیں وہ فضل رسول بدایونی جن کے بیٹے تھے عبدالقادر بدایونی جیسے
صاحب فکر و نظر، خوش عقیدہ و خوش گفتار، محقق باپ کی گود میں پرورش
پانے والے فرزند، اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے، ان کی خلافت
اور جانشینی کی سعادت حاصل کرنے والے مرید سے کیا بعید ہے کہ وہ
میاں صاحب جیسے متبع کتاب و سنت اور محب ابن تیمیہ و ابن قیم،
مکرم داؤد و ابن حزم کے خلاف ریشہ دوانیوں اور ان کی ایذا رسانیوں
میں حصہ لے۔ جب حاجی امداد اللہ صاحب جیسے صاحب طریقت و
ارشاد اس فتنہ سے نہ بچ سکے، تو کسی بریلوی اور بدایونی عالم کا کیا کہنا؟
ان کا تو باوا آدم ہی نرالا ہے۔

○ — اس کمیٹی کے چوتھے ممتاز ممبر **مولوی خیرالدین صاحب**
تھے۔ یہ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کے والد ہیں۔ ان کے تفصیلی
حالات "آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی" کتاب میں موجود ہیں۔
اسی کتاب سے ہم ان کے کچھ ابتدائی حالات اور اس کے بعد بعض وہ
واقعات جن سے ان کے مسلک پر روشنی پڑتی ہے تلخیص و اختصار
کے ساتھ یہاں نقل کر دیتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

؎ مولانا خیرالدین ۱۸۳۱ء میں دہلی میں پیدا ہوئے ان کے والدین کا صغر سنی ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ اس لئے پرورش انکے نانا مولانا منورالدین کے یہاں ہوئی۔ مولانا منورالدین حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کے شاگرد اور مولانا اسماعیل شہید کے ہم درس تھے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کے انتقال کے بعد جب مولانا اسمٰعیل شہید نے تقویۃ الایمان اور جلاء العینین لکھی اور ان کے اس مسلک کا ملک میں چرچا ہوا تو تمام علماء میں ہلچل پڑ گئی۔ ان کے رد میں سب سے زیادہ سرگرمی بلکہ سربراہی مولانا منورالدین نے دکھائی۔ مولانا شہید کے ساتھ ان کا مناظرہ بھی ہوا۔ ...... غدر سے پہلے علماء دہلی کا یہ حال تھا کہ ہندوستان کی حالت اور بربادیاں دیکھ کر عموماً یہاں کے قیام سے برداشتہ خاطر ہو گئے تھے اور ایک ایک کرکے یہاں سے روانہ ہونے لگے تھے۔ عام طور پر ہر سال بڑی بڑی جماعتیں جایا کرتی تھیں جو قافلے کے نام سے مشہور تھیں۔ ایک بڑا قافلہ شاہ محمد اسحاق اور شاہ محمد یعقوب کا تھا جو دہلی سے مکہ معظمہ ہجرت کر گیا تھا۔ ان کے بعد مولانا منورالدین بھی ہندوستان سے برداشتہ خاطر ہو گئے اور ہجرت کرکے مکہ معظمہ چلے گئے۔ انہی کے ساتھ میں مولانا خیرالدین بھی تھے۔ ان لوگوں کے مکہ معظمہ پہنچ جانے کے پانچ برس کے بعد ہندوستان میں ۱۸۵۷ء کا غدر رہا تھا۔ اور اسی سال مولانا منورالدین کا مکہ میں انتقال ہو گیا۔ مولانا خیرالدین نے ہندوستان میں قیام کے دوران ہی میں اپنے نانا اور دوسرے مشہور اساتذہ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علوم کی تحصیل کرلی تھی۔ لیکن مکہ معظمہ پہنچنے کے بعد حرمین کے علماء سے بھی استفادہ کیا۔ قیام حجاز کے تقریباً دس برس بعد انھوں نے شادی کی مکہ میں کچھ عرصہ وہ وہاں کے اساتذہ سے مزید تکمیل و اخذ فیض میں مشغول رہے، پھر حرم میں خود اپنی مجلس درس قائم کی۔ اور اپنے ناناہی کے زندگی میں شریف مکہ اور تمام اعیان حجاز سے رسم و راہ پیدا کرلی تھی کچھ عرصہ کے بعد اچانک ایک حادثہ پیش آگیا جس میں یہ گر پڑے اور بائیں ران کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اس وقت مکہ میں ڈاکٹری علاج کا عمدہ انتظام نہ تھا۔ جس ڈاکٹر نے ہڈی جوڑی تھی اسکی بندش ٹھیک نہ ہوئی نتیجہ یہ نکلا کہ سخت تکلیف پیدا ہوگئی۔ مجبوراً علاج کیلئے ہندوستان آنا پڑا۔ چنانچہ حسب عادت مع اہل و عیال کے کلکتہ آگئے اور یہاں علاج کرایا۔ جس سال وہ کلکتہ پہنچے تھے اسی سال ان کی اہلیہ (مولانا آزاد کی والدہ) کا یہیں انتقال ہوگیا۔ اس حادثہ سے مولانا خیرالدین اس درجہ برداشتہ خاطر ہوئے کہ باوجود اسکے کہ علاج ابھی مکمل نہ ہوا تھا فوراً مکہ کا قصد کرلیا۔ مگر حالات کچھ ایسے پیدا ہوئے کہ سال بھر تک مہلت نہ ملی۔ بہزار دقت دوسرے سال مکے گئے۔ لیکن اب کی دفعہ زیادہ دنوں تک وہاں قیام نہ ہو سکا۔ پھر کلکتہ واپس آگئے اور ۱۹۰۸ء میں یہیں انتقال کیا۔" "وہابیوں" کے متعلق اپنے والد کے تعصب کا حال مولانا آزاد نے بایں الفاظ بیان کیا ہے۔

"وہ ابتدا رہی سے ان کی طبیعت میں "وہابیوں" کے متعلق سخت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعصب قائم ہو گیا تھا اور یہ آخر تک بڑھتا ہی گیا۔ اس بارے میں ان کی طبیعت کا کچھ عجیب حال تھا، ہر طرح کی رسوم، ہر طرح کی بدعات، جو سخت سے سخت آخری درجہ کی کہی جا سکتی ہیں۔ ان سب کی وہ توجیہیں کرتے تھے۔ اور کسی کو بھی قابل رد اور قابل اعتراض نہ قرار دیتے تھے اور اگر کوئی ذرا سا بھی ان پر اعتراض کرے، تو اسکو وہابیوں کی طرف منسوب کر دیتے تھے۔ بعد کو میں نے دیکھا تو اس بارے میں مقلدین حنفیہ کے جو مختلف حلقے نظر آتے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ تنگ حلقہ انکے مشرب کا تھا۔ اور ہندوستان کے گذشتہ علماء میں صرف مولوی فضل رسول بدایونی، جنھوں نے تقویۃ الایمان کے رد میں سوط الرحمٰن لکھی ہے، ٹھیک اسی رنگ پر تھے، جو اس بارے میں والد مرحوم کا تھا۔ ان کے علاوہ ہندوستان کا کوئی سخت سے سخت حنفی بھی معیار حنفیت پر نہیں اتر سکتا تھا۔ جن لوگوں نے اپنی زندگیاں تقلید کی حمایت اور حنفیت کی نصرت میں بسر کر دیں، وہ بھی بعض شدید بدعات و رسوم کی مخالفت کی وجہ سے ان کے نزدیک وہابی تھے"

انھوں نے وہابیوں کو دو اصولی قسموں میں بانٹ دیا تھا۔ کہتے تھے دو فرقے ہیں، ایک اسماعیلیہ، دوسرا اسحاقیہ، اسماعیلیہ سے مقصود وہ فرقہ تھا جو بدعات و رسوم کی مخالفت کے ساتھ تقلید شخصی کا بھی تارک ہو، جیسا کہ مولانا اسماعیل شہید نے تقویۃ الایمان اور جلاء العینین وغیرہ میں لکھا ہے۔ اسحاقیہ سے مقصود وہ فرقہ ہے جو حنفیت و تقلید سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو انکار نہیں کرتا، لیکن بدعات و رسوم کا مخالف ہے۔ اسکی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ شاہ محمد اسحاق نے مائۃ مسائل میں بدعات و رسوم سے اختلاف کیا ہے، مگر تقلید و حنفیت کے خلاف کوئی بات نہیں کہی ہے وہ کہتے تھے کہ جب اسماعیلیہ غیر مقبول ہو گئی تو وہابیت نے اپنے مکاید کی اشاعت کے لئے راہ تقیہ اختیار کی اور حنفیت کی آڑ قائم کر کے اپنے دیگر عقائد کی اشاعت کرنے لگے، جہاں تک مجھے خیال ہے وہ وہابیوں کے کفر پر وثوق کے ساتھ یقین رکھتے تھے۔ انھوں نے بارہا فتویٰ دیا کہ وہابیہ یا وہابی کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔

کسی حنفی کے لئے کسوٹی یہ تھی کہ اس سے سید احمد صاحب بریلوی ؒ، مولانا اسماعیل شہیدؒ، مولانا اسحاق، اور تقویۃ الایمان، صراط مستقیم مائۃ مسائل، اربعین کی نسبت سوال کرتے۔ اگر وہ شخص بد قسمتی سے ان بزرگوں اور کتابوں کے خلاف عقیدہ ظاہر کرنے میں ذرا بھی تامل کرتا تو بس یہ وہابیت کا قطعی ثبوت ہوتا۔ علاوہ بریں بعض اور جزئیات جن پر ان کو اصرار تھا۔ ان کے انکار کو بھی وہابیت قرار دیتے تھے۔

غالباً ۱۹۰۱ء کی بات ہے کہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی ان سے ملنے کیلئے کلکتہ آئے، جن سے ان کے برابر تعلقات رہے تھے۔ اور بارہا ہم لوگوں سے کہا تھا کہ یہ شخص بلا شبہ صحیح الاعتقاد ہے۔ لیکن بد قسمتی سے وہ اپنے ساتھ بعض اپنی تصانیف لائے، اور چونکہ شیخ احمد دحلان والد کے خاص دوست تھے، اس لئے انھوں نے خاص طور پر اپنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک رسالہ دیا جو ان کے رد میں لکھا تھا۔ اور اسمیں عدم ایمان الوین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان ابوطالب پر زور دیا تھا چنانچہ اس پر کچھ دیر تک والد نے ان کا ایسا تعاقب کیا کہ آخر وہ ہکا بکا رہ گئے اور خاموش چلے گئے۔ جانے کے بعد ہم سے کہا کہ اس شخص کے عقیدے میں بھی فتور ہے۔

البتہ علمار حال میں مولانا عبد القادر بدایونی کی تعریف کرتے تھے اور ان کی حنفیت پر معترض نہ تھے۔ جس زمانہ میں مولوی ظہیر الحسن شوق مرحوم سے اردو شاعری میں، مَیں اصلاح لیتا تھا، اور اس تعلق سے ان سے واقفیت ہوئی تھی۔ ان کی ایک دو کتابیں میں نے والد کو سنائیں جو تقلید و حنفیت کے اثبات میں تھیں۔ اور بڑے ہی غلو کے ساتھ لکھی گئی تھیں مثلاً حبل المتین میں آمین بالجہر کے جواز ہی سے انکار کیا گیا ہے۔ لیکن وہ بھی ان کے معیار پر ٹھیک نہ اترے۔ شوق مرحوم اس زمانے میں آثار السنن لکھ رہے تھے اور اسکے لئے مالی اعانت کے طلبگار تھے۔ میری تحریک سے کلکتہ آئے اور والد مرحوم سے ملے۔ لیکن انھوں نے جب ان سے معیار حنفیت کے سوالات کئے اور وہ ساکت رہ گئے تو انھوں نے رائے قائم کرلی کہ ان کی حنفیت بھی مشتبہ ہے۔ تاہم یہ عجیب بات تھی کہ باوجود اس درجہ تشدد اور وہابیوں سے نفرت کے طبیعت میں قدیم سوسائٹی کی وضع داری اور مہمان نوازی کا جذبہ اتنا قوی تھا کہ کوئی ہو، خواہ مولانا اسماعیل شہید ہی ان کے مہمان کیوں نہ ہو جاتے، لیکن کفر کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک رسالہ دیا جو ان کے رد میں لکھا تھا۔ اور اسمیں عدم ایمان الوین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان ابو طالب پر زور دیا تھا چنانچہ اس پر کچھ دیر تک والد نے ان کا ایسا تعاقب کیا کہ آخر وہ ہکا بکا رہ گئے اور خاموش چلے گئے۔ جانے کے بعد ہم سے کہا کہ اس شخص کے عقیدے میں بھی فتور ہے۔

البتہ علمار حال میں مولانا عبد القادر بدایونی کی تعریف کرتے تھے اور ان کی حنفیت پر معترض نہ تھے۔ جس زمانہ میں مولوی ظہیر الحسن شوق مرحوم سے اردو شاعری میں، مَیں اصلاح لیتا تھا۔ اور اس تعلق سے ان سے واقفیت ہوئی تھی۔ ان کی ایک دو کتابیں میں نے والد کو سنائیں جو تقلید و حنفیت کے اثبات میں تھیں۔ اور بڑے ہی غلو کے ساتھ لکھی گئی تھیں۔ مثلاً حبل المتین میں آمین بالجہر کے جواز ہی سے انکار کیا گیا ہے۔ لیکن وہ بھی ان کے معیار پر ٹھیک نہ اترے۔ شوق مرحوم اس زمانے میں آثار السنن لکھ رہے تھے اور اسکے لئے مالی اعانت کے طلبگار تھے۔ میری تحریک سے کلکتہ آئے اور والد مرحوم سے ملے۔ لیکن انھوں نے جب ان سے معیار حنفیت کے سوالات کئے اور وہ ساکت رہ گئے تو انھوں نے رائے قائم کرلی کہ ان کی حنفیت بھی مشتبہ ہے۔ تاہم یہ عجیب بات تھی کہ باوجود اس درجہ تشدد اور وہابیوں سے نفرت کے طبیعت میں قدیم سوسائٹی کی وضع داری اور مہمان نوازی کا جذبہ اتنا قوی تھا کہ کوئی ہو، خواہ مولانا اسماعیل شہید ہی ان کے مہمان کیوں نہ ہو جاتے، لیکن کفر کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتوے کے ساتھ ان کی خاطر داری اور خدمت بھی کرتے تھے، مولوی ظہیر الحسن سے وہ خوش نہ ہوئے، تاہم چلتے وقت ان کو پانچ سو روپے دیئے تاکہ آثار السنن کا پہلا حصہ شائع کریں۔ اسمیں تین سو انھوں نے اپنے پاس سے دیئے تھے۔ اور دو سو اپنے ایک معتقد سے دلائے تھے۔"

(ص۱۶۴ تا ص۱۶۷)

"وہابیوں" کے ساتھ ان کی اس شدید نفرت و عداوت کے اسباب کیا تھے؟ مولانا آزاد نے اس پر بھی روشنی ڈالی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"اسلام کے اندرونی فرقوں میں انھیں جس قدر کاوش تھی وہ صرف وہابیوں سے تھی، اور اس کا سبب وہ صحبت ہے جس میں غدر سے پہلے ان کا ابتدائی وقت صرف ہوا تھا۔ اتفاق سے ان کے اساتذہ بھی وہی تھے، جنھیں اس بارے میں بہت تشدد تھا، ان کے ہمدرس بھی وہی لوگ تھے جو آگے چل کر اس بارے میں بہت سخت ثابت ہوئے۔ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ وہ اپنی تمام خاندانی باتوں میں اپنے جدّ مرحوم سے فیض یاب ہوئے تھے۔ اور مولانا اسماعیل شہید اور مولانا عبدالحی مرحوم سے رنج کی وجہ سے ان کا بھی بڑا وقت وہابیوں کی مخالفت ہی میں صرف ہوا۔ مکہ گئے اور وہاں بھی اس وقت سب سے بڑا چرچا یہی تھا۔ نجدیوں کا حملہ ابھی پرانا نہیں ہوا تھا۔ اور بہت سے پولیٹکل اسباب بھی ایسے تھے جن کی وجہ سے عرب و تُرک، دونوں وہابیوں سے سخت تعرض و نفرت رکھتے تھے۔ ان اسباب سے روز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بروز والد مرحوم کے اندر بھی یہ جذبہ قوی ہوتا گیا، اور بالآخر ان کی تقریر و تحریر کا سب سے بڑا موضوع بن گیا۔ شیخ احمد دحلان نے "الرد علی الوہابیین" لکھی، وہ بھی فی الحقیقت والد مرحوم کے خیالات کا عکس ہے"

(صفحہ ۱۴)

یہی وہ چار حضرات ہیں جن کے متعلق مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے ہمیں بتایا ہے کہ یہ اس کمیٹی کے نمایاں ممبران تھے جس نے حرم پاک میں بھی حضرت میاں صاحب قدس سرہ کو چین نہ لینے دیا۔ اور جو مکہ معظمہ جیسے دارالامن میں بھی دن رات ایسی سازشوں اور تدبیروں میں مصروف تھی جن کے ذریعہ وقت کے ایک بہت بڑے محدث کو قتل کرنے یا حبس دوام میں پھنسانے کے منصوبے بنائے جارہے تھے۔

ان حضرات کے اس مختصر تعارف سے آپ نے اندازہ کرلیا ہوگا کہ یہ کمیٹی دیوبندی اور بریلوی دونوں ہی مکتب خیال کے علماء و مشائخ کی مشترکہ کمیٹی تھی۔ گویا اہل حدیث کے خلاف وہاں ایک "متحدہ محاذ" بنایا گیا تھا۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معرکۂ شاملی

کی حقیقت

پچھلے صفحات پر حاجی امداد اللہ صاحب مرحوم کے مختصر تعارف کے سلسلہ میں "معرکۂ شاملی" کا ذکر آیا ہے۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس موقع پر کچھ اسکی تفصیلات پیش کریں۔

اس میں تو مورخین کا اختلاف نہیں ہے کہ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف جو انقلابی شورش برپا ہوئی تھی اوی ہنگامے کے زمانے میں یہ جنگ بھی ہوئی تھی۔ لیکن اس کے بارے میں تذکرہ نگاروں کے بیان میں اختلاف ہے کہ یہ جنگ انگریز کی فوج سے ہوئی تھی؟ یا خود انقلابیوں کے ساتھ ہوئی تھی؟ اور اسکے اسباب و محرکات کیا تھے؟ اس میں حصہ لینے والے دیوبندی علماء، انگریز کے مخالف تھے، یا اسکے خیر خواہ اور فرمانبردار تھے؟

پہلا بیان اس کے متعلق سب سے پہلے مولانا حسین احمد صاحب مدنی کا بیان پڑھیے۔ مولانا مدنی لکھتے ہیں:۔

"جب انقلاب ۵۷ء کی تحریک اطراف و جوانب ہند خصوصاً اطراف دہلی میں چلنی شروع ہوئی تو ان حضرات کے جوش حریت میں نئی حرکت پیدا ہوئی، ان بزرگوں نے محسوس کیا کہ اس انقلاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں حصہ لینا فرض اور لازم ہے۔ انگریزوں کے افعال ماضیہ اور احوال حاضرہ پر بخوبی مطلع تھے۔ اس تمام جماعت میں حضرت حافظ ضامن صاحب قدس اللہ سرہ العزیز۔ زیادہ پیش پیش تھے (حضرت حافظ صاحب قطب العالم میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی کے اولین اور اعلیٰ ترین خلفاء میں سے تھے۔)

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب تحریک انقلاب میں حافظ صاحب کے ہم نوا تو ضرور تھے مگر پیش پیش اور اس قدر زیادہ جوش میں نہ تھے۔ اسی قصبہ تھانہ بھون میں میاں جی صاحب کے تیسرے خلیفہ مولانا شیخ محمد صاحب رہتے تھے چونکہ تینوں حضرات پیر بھائی اور ایک ہی مقدس ہستی میاں جی صاحب کے دریوزہ گر تھے اس لئے آپس میں میل جول اتحاد و اتفاق بڑے پیمانہ پر رہتا تھا۔ مگر مولانا شیخ محمد صاحب علوم عربیہ کے باقاعدہ فاضل تھے۔ علماء دہلی سے تمام نصاب علم ظاہر پڑھ چکے تھے۔ بخلاف حضرت حافظ صاحب اور حاجی صاحب کے کہ دونوں حضرات نے علوم عربیہ کی تکمیل نہیں کی تھی۔ اگرچہ نسبت باطنیہ میں بدرجہا بڑھے ہوئے تھے۔ اس بنا پر مسائل شرعیہ میں ہر دو حضرات مولانا شیخ محمد صاحب ہی کا اتباع کرتے تھے۔ بدقسمتی سے مولانا کی رائے یہ ہی تھی کہ انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا عام مسلمانوں پر فرض تو درکنار، موجودہ احوال میں جائز ہی نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس اختلاف اور فتویٰ کی بنا پر حضرت مولانا رشید احمد صاحب اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کو ان کے اوطان سے دونوں حضرات نے بلوایا ۔۔۔ جب ہر دو حضرات (مولانا نانوتوی اور مولانا گنگوہی) پہنچ گئے تو ایک اجتماع میں اس مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ حضرت نانوتوی ؒ نے نہایت ادب سے مولانا شیخ محمد صاحب سے پوچھا (چونکہ وہ چچا پیر تھے اس لئے ہمیشہ ان کا ادب کیا جاتا تھا) کہ حضرت کیا وجہ ہے کہ آپ ان دشمنان دین و وطن پر جہاد کو فرض بلکہ جائز بھی نہیں فرماتے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس اسلحہ اور آلات جہاد نہیں ہیں۔ ہم بالکل بے سر و سامان ہیں۔ مولانا نانوتوی ؒ نے عرض کیا کہ کیا اتنا بھی سامان نہیں ہے جتنا کہ غزوہ بدر میں تھا؟ اس پر مولانا شیخ محمد صاحب مرحوم نے سکوت فرمایا۔ اس پر حافظ ضامن صاحب نے فرمایا کہ بس سمجھ میں آگیا اور پھر جہاد کی تیاری شروع ہو گئی اور اعلان کر دیا گیا۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کو امام مقرر کیا گیا اور حضرت مولانا نانوتوی ؒ کو سپہ سالار افواج قرار دیا گیا اور مولانا رشید مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کو قاضی بنایا گیا اور مولانا محمد منیر صاحب نانوتوی اور حضرت حافظ ضامن صاحب تھانوی کو میمنہ، میسرہ (دائیں بائیں) کا افسر قرار دیا گیا چونکہ اطراف و جوانب میں مذکورہ بالا حضرات کے تقویٰ، علم،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصوف، تشرع کا بہت زیادہ شہرہ تھا ...... لوگ ان پر بہت زیادہ اعتماد کرتے تھے اسلئے بہت تھوڑی مدت میں جوق جوق لوگوں کا اجتماع ہونے لگا۔ اس وقت تک ہتھیاروں پر پابندی نہ تھی، عموماً لوگوں کے پاس ہتھیار تھے۔ مجاہدین ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو گئے۔ اور تھانہ بھون اور اطراف میں اسلامی حکومت قائم کرلی گئی۔ اور انگریزوں کے ماتحت حکام نکال دیئے گئے۔ خبر آئی کہ توپخانہ سہارنپور سے شاملی کو بھیجا گیا ہے۔ ایک پلٹن لا رہی ہے۔ رات کو یہاں سے گذرے گی۔ اس خبر سے لوگوں میں تشویش ہوئی، کیونکہ جو ہتھیار ان مجاہدین کے پاس تھے وہ تلوار بندوق توڑے والی، اور برچھے وغیرہ تھے۔ مگر توپ کسی کے پاس نہ تھی۔

توپ خانہ کا مقابلہ کس طرح کیا جائے گا۔

حضرت گنگوہی نے فرمایا فکر مت کرو۔

سڑک ایک باغ کے کنارے سے گذرتی تھی، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کو تیس یا چالیس مجاہدین پر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نے افسر مقرر کر دیا تھا۔ آپ اپنے تمام ماتحتوں کو لیکر باغ میں چھپ گئے اور سب کو حکم کیا کہ پہلے سے تیار رہو جب میں حکم کروں سب کے سب ایک دم فیر کرنا۔ چنانچہ جب پلٹن معہ توپخانہ باغ کے سامنے سے گذری تو سب نے یک دم فیر کیا۔ پلٹن گھبرا گئی کہ خدا جانے کس قدر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آدمی یہاں چھپے ہوئے ہیں۔ توپخانہ چھوڑ کر سب بھاگ گئے۔ حضرت گنگوہیؒ نے توپخانہ کھینچ کر حضرت حاجی صاحب کی مسجد کے سامنے لاکر ڈال دیا۔

شاملی اس زمانہ میں مرکزی مقام تھا ضلع سہارنپور سے متعلق تھا۔ وہاں تحصیل بھی تھی۔ کچھ فوجی طاقت بھی وہاں رہتی تھی قرار پایا کہ اس پر حملہ کیا جائے۔ چنانچہ چڑھائی ہوئی اور قبضہ کر لیا گیا۔ جو طاقت پولیس اور فوج کی وہاں تھی وہ مغلوب ہو گئی حضرت حافظ ضامن صاحب اسی ہنگامہ میں شہید ہو گئے حضرت حافظ صاحب کا شہید ہونا تھا کہ معاملہ بالکل ٹھنڈا پڑ گیا ان کی شہادت سے پہلے روزانہ خبر آتی تھی کہ آج فلاں مقام انگریزوں سے چھین لیا گیا۔ آج فلاں مقام پر ہندوستانیوں کا قبضہ ہوا مگر حافظ صاحب مرحوم کی شہادت کے بعد پہلے پہل خبر آئی کہ دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ اور یہی حال ہر جگہ کی خبروں کا تھا...... لوگوں کی ہمتیں پست ہو گئیں اور سب اپنے اپنے اوطان کو واپس آ گئے۔ اس کے بعد قصبہ تھانہ بھون اور اس کے اطراف و جوانب کے وہ مقامات جن کی شکایت کسی دشمن نے کر دی برباد کر دیئے گئے دار و گیر پکڑ دھکڑ کا بے پناہ زمانہ آیا چاروں طرف سختیاں بحد و بے نہایت وحشی درندوں کی طرح عمل میں لائی جانے لگیں۔ پرانی دشمنیوں کو نکالنے کا لوگوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو موقع مل گیا۔ جس کو جس سے کوئی پُرخاش یا رنجش ہوتی انگریز افسر کے یہاں شکایت کر دیتا کہ یہ شخص بغاوت میں شریک تھا.... (نقش حیات ص۴۳ تا ص۴۹) جب دار و گیر اور پکڑ دھکڑ کا زمانہ آیا تو ان حضرات کے خلاف بھی مخبروں نے شکایت کر دی۔ گرفتاری کا حکم ہو گیا۔ حاجی امداد اللہ صاحب تو خفیہ تدبیروں سے کام لے کر مکہ معظمہ چلے گئے۔ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ہندوستان ہی میں رہے۔ پولیس نے ان کا پیچھا کیا مگر مولانا نانوتوی تو گرفتار نہ ہو سکے۔ البتہ مولانا گنگوہی پکڑے گئے۔ لیکن نہ اپنے جرم کا اقرار کیا اور نہ کوئی موثر شہادت ملی اس لئے رہا ہو گئے۔

بہر حال مولانا مدنی کے بیان کا جو طویل اقتباس ہم نے اوپر نقل کیا ہے اس میں آپ نے پڑھ لیا کہ یہ حضرات انگریزی حکومت کے مخالف تھے۔ اس کے خلاف جہاد کرنا فرض جانتے تھے۔ لیکن ان حضرات کے ایک دوسرے عقیدت مند مولانا عاشق الٰہی میرٹھی مرحوم کا تاثر اور بیان اس سے مختلف ہے۔ وہ مولانا گنگوہی کی بابت لکھتے ہیں:

دوسرا بیان

حضرت مولانا کو یہ بات معلوم ہو چلی تھی کہ آپ کا نام بھی مشتبہ اور قابل اخذ مجرموں کی فہرست میں درج ہو چکا ہے۔ اور آپ کی گرفتاری و تلاش میں دوڑ آیا چاہتی ہے مگر آپ کوہِ استقلال بنے ہوئے خدا کے حکم پر راضی تھے۔ اور سمجھے ہوئے تھے کہ میں جب حقیقت میں سرکار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا فرماں بردار رہا ہوں۔ تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا۔ اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے ...... (تذکرۃ الرشید ص ۸۰ ج ۱)

دوسری جگہ ان سب حضرات کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"ہر چند کہ یہ حضرات حقیقۃً بے گناہ تھے مگر دشمنوں کی یاوہ گوئی نے ان کو باغی ومفسد اور مجرم وسرکاری خطا وار ٹھہرا رکھا تھا اس لئے گرفتاری کی تلاش تھی۔ مگر حق تعالیٰ کی حفاظت بر سر تھی اس لئے کوئی آنچ نہ آئی اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تازیست خیر خواہ ہی ثابت رہے۔ ہاں چند روز کی تفریق بین الاحباب مقدر تھی وہ اٹھانی تھی سو اٹھائی (تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۷۹)

اب رہا یہ سوال کہ جب "یہ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے اور تازیست خیر خواہ ہی رہے۔ اور اس سرکار کو اپنا مالک سمجھتے تھے۔ اس کے فرماں بردار تھے" تو پھر تھانہ بھون اور شاملی میں انگریزی فوج سے جنگ کیسے کی؟ وہاں سے انگریز افسروں کو نکال کر "اسلامی حکومت" کیسے قائم کر لی تھی؟ اس کا جواب معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم تذکرۃ الرشید کے مصنف مولانا عاشق الٰہی کی زبانی وہ ساری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واستاں سنائیں جو انھوں نے بیان کی ہے۔ تب یہ راز کھلے گا
کہ درحقیقت بات کیا ہے؟ موصوف لکھتے ہیں :۔

"اصل قصہ یوں سنا تھا کہ قاضی سعادت علی خاں پسر
نجابت علی خاں رئیس اعظم زمیندار تھانہ بھون ضلع مظفر نگر
کے دو بیٹے تھے جن میں بڑے لڑکے عنایت علی خاں نے
باپ کے مرنے پر ریاست کا کام سنبھال رکھا تھا۔ ان
کے چھوٹے بھائی عبدالرحیم خاں جو بڑے بھائی کو باپ
کی جگہ سمجھتے تھے باطمینان حسب خواہش جہاں جی چاہتا
چلے جاتے اور امیرانہ زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ حقیقت
میں دونوں بھائی ایک دوسرے کے جاں نثار اور شیدا
و عاشق زار تھے۔ اسی گھٹا ٹوپ اندھیاؤ میں جبکہ
کئی دن جگہ غدر پڑ چکا اور دہلی اس کا آشیانہ بنا ہوا
تھا۔ عبدالرحیم خاں مع چند احباب کے سہارنپور گئے
اور سرائے میں کسی دوست کے پاس ٹھہرے۔ زمیندارانہ
قصبوں میں آدمی کے دشمن بہتیرے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ
ایک بنیا جس کو قدیم سے اس ریاست کے ساتھ
عداوت تھی اتفاق سے وہاں مقیم تھا۔ اس نے زمانہ
غدر کو غنیمت سمجھا اور سپنکھی صاحب انگریز سے جو
باغیوں کی سرکوبی کے لئے حکم موت کا مجاز بنا کر انتظاماً

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضلع سہارنپور میں معین کیا گیا تھا، جا مخبری کی کہ تھانہ کا رئیس بھی کمپنی سے باغی ہو گیا۔ چنانچہ اس کا بھائی دہلی میں کمک بھیجنے کے لئے ہاتھی خریدنے آیا اور کئی دن سے سرائے میں ٹھہرا ہوا ہے۔ ادھر یہ جھوٹی مخبری ہوئی اور اُدھر گلی کوچوں میں دشمنوں نے اس افواہ کو پھیلا دیا۔ یہاں تک کہ ایک گارد لسمت سرائے روانہ کیا گیا اور عبدالرحیم خاں معہ ہمراہیان بالزام بغاوت جیل خانہ بھیج دیئے گئے۔ زمانہ تھا احتیاط کا فوراً ناکردہ گناہ جماعت کو پھانسی کا حکم ہو گیا۔ اور اگلے دن قاضی عنایت علی خاں کو اپنے بھائی کے دنیا سے رحلت کی اطلاع ملی۔ اس صدمہ سے عنایت علی پر رنج و غم کے پل ٹوٹ پڑے۔ اور جوش حزن میں بھائی کے انتقام کا خیال پختہ ہو گیا۔ اتفاق سے چند سوار کہاروں کے کندھوں پر کارتوسوں کی کئی بہنگیاں لدوائے سہارنپور سے کیرانہ کی طرف جا رہے تھے کہ قاضی صاحب کو اطلاع ہوئی اور یہ اپنے جنون میں مست چند رفقا و رعایا کو ساتھ لئے شیر علی کے باغ کی سمت سڑک پر جا پڑے اور جس وقت سوار سامنے سے گذرے ان کا اسباب لوٹ لیا۔ ایک سوار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس جنگ میں زخمی ہو کر بسمت مشرق جنگل کو بھاگا مگر تھوڑے ہی فاصلہ پر گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ اس فساد کی خبر مظفر نگر پہونچی تو حاکم ضلع کی طرف سے تھانہ پر فوج کشی کا حکم ہو گیا۔ جس پر عنایت علی خاں نے علم فساد کو کھلم کھلا بلند کیا۔ چنانچہ شاملی کی طرف انگریزی فوج کے جانے کی جھوٹی خبر بلکہ نقارہ بجایا گیا اور جتھہ کا جتھہ تحصیل شاملی پر چڑھ دوڑا اور کیا جو کچھ کیا۔ جس وقت گورنمنٹ کو اہل کاران تحصیل کے مارے جانے اور خزانہ کے لوٹے جانے کی اطلاع ملی تو حاکم شاملی پہونچا اور چار طرف نعشوں اور قصبہ کی ویرانی و بربادی دیکھ کر غصہ سے تھرا اٹھا۔ آخر یہ کہہ کر "تھانہ بھون بھی اسی طرح مسمار کرا کر چھوڑ دوں گا" مظفر نگر واپس ہو گیا۔ اس لئے کہ تنہا تھا اور اس بدامنی کے وقت میں جان کا خطرہ قوی ـــــ چند ماہ بعد جب امن ہوا اور دہلی کے فتح ہو جانے کی خبر مشہور ہوئی تو قاضی صاحب کو اپنی جان کا فکر ہوا یہاں تک کہ تھانہ میں یہ خبر گرم ہوئی کہ علی الصباح انگریزی فوج یہاں پہونچا چاہتی ہے۔ اس وحشت اثر اطلاع سے لوگوں کے تلوے کے نیچے سے زمین نکل گئی اور بھاگنے کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوجھی کہ جدھر منہ سمائے نکل جائیں۔ چنانچہ آدھی رات کے وقت قاضی صاحب نے معہ چند ہمراہیان کے تھانہ بھون کو خیرباد کہی اور بسمت نجیب آباد روانہ ہوئے۔ اور وہیں سے خدا جانے کہاں گئے اور کیا ہوئے کچھ پتہ نہ چلا۔

سنا گیا ہے کہ قاضی عنایت علی کو ہمارے اکثر دینی حضرات نے اس کاروائی سے منع کیا اور کمپنی کی طرف سے بھی پیام پہنچا کہ تم فساد سے باز آؤ۔ اپنے بھائی کو صبر کرو غلطی سے یہ حرکت ہوگئی، اگر تم انتقام سے باز آگئے تو تم کو تھانہ کا نواب بنا دیا جائے گا، مگر تقدیر کے مضبوط پنجوں سے بھاگ جانا طاقت سے باہر ہے حق تعالیٰ کے علم میں جب اس گھرانے کی تباہی، جلاوطنی اور گمشدگی وخانہ ویرانی اسی طرح مقدر تھی تو قاضی عنایت علی کیا سمجھتے صبح صادق نمودار ہوئی تو بلائے بے درماں اپنے ساتھ لائی۔ تھانہ بھون سرکاری فوج سے گھیر لیا گیا اور مشرقی جانب سے گولہ باری شروع ہوگئی، دن نکلنے پر فوج قصبہ میں داخل ہوئی، قتل وقتال لوٹ مار کا بازار گرم ہوگیا ...... خلاصہ یہ کہ رات کی تاریکی چھانے سے پہلے پہلے حاکم ضلع کا قول پورا ہوگیا کہ شاملی کی طرح تھانہ بھون کو بھی مسمار کردوں گا۔ اللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ (حاشیہ تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۷۵ وبعد)

قصے کی اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ تھانہ بھون اور شاملی میں جو جنگ ہوئی اس کا محرک جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ نہ تھا۔ بلکہ تھانہ بھون کے رئیس اور زمیندار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی عنایت علی خاں نے اپنے بھائی کا انتقام لینے کیلئے غصہ اور جوش میں یہ ہنگامہ برپا کیا تھا۔ اور اس ہنگامہ میں ان کے ساتھ ان کے کچھ رفقاء اور کچھ رعایا شریک تھی۔ نہ حاجی امداد اللہ صاحب کی شرکت کا اس میں ذکر ہے اور نہ مولانا قاسم نانوتوی اور نہ مولانا رشید احمد گنگوہی کا۔ ان حضرات کی لڑائی کا قصہ دوسرا ہے جو آگے آرہا ہے لیکن اس سے پہلے تھانہ بھون اور اس کے اطراف میں "اسلامی حکومت" قائم کرنیکا جو افسانہ بیان کیا جاتا ہے اسکے متعلق مولانا عاشق الٰہی مرحوم کی تحقیق پڑھیئے۔ مولانا موصوف لکھتے ہیں :-

اس بدامنی کی حالت میں جس کو قصہ کی اصلیت ظاہر کرنے کیلئے مختصر الفاظ میں حاشیہ پر درج کر دیا گیا ہے عام باشندگان قصبہ کی یہ حالت ہوئی گویا ان کا مربی ومنتظم بادشاہ سر سے اٹھ گیا۔ اور شرعی وطبعی ضروریات ومخصمات میں بھی کوئی خبر گیراں نہ رہا جس کی رائے پر عمل کریں۔ پس۔ یہ لوگ اعلیٰحضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ بلا کسی حاکم کی سرپرستی کے گزران دشوار ہے گورنمنٹ نے باغیوں کی بغاوت کے باعث اپنا امن اٹھا لیا اور بذریعہ اشتہار عام اطلاع دیدی ہے کہ اپنی اپنی حفاظت ہر شخص کو خود کرنی چاہیئے۔ اس لئے آپ چونکہ ہمارے دینی سردار ہیں اس لئے دنیاوی نظم حکومت کا بھی بار اپنے سر رکھیں اور امیر المومنین بن کر ہمارے باہمی قضیئے چکا دیا کریں۔ اس میں شک نہیں کہ اعلیٰحضرت کو ان کی درخواست کے موافق ان کے سروں پر ہاتھ رکھنا پڑا اور آپ نے دیوانی وفوجداری کے جملہ مقدمات شرعی فیصلہ کے موافق چند روز تک قاضی شرع بن کر فیصل بھی فرمائے۔ اسی قصہ نے مفسدوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں شریک ہونے کی راہ چلائی۔ اور مخبروں کو جھوٹی سچی مخبری کا موقع دیا۔ حضرت امام ربانی[۱] قدس سرہ دس برس ہوئے اعلیٰحضرت کو اپنے دین و دنیا کا سردار بنا ہی چکے تھے۔ ہمیشہ آمد و رفت رہتی ہی تھی۔ اب جبکہ ہر چہار طرف بدامنی تھی آپ کے لئے یہاں حاضر رہنے سے زیادہ بہتر کوئی جگہ دنیا میں نہ تھی۔ ادھر اعلیٰحضرت کو حکومت کے فیصلے اور شرعی قضا میں مولوی کی ضرورت تھی کہ حق بات میں اعانت کرتا رہے۔ اس لئے آپ اور مولانا محمد قاسم صاحب معہ دیگر خدام کے یہیں رہ پڑے۔"

(تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۷۴)

اس بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ "اسلامی حکومت قائم کرنے" کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ گورنمنٹ کی اس عام اطلاع کے بعد کہ "اپنی اپنی حفاظت ہر شخص کو خود کرنی چاہیئے" قصبہ تھانہ بھون کے لوگوں نے حاجی امداد اللہ صاحب کو (جن کے وہ پہلے سے معتقد تھے) نزاعات اور خصومات وغیرہ کا فیصلہ کرنے کرنے کیلئے انتظاماً اپنا سربراہ بنا لیا۔ اور حاجی صاحب کے ساتھ عقیدت اور تعلقات کی بنا پر اس بدامنی کے زمانے میں مولانا گنگوہی اور مولانا نانوتوی نے بھی یہیں اقامت اختیار کر لی۔ خود حاجی صاحب کو بھی اپنے تعاون کے لئے ان حضرات کی رفاقت کی ضرورت تھی اس لئے ان کی اقامت کو پسند کیا۔

سرداری اور ریاست کے اس نظام کی مثالیں ہندوستان کے پچھلے دور میں نادر نہیں ہیں لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ وہ بیچارے پروپیگنڈے کے اس فن سے ناواقف تھے کہ اپنے گھریلو نظام کو "اسلامی حکومت"

---

[۱] "امام ربانی" سے مراد مولانا رشید احمد گنگوہی ہیں۔ اس کتاب میں ان کو بار بار اسی لقب سے یاد کیا گیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مقامی سردار کو "امیر المومنین" کے خطاب سے نوازتے اس لئے گمنام ہو کر رہ گئے۔

اب مولانا عاشق الٰہی جیسے عقیدت مند ہی کی زبانی وہ قصہ بھی سن لیجئے، جس میں ان حضرات کے دست بدست جنگ کرنے کا واقعہ مذکور ہے۔ مولانا موصوف لکھتے ہیں:

"اتنی بات یقینی ہے کہ اس گھبراہٹ کے زمانے میں جبکہ عام لوگ بند کواڑوں گھر میں بیٹھے ہوئے ... کانپتے تھے حضرت امام ربانی اور نیز دیگر حضرات اپنے کاروبار نہایت ہی اطمینان کے ساتھ انجام دیتے اور جس شغل میں اس سے قبل مصروف تھے بدستور ان کاموں میں مشغول رہتے تھے کبھی ذرہ بھر اضطراب نہیں پیدا ہوا اور کسی وقت حبہ برابر تشویش لاحق نہیں ہوئی۔ آپ کو اور آپ کے مختصر مجمع کو جب کسی ضرورت کیلئے شاملی، کیرانہ، مظفر نگر جانے کی ضرورت ہوئی غایت درجہ سکون و وقار کے ساتھ گئے اور طمانیت قلبی کے ساتھ واپس ہوئے۔

ان ایام میں آپ کو ان مفسدوں سے مقابلہ بھی کرنا پڑا جو غول کے غول پھرتے تھے۔ حفاظت جان کیلئے تلوار البتہ پاس رکھتے تھے اور گولیوں کی بوچھار میں بہادر شیر کی طرح نکلے چلے آتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رفیق جانی مولانا قاسم العلوم اور طبیب روحانی اعلیٰ حضرت حاجی صاحب ونیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں سے مقابلہ ہوگیا ، یہ نبرد آزما دلیر جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا۔ اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پرا جما کر ڈٹ گیا۔ اور سرکار پر جاں نثاری کے لئے تیار ہوگیا۔ اللہ رے شجاعت وجوانمردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور بہادر سے بہادر کا زہرہ آب ہوجائے وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تلواریں لئے جم غفیر بندوقچیوں کے سامنے ایسے جمے رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ لئے ہیں، چنانچہ آپ پر فیریں ہوئیں اور حضرت حافظ ضامن صاحبؒ زیر ناف گولی کھا کر شہید بھی ہوئے حضرت مولانا قاسم العلوم ایک مرتبہ یکایک سر پکڑ کر بیٹھ گئے جس نے دیکھا جانا کہ کنپٹی میں گولی لگی اور دماغ پار کر کے نکل گئی۔ اعلیٰ حضرت نے لپک کر زخم پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: "کیا ہوا میاں؟" عمامہ اتار کر سر کو جو دیکھا کہیں گولی کا نشان تک نہ ملا۔ اور تعجب یہ ہے کہ خون سے تمام کپڑے تر۔۔۔

۔۔۔۔ آخر جب مفسدوں کی معرکہ آرائی سے پیچھا چھٹا تو حضرت اپنے شہید وفا روحانی مربی کی نعش کو کاندھے پر لیکر اٹھے اور چارپائی پر لٹا کر بیکے بعد دیگرے تھانہ میں بسمت مغرب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمین کی گود کے حوالہ کیا ۔

جب بغاوت و فساد کا قصہ فرو ہوا، اور رحم دل گورنمنٹ کی حکومت نے دوبارہ غلبہ پاکر باغیوں کی سرکوبی شروع کی تو جن بزدل مفسدوں کو سوائے اس کے اپنی رہائی کا کوئی چارہ نہ تھا کہ جھوٹی سچی تہمتوں اور مخبری کے پیشہ سے سرکاری خیرخواہ اپنے کو ظاہر کریں انھوں نے اپنا رنگ جمایا اور ان گوشہ نشین حضرات پر بھی بغاوت کا الزام لگایا۔ اور یہ مخبری کی کہ تھانہ کے فساد میں اصل الاصول یہی لوگ تھے ۔ اور شاملی تحصیل پر حملہ کرنے والا یہی گروہ تھا۔ بستی کی دو کانوں کے چھپر انھوں نے تحصیل کے دروازہ پر جمع کئے اور اس میں آگ لگا دی ۔ یہاں تک کہ جس وقت آدھے کواڑ جل گئے ، ابھی آگ بجھنے بھی نہ پائی تھی کہ ان نڈر ملانوں نے جلتی آگ میں قدم بڑھائے اور بھڑکتے ہوئے شعلوں میں گھس کر خزانہ سرکار کا لوٹا تھا۔ حالانکہ یہ کمبل پوش فاقہ کش نفس کش حضرات فساد سے کوسوں دور تھے ....

تذکرة الرشید حصہ اول ص۷۴ تا ۷۶)

اس بیان کو غور سے پڑھئے ! کتنی وضاحت کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں ان حضرات نے جو جنگ لڑی تھی وہ انگریزی سرکار کے خلاف اور بغاوت کی جنگ نہ تھی ۔ بلکہ اس کے برعکس وہ تو سرکار کی حمایت میں " جاں نثارانہ " اور وفادارانہ جنگ تھی ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی یہ نبرد آزمائی انگریزی فوج اور پلٹن کے مقابلے میں نہ تھی بلکہ "سرکار کے مخالف باغیوں" کی سرکوبی کے لئے تھی۔ ان حضرات کے حق میں یہ کہنا "تہمت" اور "جھوٹی تجزی" ہے کہ انھوں نے تھانہ بھون کے فساد میں حصہ لیا تھا اور شاملی تحصیل پر چڑھائی کی تھی۔

درس عبرت

"تذکرۃ الرشید" کے ان تمام اقتباسات میں ہمارے ان مہربانوں کے لئے درس عبرت ہے، جو بعض سوانح نگاروں کے ذاتی تاثرات اور طبعی رجحانات کی آڑ لیکر حضرت میاں صاحب کو اپنے مطاعن کا نشانہ بنانا چاہتے ہیں۔ ابھی بعض کتابیں ہمکو نہیں ملی ہیں، ان کی تلاش جاری ہے مل جانے کے بعد مزید سنسنی خیز انکشافات کی توقع ہے۔

اس ضمنی گفتگو کے بعد ہم پھر اپنے سابق سلسلۂ بحث (میاں صاحب کے سفر حج کے واقعات) کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

ایک فرضی اور جعلی توبہ نامہ

حضرت میاں صاحب قدس سرہ کے سفر حج کے واقعات کے سلسلہ میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ انکے خلاف مکہ معظمہ میں جو "متحدہ محاذ" بنایا گیا تھا جب وہ انکو قتل کرانے یا حبس دوام میں پھنسانے کے منصوبے میں ناکام ہوگیا تو پھر اس نے دوسرے عنوان سے حضرت کے وقار کو گرانے کی کوشش کی۔

مکہ سے یہ جھوٹی خبر ہندوستان بھیجی گئی کہ مولانا سید نذیر حسین صاحب نے پاشاء مکہ کے سامنے "وہابیت" سے توبہ کرلی اور اپنے حنفی ہونے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا اقرار کرلیا ہے عربی اور اردو عبارت میں ایک فرضی اور جعلی توبہ نامہ بھی تیار کرلیا گیا اور اسی کو چھپوا کر شائع کیا گیا۔ مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی مرحوم نے "اشاعۃ السنۃ" جلد ۶ عـ۱۱ صـ۳۲۴ میں ۔۔۔۔ اس کا ذکر کیا ہے اسکی اردو عبارت یہ ہے :۔

"سید محمد نذیر حسین متبع سنت والجماعت عقیدۃً وفعلاً اور اس کے خلاف جتنے مذاہب ہیں خواہ رافضی خواہ خارجی خواہ وہابی سب کو برا سمجھتا ہوں اور موافق مذہب حنفی کے فتوی دیتا ہوں اور حنفی المذہب ہوں وَتُبْتُ مَا اَخْطَأْتُ"

حضرت میاں صاحب کے قلم کے لکھے ہوئے دو سَو سے زائد خطوط کا ایک مجموعہ "مکاتیب نذیریہ" کے نام سے شائع ہوچکا ہے، جس میں فارسی اور اردو دونوں قسم کے خطوط موجود ہیں "توبہ نامہ" کی مذکورہ بالا عبارت کو ان خطوط سے مقابلہ کرکے دیکھ لیجئے، اگر ادب دانشاء کا معمولی ذوق بھی ہوگا تو آپ خود پکار اٹھیں گے ، کہ ایسی بودی بے ربط اور گنجلک عبارت مولانا نذیر حسین محدث دہلویؒ کی نہیں ہوسکتی۔ رہ گیا اس کی تاریخی حیثیت کا معاملہ، سو اسکی بابت مولانا آزاد مرحوم کا بیان پڑھئے فرماتے ہیں :

"ایک توبہ نامہ بھی مولانا نذیر حسین مرحوم کا بعض رسالوں میں میری نظر سے گذرا ہے، اور وہ مباحثہ مرشد آباد میں پیش بھی کیا گیا تھا، لیکن اس کے فرضی ہونے پر میں ایسی شہادتیں رکھتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں جس سے زیادہ قابل اعتبار شہادتیں اور نہیں ہو سکتیں ۱؎
کیونکہ جو تحریر مولانا نذیر حسین نے دی تھی وہ بارہا والد مرحوم نے
مجھے حرف بحرف سنائی ہے ، اور وہ وہی ہے جسکا ابھی ذکر کر
چکا ہوں۔ زیادہ سے زیادہ کہا جا سکتا ہے کہ اسمیں فتنے سے
بچنے کے لئے ایجابی طور پر جس وضاحت سے انھیں اپنے عقاید
بیان کرنا چاہئے تھا اس سے انھوں نے گریز کی۔ لیکن منفی طور
پر انھوں نے اپنے اصلی عقائد سے ہرگز انکار نہیں کیا۔ اور اُن
حالات کو دیکھتے ہوئے جو انھیں وہاں پیش آئے تھے ان کے
اس تسامح کو کوئی بھی قابل الزام کمزوری نہیں قرار دے سکتا
یہ صاف ظاہر ہے کہ اگر وہ حریف کے ساتھ بحث وجدال میں
اتر آتے تو نتیجہ نہایت ہولناک ہوتا "

(آزاد کی کہانی ص۱۰۸)

اس بیان میں مولانا آزاد نے اپنے مختصر اور محتاط جملوں میں جامعیت
کے ساتھ چند بڑی اہم باتوں کی طرف اشارے فرمائے ہیں ہم ان کا تجزیہ
کر کے بتاتے ہیں۔

پہلی بات جو مولانا نے پورے وثوق اور جزم ویقین کے ساتھ فرمائی ہے
وہ یہ کہ۔ جو " توبہ نامہ " مولانا سید نذیر حسین کی طرف منسوب کیا جاتا ہے

۱؎ یہ تحریر ص۳۲۶ و ص۳۲۷ پر نقل ہو چکی ہے ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں تک کہ اس کو بعض رسالوں میں شائع کر دیا گیا ہے وہ بلا شبہ فرضی ہے۔ اسکے فرضی اور جعلی ہونے کی وہ اتنی معتبر اور قطعی شہادتیں اپنے پاس رکھتے تھے کہ جس سے زیادہ معتبر شہادت کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی۔ لیکن آپ کو یہ معلوم کر کے حیرت ہوگی کہ اس کے باوجود بڑے بڑے "ثقہ" حضرات اس فرضی توبہ نامہ کی تشہیر میں مصروف تھے۔ چنانچہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

"غیب کی بات تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مگر اصل حال یہ ہے کہ اس زمانہ میں غیر مقلد تقیہ کر کے اکثر اپنے آپ کو حنفی کہدیتے ہیں اور واقع میں حنفیہ کو مشرک بتلاتے ہیں۔ خود مولوی نذیر حسین نے مکہ معظمہ میں غیر مقلد ہونے سے تبری اور حلف کیا اور حنفی اپنے آپ کو بتلایا اور ہندوستان میں وہ ہر روز سخت غیر مقلد تھے اور اب بھی ویسے ہی ہیں، سو جب امام کا یہ حال ہو تو ان کے مقتدی کیسے کچھ ہونگے اور مولوی نذیر حسین کا حنفیوں کو بدتر از ہنود کہنا معتبر لوگوں سے سنا گیا ہے ...." (تذکرۃ الرشید حصہ اوّل ص۱۶۸)

بتائیے جب "ابو حنیفۃ الزماں، جنید الدوراں، امام ربانی"[1] کا یہ حال ہے تو ان کے مقتدی کیسے کچھ ہوں گے۔ کتنی دیدہ دلیری کے ساتھ، افسوسناک اور بے بنیاد الزامات میاں صاحب سمیت سب "غیر مقلدوں" کے ذمے

---

[1] یہ سب القاب مولانا گنگوہی کی شان میں مولانا مدنی نے استعمال کئے ہیں، ملاحظہ ہو شہاب ثاقب ص۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگا دیئے گئے ہیں۔ کس دنیا میں رہتے ہیں وہ "غیر مقلد جو واقع میں حنفیہ کو مشرک بھی بتلاتے ہیں" اور پھر "تقیہ کر کے اپنے آپ کو حنفی بھی کہہ دیتے ہیں" اور وہ ایسا "اکثر" کرتے ہیں؟ کتنا فساد انگیز، مکروہ، اور جھوٹا ہے مولانا گنگوہی کے "معتبر" راویوں کا یہ بیان کہ مولانا سید نذیر حسین حنفیوں کو ہندوؤں سے بھی بدتر کہتے تھے[1]؟ بھلا ایسی باتیں مجہول اور گمنام شخصوں کی طرف منسوب کر کے کتابوں میں نقل کر دینے کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ اہلحدیثوں اور میاں صاحب کے خلاف لوگوں میں بدظنی اور نفرت پھیلائی جائے؟

تعجب ہوتا ہے کہ مولانا گنگوہی کے سوانح نگار نے تو اہل حدیث اور میاں صاحب کے متعلق گنگوہی صاحب کے یہ خیالات نقل کئے ہیں۔ لیکن "فتاوی رشیدیہ" میں اسکے برخلاف گنگوہی صاحب نے میاں صاحب کے بارے میں اپنی ناواقفیت کا اظہار کیا ہے۔ مندرجہ ذیل سوال و جواب پڑھیئے :۔

سوال :۔ مولانا سید نذیر حسین صاحب کو جو دہلی میں محدث ہیں۔ جو لوگ ان کو مردود اور خارج اہل سنت جانتے ہیں اور لامذہب کہتے ہیں آیا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں۔ باوجود صحیح نہ ہونے کے ایسے لوگ فاسق

---

[1] اس الزام کے جھوٹ ہونے کی ایک واضح دلیل یہ ہے کہ میاں صاحب جمعہ کی نماز ہمیشہ دہلی کی مشہور جامع مسجد میں حنفی امام کے پیچھے ادا کرتے تھے دیکھو الحیاۃ بعد المماۃ ص۱۳۵ و ص۲۱۱ طبع اول۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدکار ہیں یا نہیں۔ اور مولانا صاحب کے عقائد اور اعمال موافق اہل سنت والجماعت ہیں یا نہیں؟ .... جواب بطور بسط کے ارقام فرماویں کیونکہ ایک عالم ان کو لعن طعن کرتا ہے اور بدتر فاسقین سے جانتا ہے فقط

جواب: بندہ کو اُن کا حال معلوم نہیں اور نہ میرے ساتھ اُن کی ملاقات ہے۔ لیکن جو لوگ ان کے حال کے بیان میں مختلف ہیں اگرچہ ان کو مردود اور خارج اہل سنت سے کہنا بھی سخت بیجا ہے۔ عقاید میں سب متحد مقلد غیر مقلد ہیں البتہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں واللہ تعالٰے اعلم۔ رشید احمد گنگوہی (فتاویٰ رشیدیہ طبع کراچی ص۱۹۵)

اگر جواب کی عبارت کا مطلب سمجھنے میں کچھ الجھن محسوس ہو تو اسکی تو... کیونکہ نقل بالکل اصل کے مطابق ہے غالباً یہ لاعلمی والی بات گنگوہی صاحب نے پہلے فرمائی ہوگی۔ پھر بعد میں جب "معتبر لوگوں" سے سن سناکر "واقف" ہو گئے تب وہ الزامات عائد کئے جو ان کے سوانح نگار نے ذکر کئے ہیں۔

دوسری بات مولانا آزاد کے مذکورہ بالا بیان میں یہ بتائی گئی ہے کہ "یہ توبہ نامہ مباحثہ مرشد آباد میں پیش بھی کیا گیا تھا" اس مباحثہ کی دو روئیدادیں اہل حدیث کی طرف سے شائع کی گئی ہیں۔ ایک مولانا محمد سعید صاحب بنارسی مرحوم کی مرتب کی ہوئی ہے۔ اور دوسری مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی مرحوم کی۔ ان دونوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مباحثہ مقام گورا بازار (ضلع مرشد آباد (بنگال) میں بماہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمادی الاولی ۱۳۰۶ھ (مطابق مارچ ۱۸۸۹ء) ہوا تھا۔ موضوع بحث مسئلہ وجوب تقلید شخصی تھا یہ مناظرہ کئی دنوں تک ہوتا رہا۔ فریقین کے اکابر علماء کا اجتماع تھا۔ اہل حدیث کی طرف سے شروع سے آخر تک مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی ہی مناظر رہے مگر احناف کے مناظر بدلتے رہے۔ شروع میں مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب جونپوری۔ مولانا کریم بخش صاحب کلکتہ، مولوی شبیر علی صاحب ملا عارف ولایتی باری باری سامنے آتے رہے۔ آخر میں مولانا عبدالحق صاحب (تفسیر حقانی والے) دہلی سے پہنچے انہی نے یہ "توبہ نامہ" پیش کیا تھا اس کے جواب میں مولانا رحیم آبادی نے فرمایا تھا۔

"ہمارے مخاطب نے یہ کہا ہے کہ ان لوگوں کے اوستاد (جو ان کے بھی اوستاد ہیں) مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب نے مکہ معظمہ میں توبہ کیا ہے ۔۔۔۔ اصل حال یہ ہے کہ دلیل دینے ومباحثہ کرنے میں جب یہ لوگ بر نہیں آتے تو جھوٹ بول کر بہتان باندھکر بازی لیجانا چاہتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ یہ لوگ رسول کی عظمت نہیں کرتے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء نہیں جانتے۔ سؤر کی چربی حلال کہتے ہیں، خالہ پھوپھی سے نکاح جائز سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ہم لوگ ایسے عقیدہ ومذہب والے کو کافر جانتے ہیں۔ پہلے مشہور کر دیا، اخباروں میں چھاپ دیا کہ مولانا نذیر حسین صاحب قتل کئے گئے پھر مشتہر کیا کہ وہ مکہ معظمہ میں قید ہیں جب جناب مولانا سفر حج سے مکان پر واپس آگئے اور یہ لوگ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاف طور سے جھوٹے بن گئے۔ تو یہ توبہ نامہ جعلی بنا کر مشتہر کیا ہے۔ جسکی عربی تک صحیح نہیں۔ اور دفتر وہاں کا ترکی زبان میں ہے اور یہ عربی[1] اور اس پر مہر وغیرہ ندارد۔ اسکی تکذیب کے واسطے اہل حدیث نے خاص دفتر سے وہاں کے پروانۂ حاکم جو مزین بہ مہر و دستخط ہے اسکا فوٹو گراف منگوا کر ان کو جھوٹا ثابت کر دیا۔ وہ فوٹو گراف بعینہ موجود ہے (حضور ثالثین میں پیش کیا گیا) مگر ساتھ اس کے ان لوگوں کو جھوٹ بولتے شرم نہیں آتی۔ شاید سمجھا ہوگا کہ وہ فوٹو گراف یہاں کہاں سے آئے گا۔ ہمارا جھوٹ چل جائے گا فقط (روئداد مناظرہ مرشد آباد ص ۳۲)

مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی مرحوم نے اس فرضی اور جعلی توبہ نامہ کی

---

[1] عربی توبہ نامہ کا پورا متن ابھی ہماری نظر سے نہیں گذرا۔ اسکی دو تین ابتدائی سطریں اشاعۃ السنہ جلد ششم ۱۱ ص ۳۲۴ میں نقل کی گئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل پاشا مکہ کی تحریر ہے جس میں میاں صاحب کے متعلق "وہابیت" سے توبہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔ غالباً یہی عربی تحریر مباحثہ مرشد آباد میں پیش کی گئی تھی۔ اس زمانہ میں حجاز ترکوں کی حکومت کے ماتحت تھا اور سرکاری کاغذات ترکی زبان میں ہوتے تھے۔ اس لئے مولانا رحیم آبادی نے گرفت کی کہ اگر یہ تحریر پاشا مکہ کی ہے اور سرکاری ہے تو ترکی زبان میں ہونا چاہئے نہ کہ عربی میں۔ عربی بھی صحیح نہیں ہے اور نہ اس پر سرکاری مہر ہے نہ دستخط

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بابت بڑی تفصیل سے بحث کی ہے۔ اور اچھی طرح اسکی کھال ادھیڑ کر رکھدی ہے۔ ملاحظہ ہو اشاعۃ السنہ جلد ششم ۱۱ از ص ۳۲۳ تا ص ۳۴۴)

تیسری خاص اور اہم بات جسکی مولانا آزاد نے نشان دہی فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ مولانا سید نذیر حسین صاحب نے اپنے عقاید کی بابت جو تحریر دی تھی اسمیں انھوں نے منفی طور پر تو اپنے اصلی عقائد سے ہرگز انکار نہیں کیا ہے۔ البتہ ایجابی طور پر اپنے عقاید کے اظہار میں کچھ تسامح سے کام لیا ہے۔ لیکن ایسا انھوں نے "فتنے" سے بچنے کیلئے کیا تھا۔ اور جن حالات میں وہ وہاں گھرے ہوئے تھے۔ ان کو دیکھتے ہوئے اس تسامح کو کوئی بھی قابل الزام کمزوری نہیں قرار دے سکتا کیونکہ اگر ایجابی طور پر وہ صاف صاف اپنے عقاید کا اظہار کر کے بحث وجدال پر اتر آتے تو اس کا نتیجہ نہایت ہولناک ہوتا۔

مولانا آزاد کا یہ آخری فقرہ کہ "نتیجہ نہایت ہولناک ہوتا" بڑا معنی خیز ہے۔ اسکے صاف معنی یہ ہیں کہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ کو قتل کرانے کے بارے میں علمائے دیوبند و بریلی کی سازش اپنا پورا کام کر چکی تھی۔ اسلئے یہ ہولناک حادثہ حرم پاک میں پیش آکر رہتا۔

توبہ نامہ کی بابت "الحیاۃ بعد المماۃ" کی بحث کا تحقیقی جائزہ

اس موقع پر حضرت میاں صاحبؒ کے سوانح نگار مولوی فضل حسین صاحب مظفر پوری نے "الحیاۃ بعد المماۃ" میں جو بحث کی ہے اسکو پڑھکر مجھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعجب بھی ہوا اور افسوس بھی۔ ان کی تحریر بہت سے ناظرین کے لئے غلط فہمی کا باعث ہو سکتی ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بحث کا تحقیقی جائزہ لیا جائے۔

موصوف کا تاثر یہ ہے کہ "توبہ نامہ" کے واقعہ کو چھپانے کی کوشش کی گئی ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ مخالفین نے توبہ نامہ کی جو نقل پیش کی ہے اسکو اس بنا پر جعلی قرار دینا کہ اس پر پادشاہ کا دستخط اور دفتر کی مہر نہیں ہے۔ یا مخالفین سے یہ مطالبہ کرنا کہ میاں صاحب کے اصلی اور دستخطی توبہ نامہ کا فوٹو شائع کرو ——— یہ سب مناظرانہ ڈھنگ کی باتیں ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"اور مخالفین کو خطاب کر کے بہ آواز بلند منادی کر دی کہ اگر توبہ نامہ دستخطی شیخ کا ہے تو اسکا فوٹو بھی اسی طرح شائع کرو جس طرح ہم نے شائع کیا ہے۔ مخالفین توبہ نامہ اصلی اب لاتے ہی کہاں سے وہ تو تھا پادشاہ کے دفتر میں جو پیچھے ضائع کر دیا گیا ہوگا۔ دو ایک قلمی نقل اسکی لے کر یہ لوگ چلے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مخالفین فوٹو شائع نہیں کر سکے اور نقلی توبہ نامہ جعلی قرار دیا گیا۔ یہ ڈھنگ ہیں مناظرے کے"

اس کے بعد لکھتے ہیں:۔

"اب میرا سوال یہ ہے کہ اس واقعۂ توبہ کے چھپانے کی کوشش کیوں کی گئی؟ اور اسکے ظاہر کرنے میں میاں صاحب کی کسرِ شان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی کیا تھی ؟ کسی ناکردہ گناہ سے اگر جبراً توبہ کرائی جائے تو توبہ کرنے والے کی ذلت ہی کیا ہوئی ، مثل مشہور ہے اپنی عزت اپنے ہاتھ ۔ ذلت ہے تو ناجائز دباؤ ڈالنے والے کی ۔ جسنے غیر مجرم کو مجرم فرض کر لیا اور اس سے جبراً توبہ بھی کرالی ۔ (ص ۹۸ و ص ۹۹)

بلا شبہ کسی تاریخی واقعہ کو چھپانے کی کوشش کرنا ، سعی نا محمود ہے اگر ایسا کیا گیا ہے تو ہم بھی اسکو ناپسند کرتے ہیں ، لیکن ساتھ ہی یہ بھی گذارش ہے کہ اسی طرح کسی تاریخی واقعہ کی صورت کو مسخ کر کے پیش کرنا بھی مذموم اور ناپسندیدہ حرکت ہے ۔ اس لئے کسی واقعہ کی نسبت صرف اس کے ہونے اور نہ ہونے ہی کی جانچ کافی نہیں ہے ، بلکہ اسکی بھی تحقیق ہونا ضروری ہے کہ واقعہ اگر پیش آیا تھا تو اسکی اصلی صورت کیا تھی ؟ اس لحاظ سے یہاں ہمارے لیے غور طلب مسئلہ صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ میاں صاحب نے حالات کے دباؤ سے مجبور ہو کر توبہ کی تھی یا نہیں ؟ بلکہ اصل جھگڑا تو اس بات کا ہے کہ توبہ نامہ کا مضمون کیا تھا ؟

مخالفین کا دعویٰ یہ ہے کہ " مولانا سید نذیر حسین صاحب نے غیر مقلد ہونے سے تبری اور حلف کیا ۔ اور اس بات کا اقرار کیا کہ میں حنفی المذہب ہوں ، حنفی مذہب کے مطابق فتویٰ دیتا ہوں ۔ اہل سنت والجماعت کے خلاف جتنے مذاہب ہیں خواہ رافضی خواہ خارجی خواہ وہابی سب کو برا سمجھتا ہوں " تو کیا واقعی توبہ نامہ کا مضمون یہی تھا ؟ مصنف " الحیاۃ بعد المماۃ " کے بیان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ توبہ نامہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مضمون کو صحیح سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ان کا وہ مذکورہ بالا بیان ایک بار پھر پڑھئے جس میں انھوں نے صاف طور سے یہ تسلیم کیا ہے کہ "مخالفین کے پاس اصلی توبہ نامہ تو نہیں ہے۔ مگر اسکی دو ایک قلمی نقل لے کر یہ لوگ چلے تھے" (اور اب ہندوستان میں اسی کو پیش کرتے ہیں) (یہ نقل اگرچہ اصل کے مطابق ہے) لیکن اصل کا فوٹو نہیں ہے۔ اس لئے اس نقلی توبہ نامہ کو جعلی قرار دیدیا گیا۔

مصنف "الحیاۃ" نے اپنے اس بیان کے ثبوت میں اگر تاریخ کی کوئی قابل اعتماد شہادت پیش کی ہوتی تو ہمیں اس کے ماننے میں کوئی عذر نہ ہوتا۔ اور ہم بھی یہی کہتے کہ چونکہ یہ جبراً ہوا تھا اسلئے اس کا کوئی وزن نہیں ہے اور نہ اسمیں میاں صاحب کی کوئی ذلت ہے لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ اتنے شدید الزام کی تائید کرتے ہوئے مصنف "الحیاۃ" مرحوم نے اپنی کوئی ذمہ داری محسوس نہیں کی اور بلا کسی تاریخی ثبوت اور شہادت کے یہ تسلیم کر لیا کہ مخالفین جو توبہ نامہ پیش کرتے ہیں۔ یہ اصل کے مطابق ہے۔ اسکو جعلی قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ حد یہ ہے کہ واقعہ کی جو "اصلی اور سچی" روئیداد انھوں نے خود پیش کی ہے۔ اسمیں بھی مخالفین کے شائع کردہ توبہ نامہ کے ایک لفظ کی بھی تائید و تصدیق موجود نہیں ہے۔ مندرجہ ذیل بیان غور سے پڑھئے۔

مصنف "الحیاۃ" لکھتے ہیں:۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"میرے پاس کافی دلائل اسکے موجود ہیں کہ واقعات پبلک سے چھپائے گئے۔ جس کا مختصر مگر اصلی اور سچا بیان یہ ہے کہ میاں صاحب کے ہم وطن و مہاجر ہموطن نے پاشا مکہ کے ہاں نہایت موثق اور موثر طریقہ پر مخبری کی کہ مولوی نذیر حسین دہلوی جو ہندوستان سے حج کو آئے ہیں وہ معتزلی اور وہابی ہیں۔ اگر ان کی تنبیہہ اور سرزنش نہیں کی جائے گی تو اہل مکہ بلکہ اہل عرب کا عقیدہ فاسد ہو جائیگا اور تین سو سے زیادہ آدمیوں نے پاشا کے سامنے اسکی گواہی دی۔ چونکہ اہل عرب اور ترک اعتزال کو نہایت ہی برا سمجھتے ہیں۔ پاشا نے آپ کو مع ان لوگوں کے جن کا ذکر اوپر گذر چکا دوبارہ طلب کیا اور تین روز تک اپنے مکان میں نظر بند رکھا۔ اور پوچھا کہ آپ معتزلی ہیں؟ میاں صاحب نے جواب دیا کہ نہیں۔ پوچھا کہ اعتزال کو آپ کیسا سمجھتے ہیں؟ آپ نے کہا نہایت بُرا۔ تب پاشا نے کہا کہ اچھا اعتزال سے آپ تحریری طور پر توبہ کیجئے اور اس توبہ نامہ پر اپنا دستخط کیجئے۔ کچھ دیر کی رد و کد کے بعد میاں صاحب نے اپنا دستخط کر دیا۔ اور لکھدیا کہ میں معتزلی نہیں ہوں اور اعتزال سے توبہ کرتا ہوں"۔ (الحیاۃ بعد المماۃ ص۹۶)

اس موقع پر مصنف "الحیاۃ" نے حاشیہ میں میاں صاحب کا ایک خط بھی نقل کیا ہے جس سے غالبًا اپنے بیان کی تائید مقصود ہے۔ یہ خط میاں صاحب نے سفر حج سے واپس آنے کے بعد اپنے ایک شاگرد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولوی سید عبدالعزیز صاحب ساکن موضع صمدن ضلع فرخ آباد (یوپی) کو لکھا تھا اسکا ضروری حصہ یہ ہے :-

"الحمدللہ میں سفر حجاز سے واپس آیا آپنے اخبار میں سب حال دیکھے ہوں گے۔ نصرۃ السنہ نے جو چھاپا ہے وہ صحیح کیفیت سمجھو۔ برادران ہند کی عنایت تھی، میرا جو اعزاز و تعظیم و تبجیل عرب میں ہوا اس کا شکریہ بجناب باری تعالیٰ کرتا ہوں بیشک سعایت معاندین و منافقین سے مجھے ابتداءً بہت دشواریاں پیش آنا محسوس ہوئی تھیں، مگر الحمدللہ کہ وہ بالکل کچھ نہ تھیں یہ تم پر ظاہر ہے کہ میں معتزلی[1] نہیں ہوں۔ بس مجھ پر کیا حصر ہے۔ بلکہ تمام مسلمین پر اس سے توبہ کرنا واجب ہے۔ میں نے بھی توبہ کی۔ عرب میں اعتزال کو بہت خراب سمجھتے ہیں اور فی الواقع وہ بُری چیز بھی ہے ...."

پڑھ لیا آپ نے مصنف "الحیاۃ" کا وہ بیان جسکی بابت انھوں نے خود اقرار کیا ہے کہ یہ "اصلی اور سچا" ہے اُسی کے ساتھ حضرت میاں

---

[1] مسلمانوں کے گمراہ فرقوں میں ایک فرقہ "معتزلہ" بھی ہے انھیں کو "قدریہ" بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ انسانوں کے افعال کو انسانوں کی قدرت کی طرف منسوب کرتے ہیں یعنی خود انسانوں کو اپنے افعال کا خالق مانتے ہیں۔ اور تقدیر کے بھی منکر ہیں۔ ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ کلام الٰہی مخلوق ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو صرف خیر کا خالق مانتے ہیں ان کے نزدیک گناہ کبیرہ کا مرتکب اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ ان کے اسی قسم کے عقائد ہیں جو بظاہر کتاب و سنت کے خلاف ہیں اسلئے اہل حدیث ان سے اپنی برأت اور بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔ ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب کا وہ مکتوب گرامی بھی آپ کے ملاحظہ میں آگیا جسکو مصنف "الحیاۃ" ہی نے نقل کیا ہے۔ اب بتائیے ان سے مصنف "الحیاۃ" کے اس دعوی کی کس طرح تائید و تصدیق ہوتی ہے کہ مخالفین کے شائع کردہ توبہ نامہ کا مضمون اصلی توبہ نامہ کی نقل ہے اسکو جعلی قرار دینا مناظرانہ ڈھنگ کی بات ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ "اصلی توبہ نامہ" میں تو صرف "اعتزال" سے توبہ کرنے کا ذکر ہے جس کا "نقلی توبہ نامہ" میں کہیں نام و نشان بھی نہیں ہے تو پھر اسکے بعد اب کیا شبہہ باقی رہ جاتا ہے۔ اس بات کے تسلیم کر لینے میں کہ مخالفین کا شائع کردہ توبہ نامہ یقیناً فرضی اور جعلی ہے۔ جو لوگ اسکے اصلی ہونے کا یا نقل کو اصل کے مطابق ہونیکا دعوی کریں ان سے اسکا قابل اعتبار ثبوت طلب کرنا مناظرانہ قسم کی دھاندلی نہیں ہے بلکہ قرآن حکیم کے اس قانون کی تعمیل ہے۔

یاایھا الذین امنوا ان جاء کم	"اے ایمان والو اگر کوئی شریر آدمی تمہارے
فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا	پاس کوئی خبر لاوے تو خوب تحقیق کر لیا کرو
قوما بجھالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم	کبھی کسی قوم کو نادانی سے کوئی ضرر نہ پہونچا دو
نادمین ○	پھر اپنے کئے پر پچھتانا پڑے"

یہ ترجمہ مولانا اشرف علی صاحب کی تفسیر بیان القرآن سے لیا گیا ہے موصوف نے اس آیت میں "فاسق" کا ترجمہ "شریر" کیا ہے۔ کیا میاں صاحب کو بدنام کرنے اور ان کے توسط سے پوری جماعت اہلحدیث کو بلا وجہ مطعون کرنے کے درپے ہونا شرارت کی بات نہیں ہے؟ اور ایسے لوگوں کو "شریر"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہنا غلط ہے؟ اگر نہیں، اور یقیناً نہیں، تو پھر ان کی کسی خبر کو بلا تحقیق کیسے مان لیا جائے؟

ایک شبہہ اور اسکا جواب اگر کہا جائے کہ خبر مخالفین کا شائع کردہ توبہ نامہ تو واقعی جعلی اور فرضی ہے مگر یہ تو ثابت ہوا کہ میاں صاحب نے "اعتزال" سے توبہ کی تھی۔ تو کیا وہ معتزلی تھے؟ اگر نہیں تو پھر اس سے توبہ کرنیکا کیا مطلب ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ مصنف "الحیاۃ" کے بیان میں گذر چکا کہ پاشاء مکہ کے سوال کرنے پر میاں صاحب نے صفائی کے ساتھ فرمایا تھا کہ میں معتزلی نہیں ہوں۔ اور اعتزال کو نہایت بُرا سمجھتا ہوں اس کے باوجود پاشا نے مطالبہ کیا آپ تحریری طور پر اعتزال سے توبہ کریں۔ میاں صاحب نے اس پر اُسکے ساتھ ردوکد کی۔ مگر جب وہ نہیں مانا تو میاں صاحب نے دستخط کر دیا اور لکھ دیا کہ "میں معتزلی نہیں ہوں" اور اعتزال سے توبہ کرتا ہوں"۔ میاں صاحب کی تحریر کے ان دونوں فقروں پر غور کیجئے۔ پہلا فقرہ میاں صاحب کا یہ ہے کہ "میں معتزلی نہیں ہوں" اسکے بعد یہ فقرہ لکھا ہے کہ "میں اعتزال سے توبہ کرتا ہوں" ظاہر ہے کہ پہلے فقرے میں میاں صاحب نے اپنا مستقل اور مستمر عقیدہ بیان کیا ہے۔ اس کے بعد اسی عقیدہ کی بنا پر دوسرے فقرے میں اعتزال سے اپنی برارت اور نفرت کا اظہار کیا ہے۔ لیکن برارت اور نفرت کے بجائے "توبہ" کا لفظ اسلئے استعمال کیا کہ اسی کی بابت پاشا مکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا اصرار تھا۔ گویا ان دونوں فقروں سے میاںصاحب کا مقصد یہ تھا کہ "میں معتزلی نہیں ہوں" (بلکہ اعتزال کو نہایت برا سمجھتا ہوں اسلئے) اس سے اپنی بیزاری اور نفرت کا اظہار کرتا ہوں "۔ اس توجیہہ کی تصدیق خود حضرت میاںصاحب کے کلام سے ہوتی ہے۔ حضرت کے جس مکتوب گرامی کا اقتباس اوپر ہم نے نقل کیا ہے اس میں وہ فرماتے ہیں:۔

"یہ تم پر ظاہر ہے کہ میں معتزلی نہیں ہوں، پس مجھ پر کیا حصر ہے۔ بلکہ تمام مسلمین پر اس سے توبہ کرنا واجب ہے ....."

کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ اس سے میاںصاحب کی مراد یہ ہے کہ تمام مسلمان معتزلی ہیں۔ اسلئے ان پر واجب ہے کہ اس سے توبہ کریں؟ لہذا اسکے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہاں "توبہ کرنے" سے میاںصاحب کی مراد یہی ہے کہ جب کبھی اسکا موقع آئے اسوقت مسلمانوں پر واجب ہے کہ اعتزال سے اپنی نفرت اور بیزاری کا اظہار کریں۔ بس یہی مراد اور مقصد اس "توبہ" سے بھی ہے جس پر بادشاہ نے میاںصاحب سے دستخط کرایا تھا۔



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شمس العلماء کا خطاب

حاسدین و معاندین کی طرف سے حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کی ذات گرامی کو جن مطاعن کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ ان میں سے ایک طعنہ یہ بھی ہے کہ ان کو گورنمنٹ انگلشیہ کی طرف سے ۲۲ جون ۱۸۹۷ء مطابق ۱۲ محرم ۱۳۱۵ھ روز سہ شنبہ کو "شمس العلماء" کا خطاب ملا تھا۔ اس واقعہ کو میاں صاحب کے سوانح نگار نے "الحیاۃ بعد المماۃ" میں خصوصی اہتمام سے ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ اسکی بابت میاں صاحب نے گویا اپنی خوشنودی کا اظہار کیا تھا چنانچہ مصنف "الحیاۃ" لکھتے ہیں:

"شمس العلماء کے خطاب کا تذکرہ جب کوئی شخص میاں صاحب کے روبرو کرتا تو آپ نہایت ہی سادگی سے فرماتے کہ میاں خطاب سے کیا ہوتا ہے ہمارے لئے تو پورا خطاب قرآن مجید میں حنیفاً مسلماً کا موجود ہے۔ دنیاوی خطاب سلاطین سے ملا کرتا ہے۔ یہ گویا ان کے خوشنودی کا اظہار ہے مجھے تو کوئی نذیر کہے تو کیا اور شمس العلماء کہے تو کیا۔ میں نہایت خوش ہوں کہ ہر ایک میاں صاحب مجھے کہتا ہے۔ بھائی سادات کیلئے پیارا لفظ اس سے بڑھ کر نہیں ہے اس لفظ کی برکات سے میری درویشانہ طرز میں فرق نہ آئے بس خدا کا یہی فضل ہے۔

(الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۰۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منقولہ بالا اقتباس میں خط کشیدہ فقرہ مصنف "الحیاۃ" کا اپنا ذاتی تاثر اور استنباط ہے۔ یہ حضرت میاں صاحب کے الفاظ نہیں ہیں۔ اسلئے اس فقرے سے ہم پر کوئی حجت نہیں قائم کیجا سکتی۔ ہمارے لئے قابلِ غور تو صرف وہ جملے ہیں جو میاں صاحب نے فرمائے ہیں۔ تاہم ہم پوری دیانتداری سے عرض کرتے ہیں کہ بار بار غور کرنے کے باوجود ہماری سمجھ میں یہ بات کسی طرح نہ آئی کہ مصنف "الحیاۃ نے آخر میاں صاحبؒ کے کس جملے سے اپنا یہ تاثر مستنبط کیا ہے کہ "یہ گویا ان کے خوشنودی کا اظہار ہے" اسکے برخلاف ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ اس موقع پر حضرت میاں صاحب نے جتنے جملے ارشاد فرمائے ہیں وہ سب کے سب ان کی باوقار اور پرعظمت شخصیت کے بالکل شایان شان ہیں۔ ان کے لفظ لفظ سے اس قسم کے دنیاوی خطابات اور شاہی اعزازات کی بابت استغنا اور بے نیازی کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ انھوں نے سب سے پہلے اس خطاب (حنیفاً مُّسلماً) کو اپنا سرمایۂ افتخار قرار دیا جو قرآن مجید میں شہنشاہ دوجہاں کی طرف سے پوری امت مسلمہ کو ملا ہے۔ اسکے بعد یہ کہہ کر کہ "دنیاوی خطاب سلاطین سے ملا کرتے ہیں" میاں صاحب نے ایسے خطابات کی وقعت کو گرایا ہے۔ اور ان کی اہمیت کو گھٹایا ہے۔ اسلئے کہ احکم الحاکمین کے عطا کردہ خطاب کے مقابلہ میں دنیاوی سلاطین کے خطابات کے ذکر کرنیکا منشا اسکے سوا کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس اس سے اس خطاب (شمس العلماء) کی بابت میاں صاحب کی پسندیدگی اور خوشنودی کا اظہار تو ہرگز نہیں ہوتا۔ ہاں اس سے ان کی نگاہ میں اس خطاب کی بے وقعتی کا اظہار البتہ ہوتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے صاف صاف فرمادیا کہ "مجھے کوئی نذیر کہے تو کیا" اور "شمس العلماء کہے تو کیا" یعنی اگر نذیر کہنے سے میری عزت افزائی نہیں ہوتی تو شمس العلماء کہنے سے بھی میری شان نہیں بڑھتی۔ میری نگاہ میں یہ دونوں ہی لفظ برابر ہیں اتنا ہی نہیں بلکہ اس سے آگے یہ بھی فرمایا "میں نہایت خوش ہوں کہ ہر ایک میاں صاحب مجھے کہتا ہے" گویا مقصد یہ تھا کہ دنیاوی عزت افزائی کے لحاظ سے یہ شاہی خطاب میرے لئے خوشنودی کا باعث نہیں بلکہ اس لحاظ سے میرے لئے خوشنودی کا باعث وہ خطاب ہے جو خاندان ولی اللہی کی جانشینی کے طفیل میں زبان خلق کی طرف سے مجھے ملا ہے اور سادات کیلئے لوگوں نے اختیار کیا ہے۔ کتنی متانت اور سنجیدگی کیساتھ فرماتے ہیں "بھائی سادات کیلئے پیارا لفظ اس سے بڑھ کر نہیں ہے"

سوچنے کی بات ہے کہ جو اللہ کا بندہ "میاں صاحب" جیسے سادہ لفظ کو اپنے حق میں سب سے بڑھ کر "پیارا لفظ" سمجھتا ہو اور اپنی فقیرانہ اور درویشانہ زندگی کو اس لفظ کی "برکات" میں شمار کرتا ہو جس کا جذبہ یہ ہو کہ "اس لفظ کی برکات سے میری درویشانہ طرز میں فرق نہ آئے۔ بس خدا کا فضل یہی ہے" بھلا وہ اس اونچے خطاب پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی خوشنودی کا کیا اظہار کریگا ؟ جو کسی دنیادار حاکم کی طرف سے محض اپنے دنیاوی اغراض و مصالح کے پیش نظر ملا ہو ۔ اور جس کی بابت اس بات کا پورا خطرہ موجود ہو کہ اسکی وجہ سے نفس امارہ تفوق اور برتری کے احساسات میں مبتلا ہو کر، جاہ پسندی، شہرت طلبی، اور نام و نمود کا رسیا بن جائے گا ۔ حضرت میاں صاحبؒ اپنی فقیرانہ زندگی پر کس طرح مطمئن اور قانع تھے، اس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ہو سکتا ہے ۔ مصنفؒ الحیاۃ" لکھتے ہیں :-

" نواب سکندر بیگم مرحومہ والیہ بھوپال اپنے مدار المہام منشی جمال الدین مرحوم کیساتھ دہلی آئیں اور میاں صاحب سے عہدۂ قضائے ریاست کے قبول کرنے کی استدعا کی ۔ مگر آپ نے ملازمت سے قطعاً انکار کیا اور فرمایا کہ میں تو وہاں کا قاضی القضاۃ ہو کر امیرانہ ٹھاٹھ سے مسند لگائے حاکم بنا ہوا بیٹھا رہونگا ۔ یہ غریب طلباء چٹائی کے بیٹھنے والے مجھ کو کہاں ڈھونڈھتے پھریں گے ۔

(الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۳۱)

بتائیے ! جس مرد خدا نے ایک مسلمان ریاست کے بخشے ہوئے اعزاز کو پا کر اپنی خوشی کا اظہار نہ کیا ہو ۔ اور نہ رضا و رغبت کیساتھ اسکو قبول کر لینا گوارہ کیا ہو ۔ اس کی نسبت ہم کس طرح باور کریں کہ اس نے انگریز کے دیئے ہوئے اعزاز کو پا کر اپنی خوشی کا اظہار کیا ہوگا ؟ اور رضا و رغبت کیساتھ اسے منظور کیا ہوگا ؟ یہ صحیح ہے کہ میاں صاحبؒ ،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس خطاب کو واپس نہیں کیا، لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ اسکا سبب یہی تھا کہ وہ اس سے خوش تھے۔ اسکے دوسرے اسباب بھی ہو سکتے ہیں اور وہی قرین قیاس ہیں جیسا کہ ہم آگے بتائیں گے۔ اس سے پہلے ایک دوسرا واقعہ بھی سن لیجئے جس سے معلوم ہو سکے گا کہ کس طرح میاں صاحب اپنی فقیری میں بھی شاہی آن بان کی شان رکھتے تھے۔ انھیں منشی جمال الدین مرحوم مدار المہام ریاست بھوپال نے جن کا ذکر ابھی اوپر گذرا ہے ایک مرتبہ حضرت میاں صاحب کو مشورہ دیا کہ آپ اپنے مدرسہ کی امداد کیلئے بھوپال کی رئیسہ کی خدمت میں کوئی تحریر بھیجیں۔ اسکے جواب میں میاں صاحبؒ نے ان کو لکھا:

"در بارِ اعانت مدرسہ مرا کہ نوشتہ اند کہ تحریرے بجناب سرکار عالیہ والیۂ ملک باید نوشت تا معاملہ رو باصلاح گیرد مرا از ایں چنیں لغو تحریرے ہا ہمیشہ اجتناب است بر در خداوند تعالیٰ نشستہ در ایں ولی وہم وے تعالیٰ شانہ از خزانۂ غیب اعانت مدرسہ و متعلمین خواہد کرد چہ کہ مرا از رجوع خدمت اغنیار کراہتے بخشیدہ است بندہ فقیر برائے خود نمی خواہد ہر کہ دریں جا آوردہ مرا و طالبان را روزی کافی و وافی می رساند پس مایۂ قناعت خود فروختن کار ابلہان است"... مکاتیب نذیریہ ص۱۷۱

ترجمہ: آپ نے میرے مدرسہ کی امداد کے بارے میں جو تحریر فرمایا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ سرکار عالیہ والیۂ ریاست کو لکھنا چاہیئے تاکہ معاملہ درست ہو جائے۔ تو مجھ کو ایسی لغو تحریکوں سے ہمیشہ پرہیز رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر بیٹھ کر پڑھاتا ہوں۔ وہی اپنے خزانۂ غیب سے مدرسہ اور طالب علموں کی مدد کریگا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے امیروں کے دروازے پر جانے سے کراہت بخشی ہے۔ بندہ فقیر اپنی ذات کیلئے کچھ نہیں چاہتا ہے۔ جو یہاں لایا ہے وہی مجھکو اور میرے طالبعلموں کو پوری روزی بہم پہونچاتا ہے۔ ایسی صورت میں صبر وقناعت کی پونجی کو فروخت کر دینا نادانوں کا کام ہے ؟

جس صاحب صدق وصفا مومن باخدا کی خودداری کا یہ عالم ہو کہ ایک مسلمان اور عقیدت مند والیہ ملک کی خدمت میں اپنے لئے نہیں اپنے مدرسہ اور طلباء کی اعانت کیلئے بھی درخواست پیش کرنا لغو اور بیکار حرکت سمجھتا ہو۔ جو پوری بے نیازی اور اطمینان قلب کیساتھ یہ اعلان کرتا ہو کہ "مرا از رجوع خدمت اغنیا کراہتے بخشیدہ است" "مجھے اللہ تعالیٰ نے امیروں کے درباروں اور مالداروں کے دروازوں پر اپنی حاجت لیکر جانے سے کراہت اور نفرت کی نعمت بخشی ہے" اس کے حق میں میں تو یہ سوچنا بھی اسکی خودداری اور بے نیازی کی توہین سمجھتا ہوں کہ کسی انگریز افسر کے عطا کردہ خطاب کو اس نے اپنی رفعت شان کا ذریعہ سمجھا ہو، اور اس بنا پر اسکی بابت اپنی خوشنودی کا اظہار کیا ہو۔ جاننا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثم حاشا۔

مصنف "الحیاۃ" ہی نے نقل کیا ہے کہ:۔

"مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب لاہوری فرماتے ہیں کہ میں جب دہلی میں پڑھتا تھا تو میاں صاحب اکثر میری فرودگاہ پر تشریف لاتے اور اسی صف نعال کے قریب چٹائی پر بیٹھ جاتے۔ میں باصرار عرض کرتا کہ حضور ادھر فرش پر بیٹھیں۔ تو فرماتے ؎

بر لباط اغنیاء ہرگز نیا بند اہل فقر
زانکہ نقش بوریا ایں قوم را زنجیر پاست

(الحیاۃ بعد المماۃ ص۱۳۳)

ذرا سوچئے! جس بوریا نشین فقیر کی طبیعت کا یہ رنگ ہو کہ وہ اپنے شاگردوں کے سامنے بھی جوتوں کے قریب چٹائی پر بیٹھ جانے ہی کو اپنی عزت سمجھتا ہو، اس کے مزاج کیساتھ یہ بات کسطرح میل کھا سکتی ہے کہ وہ کوئی دنیاوی اعزاز و خطاب پاکر خوش ہوا ہوگا، اور یا اپنی اس خوشی کا دوسروں پر اظہار بھی کیا ہوگا؟

"شمس العلماء" کا خطاب حاصل کرنیکی میاں صاحب کوشش تو کیا کرتے، ان کو تو کبھی اسکا وہم و گمان بھی نہ گذرا تھا کہ ان پر انگریز کی یہ "نوازش" ہوگی۔

مصنف "الحیاۃ" لکھتے ہیں:۔

"معلوم ہوا ہے کہ جس وقت کمشنر دہلی نے بحکم لفٹنٹ گورنر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پنجاب گورنمنٹ کی طرف سے اس خطاب کی خبر آپ کو دی اس سے ایک منٹ آگے میاں صاحب کے وہم وگمان میں بھی کبھی یہ بات نہ آئی تھی۔ کہ میں اس عام لقب سے ملقب ہوں گا۔ (الحیاۃ ص۱۰۳)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ میاں صاحب نے اپنے وجدان وشعور کیساتھ بالقصد انگریزی حکومت کی خیر خواہی کی نیت سے کبھی کوئی ایسی خدمت انجام نہیں دی تھی جسکے صلہ میں خود انکو کسی خصوصی انعام واکرام کی توقع ہوتی۔ کیونکہ اگر ان کا اپنا کوئی ایسا کارنامہ ہوتا، تو پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ اس اعزازی خطاب یا اس قسم کے کسی دوسرے انعام واکرام کے ملنے سے بالکل خالی الذہن ہوتے۔

درحقیقت یہ انگریز کی ایک حکمت عملی اور پالیسی تھی۔ اس نے اپنے مفاد کی خاطر میاں صاحب کو یہ اعزاز دیا تھا۔ غالباً میاں صاحب بھی اسکو بھانپ گئے تھے۔ جیسا کہ انکے بعض وہ فقرے اس پر دلالت کرتے ہیں جو اس خطاب کی خوشخبری سنانے والوں کے سامنے انھوں نے پہلی بار فرمائے تھے۔ چنانچہ مصنف "الحیاۃ" کا بیان ہے کہ

"جب لوگ خلعت وخطاب کیساتھ میاں صاحب سے ملے اور آپ کو اس سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہم غریب آدمی خلعت وخطاب لیکر کیا کریں گے۔ خلعت وخطاب تو بڑے آدمیوں کو ملنا چاہیئے۔ ہم کو دینا لاحاصل ہے۔ بعد اس گفتگو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شنید کے آپ نے اسی قدر فرمایا" اچھا صاحب آپ حاکم ہو جو چاہو کہو" (الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۰۳)

میاں صاحب کا یہ فقرہ اپنی جگہ بڑا ذو معنی ہے کہ" ہمکو دینا لاحاصل ہے" یعنی خلعت و خطاب دے کر بڑے آدمیوں کو خرید اجاتا ہے اور موقع بموقع ان کو اپنے مقصد برآری کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے مجھ جیسے آدمی کو خلعت و .... خطاب دینا لاحاصل ہے کیونکہ مجھے اس خطاب کے ذریعہ نہ خرید اجا سکتا ہے اور نہ اپنے مقصد کیلئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ یوں تم حاکم ہو۔ اپنے منہ سے کہنے کو جو تمھارا جی چاہے کہو۔ نذیر حسین کہو یا شمس العلماء مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔ میرے نزدیک یہ دونوں ہی برابر ہیں!

اسی مقصد کو میاں صاحب نے ایک سنجیدہ انداز میں ادا کیا ہے۔ اور یہی انداز ان کی باوقار شخصیت کیلئے مناسب بھی تھا اسلئے کہ وہ کوئی ہنگامہ پسند لیڈر تو تھے نہیں کہ تیز و تند جملے استعمال کر کے" زندہ باد" کے نعرے لگواتے۔ اور پھولوں کے ہار سے اپنا استقبال کراتے۔

ایک صاحب کا کہنا ہے کہ میاں صاحب کو یہ خطاب مولانا بٹالوی مرحوم نے دلایا تھا! معلوم نہیں وہ اپنے اس دعوے پر کیا ثبوت رکھتے ہیں مجھے تو اب تک تاریخ سے اسکی کوئی شہادت نہیں ملی۔ بہر حال یہ یقینی ہے کہ میاں صاحب کی اپنی کسی کوشش کو اس خطاب کے ملنے میں قطعاً کوئی دخل نہیں تھا۔ اب رہا یہ شبہ کہ پھر میاں صاحب نے اس کو صاف لفظوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں رد کیوں نہیں کر دیا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس خطاب کے ملنے پر میاں صاحب نے اپنے تاثرات کا اظہار جن الفاظ میں فرمایا تھا جب اُن سے معلوم ہوتا ہے (جیسا کہ ہم نے اوپر بتایا) کہ میاں صاحب کی نظر میں اس کی کوئی وقعت نہیں تھی۔ اور نہ انھوں نے اس سے کوئی دلچسپی لی تھی، تو نتیجہ کے اعتبار سے میاں صاحب کا یہ طرز عمل اسکے رد کر دینے ہی کے مرادف ہے۔ البتہ صاف و صریح لفظوں میں رد نہیں کیا، اسلئے کہ ابھی چند ہی سال گذرے تھے کہ اہل حدیث انگریزی حکومت کی نگاہوں میں سخت معتوب تھے، کیونکہ بقول مولانا غلام رسول مہرؔ اہل حدیث اور وہابیوں "کو مترادف سمجھا جاتا تھا"[1] بغاوت کے الزام میں ان پر کئی مقدمات چل چکے تھے۔ اور ان مقدمات کی وجہ سے ان میں سے بہتوں کی بڑی بڑی جائدادیں ضبط ہو چکی تھیں۔ کتنوں کو کالا پانی اور حبس دوام کی سزا ہو چکی تھی۔ خود میاں صاحب بھی ایک مقدمہ کے سلسلے میں گرفتار ہو کر تقریباً ایک سال تک جیل میں نظر بند تھے۔ ادھر علمار احناف کی اشتعال انگیزیوں کی وجہ سے حنفی عوام برابر موقع کی تاک میں رہتے تھے انگریز افسروں کے پاس جا جا کر "وہابیوں" کے خلاف مخبری کرتے تھے انکو بھڑکاتے تھے کہ "وہابی" آپ کے باغی اور بدخواہ ہیں۔

الغرض سالہا سال کی پریشانیاں اور مصیبتیں جھیلنے کے بعد، اب بظاہر فضا میں کچھ سکون پیدا ہوا تھا۔ اور اہل حدیث کے خلاف انگریزی بدگمانیوں

[1] ملاحظہ ہو سرگذشت مجاہدین صـ ۱۲۰۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کمی آگئی تھی، ایسی حالت میں اگر صاف وصریح لفظوں میں میاں صاحب اس خطاب کو رد کر دیتے تو یہی حنفی حضرات جنھوں نے آج تک میاں صاحب کا پیچھا نہیں چھوڑا ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے۔ اور انگریز افسروں کے پاس جاکر انکے کان بھرتے کہ اگر یہ آپکے باغی اور بدخواہ نہیں ہیں تو آپ کا خطاب انھوں نے کیوں واپس کر دیا؟ اس طرح خطرہ تھا کہ میاں صاحب اور پوری جماعت اہلحدیث پر پھر مصیبت کا دور شروع ہو جاتا۔ یہ مصلحت تھی جسکے باعث میاں صاحب نے اس معاملہ میں بظاہر اغماض اور چشم پوشی سے کام لیا۔





محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میاں صاحب کی خانہ تلاشی

اور

جیل کی نظر بندی

حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی زندگی کے ان واقعات کے سلسلہ میں جو ان کے زمانہ کی حکومت اور سیاست سے متعلق ہیں، یہ واقعہ بھی قابل ذکر ہیں کہ ۱۸۶۴ء و ۱۸۶۵ء (مطابق ۱۲۸۰ھ و ۱۲۸۱ھ) میں پٹنہ اور انبالہ وغیرہ میں بہت سے مسلمان اس الزام میں گرفتار کیے گئے۔ اور ان پر سنگین مقدمات چلائے گئے کہ یہ لوگ خفیہ طریقے سے سرحد پار کے ان مجاہدین کی مدد کر رہے ہیں جو انگریزوں سے برسرپیکار ہیں۔ ان ماخوذین میں بڑی تعداد اہلحدیثوں کی تھی۔ اسی لئے یہ مقدمات "وہابی کیس" کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ ان کی تفصیلات بڑی دردانگیز ہیں جو ان شاء اللہ اپنے موقع پر پیش کی جائیں گی۔ حضرت میاں صاحب قدس سرہ اہلحدیث کے سرخیل اور سرتاج تھے۔ اسلئے وہ بھی ان مقدمات کی لپیٹ میں آئے پہلے ان کے مکان اور مسجد کی تلاشی ہوئی۔ کچھ خطوط اور کاغذات پولیس اپنے ساتھ لے گئی اسکے بعد خود میاں صاحب کو دہلی سے پشاور طلب

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا گیا۔ اور پشاور سے پھر راولپنڈی لے جایا گیا۔ راولپنڈی ہی کے جیل خانے میں ایک سال تک نظر بند رکھے گئے۔ مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں:۔

...... (ان مقدمات میں) شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی بھی ہدف ابتلا بنے تھے۔ میاں صاحب مرحوم اہل حدیث کے سرتاج تھے۔ اہل حدیث اور "وہابیوں" کو مترادف سمجھا جاتا تھا مخبروں نے میاں صاحب کے خلاف بھی شکایتیں حکومت کے پاس پہنچائیں انکے مکان کی تلاشی ہوئی۔ اور بہت سے خط پائے گئے، جو ہندوستان کے مختلف حصوں سے آتے رہتے تھے۔ ان میں یا تو مسئلے پوچھے جاتے تھے یا مختلف دینی کتابوں کے متعلق دریافت کیا جاتا تھا۔ میاں صاحب سے پوچھا گیا کہ آپ کے پاس اتنے خطوط کیوں آتے ہیں؟ انھوں نے بے تکلف جواب دیا کہ یہ سوال خط بھیجنے والوں سے کرنا چاہیئے نہ کہ مجھ سے ایک خط میں مرقوم تھا کہ "نخبۃ الفکر" (اصول حدیث کی ایک کتاب) بھیج دیجئے۔ مخبر نے کہا کہ یہ خاص اصطلاح ہے جس کا مفہوم کچھ اور ہے۔ اور یہ لوگ خطوں میں اصطلاحی الفاظ سے کام لیتے ہیں۔

میاں صاحب نے یہ سنا تو جلال میں آگئے۔ اور فرمایا نخبۃ الفکر کیا؟ توپ؟ نخبۃ الفکر کیا؟ بندوق؟ نخبۃ الفکر کیا؟ گولہ بارود؟ بہرحال آپ کو دہلی سے راولپنڈی لے گئے۔ اور وہاں کم وبیش

لہ حاشیہ "الحیاۃ بعد المماۃ" صہ ۸۱ و ۸۲۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک سال جیل خانے میں نظر بند رکھا ...... میاں صاحب نے سرکاری لائبریری سے کتابیں منگوانے کی اجازت لے لی تھی اور ان کا بیشتر وقت مطالعہ میں گذرتا تھا ...... میاں صاحب کے خلاف کوئی الزام پایۂ ثبوت کو نہ پہنچ سکا تو تقریباً ایک سال کے بعد انھیں ابتلا سے نجات ملی

میاں صاحب کے صاحبزادے مولانا سید شریف حسین کے ایک مکتوب سے واضح ہوتا ہے کہ چیمبرلین صاحب تحقیقات پر مقرر ہوئے تھے پہلے چند آدمی دہلی آئے اور میاں صاحب سے مجاہدین یا ان کے معاونین کے متعلق پوچھا۔ انھوں نے جواب دیا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ پھر چیمبرلین کے حکم سے انھیں پشاور طلب کیا گیا۔ میاں صاحب پشاور پہونچے تو معلوم ہوا کہ چیمبرلین راولپنڈی چلا گیا۔ چنانچہ میاں صاحب کو راولپنڈی آنا پڑا۔ اس اثنا میں چیمبرلین کسی سرکاری کام کے سلسلے میں انبالہ گیا اور وہاں فوت ہو گیا۔ میاں صاحب اسکے قائم مقام کے انتظار میں راولپنڈی ہی میں ٹھہرے رہے۔ قائم مقام نے میاں صاحب سے مجاہدین کا نام اور حال پوچھا۔ انھوں نے بے خبری ظاہر کی تو وہ بہت خفا ہوا۔ یہ خط اس زمانے میں لکھا گیا تھا جب میاں صاحبؒ کی ابتلا پر پانچ مہینے گذر چکے تھے[1]

(سرگذشت مجاہدین ص ۴۰۲ و ۴۰۳)

ان مقدمات کے ایک خاص ملزم "جناب مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری

---

[1] مکاتیب نذیریہ صفحہ ۳۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ راولپنڈی جیل میں میاں صاحب پر جبر کیا جاتا تھا کہ وہ ان کل ممبران اہلحدیث کے نام ظاہر کریں جو اس باغیانہ تحریک میں شریک ہیں۔

(ملاحظہ ہو کالا پانی ص۸۳ شائع کردہ مسلمان اکیڈیمی کراچی)

اور مصنف "الحیاۃ" نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ "راولپنڈی جیل میں میاں صاحب کو روزانہ پھانسی کی دھمکی دی جاتی تھی"۔

(الحیاۃ بعد المماۃ ص۱۳۶)

تلاشی میں جو خطوط اور کاغذات برآمد ہوئے تھے۔ ان میں سے بعض کے متعلق ایک سرکاری رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ مولوی محمد جعفر تھانیسری (تین خط) مبارک علی ساکن پٹنہ (دو خط) عطاء اللہ (میرٹھ) محمد عثمان کانپور، امین الدین کلکتہ، ابوسعید محمد حسین بٹالوی۔ محمد سوداگر المورڑہ کے خطوط تھے۔ خود میاں صاحب کے خطوط کی نقول میں جو مختلف حضرات کو لکھے گئے تھے، بہادر شاہ ظفر بادشاہ دہلی کے غدر ۱۸۵۷ء کے دوران کے پانچ فرمان بھی نکلے (ضمیمہ کالا پانی از ایوب قادری شائع کردہ مسلمان اکیڈیمی کراچی)

ایک عجیب اعتراض جماعت اہل حدیث کے ایک خصوصی کرم فرما جو سرتاج اہل حدیث حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے خلاف طرح طرح کی باتیں پھیلانے، اور ان کے وقار کو لوگوں کی نگاہوں میں گرانے ہی کو ایک بڑی دینی خدمت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھ رہے ہیں۔ ان کے سامنے میاں صاحب کی نظر بندی کے اس واقعہ کو کسی نے پیش کر کے کہا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحب انگریز نواز نہیں تھے؛ تو اس کے جواب میں انھوں نے فرمایا۔

"آپ کو معلوم ہوگا کہ ۱۸۶۴ء ۶۵ کے بعد بھی سازش کے مقدمات ۱۸۷۰ء مالدہ، راج محل، اور آخری مقدمہ سازش ۱۸۷۱ء پٹنہ چلے لیکن ان تمام مقدمات میں میاں صاحب مرحوم پر کوئی الزام نہیں لگا۔ اور نہ وہ پھر کبھی ماخوذ ہوئے۔

بتائیے یہ جواب دھاندلے بازی کے سوا اور کیا ہے؟ یہ بھی کوئی اعتراض ہے کہ ایک ہی دفعہ تو پکڑے گئے؟ میں پوچھتا ہوں کہ حاجی امداد اللہ صاحب، مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی (جن کے بارے میں کچھ لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ وہ انگریز کے مخالف تھے) کتنی بار ماخوذ ہوئے تھے؟ غدر کے بعد بغاوت کے سیکڑوں مقدمات چلائے گئے۔ بتایا جائے کہ ان میں سے کتنے مقدمات میں یہ حضرات ملزم بنے تھے۔ اور کتنی بار جیل گئے تھے؟

اگر تاریخ ان سوالوں کا جواب نفی میں دیتی ہے، تو کیا ان حضرات کے خلاف بھی کبھی کوئی "نجوی" کیا گیا؟ ان کے عقیدت مندوں کو بھی کبھی یہ طعنہ دیا گیا کہ تمھارے فلاں بزرگ تو بغاوت کے کسی مقدمہ میں کبھی نہیں پکڑے گئے اور فلاں تو صرف ایک ہی دفعہ ماخوذ ہوئے تھے۔ آخر اہل حدیث اور میاں صاحب ہی کے خلاف اپنی تاریخ دانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مظاہرے کا شوق کیوں پورا کیا جا رہا ہے ؟

مجھے تو کچھ ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ درحقیقت یہ دل کا ایک ارمان ہے، جو شعوری یا غیر شعوری طور پر اعتراض کی صورت میں زبان قلم پر آگیا ہے۔ دراصل ملال اس بات کا ہے کہ میاں صاحب کو یہ موقع کیوں ملا ؟ کہ کسی قدر اطمینان کے ساتھ وہ توحید خالص کی اشاعت اور سنت کے احیاء میں لگے رہے جسکے نتیجہ میں رسمی حنفیت پر زوال آیا۔

ایسا کیوں نہیں ہوا ؟ کہ وہ بار بار پکڑے جاتے۔ ان پر طرح طرح کے مقدمات چلا کر خوب پریشان کیا جاتا۔ وہ سالہا سال تک جیلوں میں پڑے رہتے تا آنکہ علمائے احناف کی اشتعال انگیزیوں کی بدولت کسی حنفی "مجاہد" کے ہاتھوں شہید کر دیئے گئے ہوتے۔ یا ان کے خلاف جھوٹی شہادتیں گذار کر ان کو پھانسی دلوا دی گئی ہوتی۔ یا کم از کم یہ ہوا ہوتا کہ "کالے پانی" ہی بھیج دیئے گئے ہوتے۔

اگر ایسا نہیں ہے تو پھر بات کا رخ پھیرنے کی کوشش کیوں کیگئی ہے ؟ سوال تو یہ تھا کہ اگر واقعی میاں صاحب انگریز نواز تھے تو انگریز کی نگاہ ان پر اتنی کڑی کیوں تھی ؟ کہ بغاوت کے ملزموں کی گرفتاری دہلی میں نہیں، انبالہ اور پٹنہ میں ہوتی ہے لیکن تلاشی میاں صاحب کے گھر میں ہوتی ہے اور اتنے اہتمام کیساتھ ہوتی ہے کہ گھر کا کونہ کونہ چھان ڈالتے ہیں۔ مسجد کی چٹائیاں تک الٹ پلٹ کر دیکھتے ہیں۔ ایک ایک چٹھی پڑھی جاتی ہے۔ پرزہ پرزہ ٹٹولا جاتا ہے "نخبۃ الفکر" کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے میاں صاحب کی طرف سے "انگریز نوازی" کا ثبوت کیسے ہو گیا؟ یہ کیوں نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اسکی حکمت ان کے شامل حال تھی۔ وہ میاں صاحب کے درس قرآن اور درس حدیث کے فیض اور ان کے وعظ و تبلیغ کی برکات سے اصلاح عقائد و اعمال کی خدمت لینا چاہتا تھا۔ اسلیئے ان کو اسکی توفیق بخشی اور پریشانیوں میں ڈالنے کے بجائے سکون کے ساتھ کام کرنے کا موقع عنایت فرمایا۔

کیا لطف کی بات ہے کہ حاجی امداد اللہ صاحب اور مولانا محمد قاسم نانوتوی اپنی خفیہ تدبیروں میں کامیاب ہو جائیں، اور ایک بار بھی انگریز کی گرفت میں نہ آئیں۔ مولانا رشید احمد گنگوہی صرف ایک مرتبہ پکڑے جائیں اور اسمیں بھی توریہ کر کے اپنے آپ کو مواخذہ سے بچا لے جائیں تو اسکو توان بزرگوں کا روحانی تصرف اور انکی کرامت سمجھا جائے۔ لیکن اگر میاں صاحب بار بار ماخوذ نہ ہوں تو اسکو انکی "انگریز نوازی" کہا جائے۔ واہ رے انصاف!!

میاں صاحب کے بعض عقیدتمندوں کا غلط حسن ظن

ان معاندانہ ریشہ دوانیوں کے مقابلہ میں کچھ دوستانہ حسن ظنیاں بھی ہیں جو آج میاں صاحب کے حق میں غلط فہمی پیدا کرنے کا باعث بن رہی ہیں۔ ہمارے خیال میں اس موقع پر ان کا ازالہ بھی ضروری ہے۔ قصہ یہ ہے کہ جب ہندوستان میں انگریز کا ستارہ چمک رہا تھا اور پورا ملک اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استبدادی پنجے کے نیچے دبا ہوا تھا۔ اس وقت ایک مدت تک اہلحدیث "وہابی" کے نام سے بحیثیت فرقے کے انگریز کے معتوب رہ چکے تھے اس لئے جن کے دل ودماغ پر اس ماحول کا رعب چھایا ہوا تھا، انھوں نے اپنے زعم میں میاں صاحب کی خیرخواہی اور بھلائی کے لئے اور میاں صاحب کے ساتھ اپنی محبت وعقیدت ظاہر کرنے کے لئے یہی مناسب سمجھا تھا کہ حضرت میاںصاحب کو انگریزی حکومت کا "خیرخواہ" اور "وفادار" بتائیں۔ چنانچہ انگریزی حکومت کے استبدادی دور میں بعض ایسی کتابیں لکھی گئیں جن میں میاں صاحب کے بعض عقیدتمندوں نے میاں صاحب کی شان میں ایسے ہی کلمات استعمال کئے۔ اور انکے متعلق بعض واقعات کی بنا پر اپنے ذاتی تاثرات کو اسی انداز میں پیش کیا ہے۔ میاں صاحب کے سوانح نگار مولوی فضل حسین صاحب مظفر پوری مرحوم بھی انھیں لوگوں میں سے ہیں۔ انھوں نے اپنی کتاب میں خانہ تلاشی اور نظربندی کے مذکورہ بالا واقعہ کا جہاں ذکر کیا ہے۔ وہاں یہ دکھانے کے بعد کہ تلاشی میں کوئی قابل گرفت چیز برآمد نہیں ہوئی اپنے تاثرات کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہے۔ لکھتے ہیں:-

"الغرض بعد تحقیقات کامل یہ بات روز روشن کی طرح کھل گئی کہ ان پر (یعنی میاںصاحب پر) مواخذہ محض ناجائز ہے اور یہ بالکل بری الذمہ ہیں اسلئے رہا کردیئے گئے۔ یہ باتیں ہیں جو میاں صاحب کے ظاہر و باطن کے یکساں ہونے پر دلالت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتی ہیں۔ وہ جس طرح غدر ۱۸۵۷ء میں مسز لینس کی جان بچانے سے وفادار ثابت ہوئے تھے اسی طرح ۱۸۶۴ء کے مقدمات بغاوت میں بھی بے لگاؤ ٹھہرے"

(الحیاۃ بعد الممات ص۴۲)

"میاں صاحب کے ظاہر و باطن کے یکساں ہونے" سے موصوف کا مقصد یہ ہے کہ وہ جس طرح ظاہر میں انگریزی حکومت کے "وفادار" تھے ویسے ہی باطن میں بھی اس کے وفادار ہی تھے۔ ظاہر میں وفاداری کا ثبوت ان کے زعم میں مسز لیسن کا واقعہ ہے اور باطن میں وفاداری کا ثبوت تلاشی اور تفتیش کا واقعہ ہے۔ مصنف "الحیاۃ" کے اس تاثر اور فیصلہ پر تو ہمیں کوئی تعجب نہیں ہے اسلئے کہ ان کے دل و دماغ پر اپنے زمانہ کے حالات اور خارجی اثرات کا دباؤ تھا۔ مگر جو لوگ آج اس استدلال کی کمزوری کو محسوس نہیں کر رہے ہیں، یا جان بوجھ کر اس کمزور استدلال سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں ان کے فکر و نظر پر تعجب اور انکی ذہنیت پر افسوس ضرور ہے۔ چنانچہ جن اہل نظر حضرات نے ان واقعات پر منصفانہ غور کیا ہے انھوں نے مصنف الحیاۃ کے استدلال کی کمزوری کو محسوس کیا ہے۔ اور اس کا صاف صاف اعتراف کیا ہے۔ مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی لکھتے ہیں۔

"فضل حسین مظفر پوری نے الحیاۃ بعد الممات میں میاں صاحب کو وقت کا لحاظ رکھ کر وفادار ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے"

دیکھئے مفتی صاحب نے کتنی صفائی سے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ مولوی فضل حسین صاحب (مصنف الحیاۃ بعد المماۃ) نے "وقت کا لحاظ رکھکر" یہ بات کہی ہے ورنہ ان کی دلیل میں کوئی جان نہیں ہے۔ مفتی صاحب کا یہ بیان پورے حوالہ کے ساتھ پہلے بھی ایک جگہ نقل ہو چکا ہے۔

مجھے تو رحم آتا ہے ان حضرات کی بے بسی پر جو خواہش اور کوشش کے باوجود میانصاحب کی زندگی بھر کے واقعات میں سے ایک واقعہ کے سوا، کوئی دوسرا ایسا واقعہ پانے میں کامیاب نہیں ہو سکے جسکو وہ ظاہری طور پر میاں صاحب کی "وفاداری" کے ثبوت کی دلیل بنا سکیں۔ صرف ایک مظلوم اور زخم خوردہ عورت کی جان بچانے کا واقعہ ہے جسکو بار بار پیش کیا جاتا ہے اور ہیر پھیر کر اسی کو دہرایا جاتا ہے اس واقعہ کی بابت ہم بہت تفصیل سے گفتگو کر چکے ہیں۔ خود میانصاحب کے الفاظ اور بیان سے اس بات کو ثابت کر چکے ہیں کہ اس معاملہ کو انگریز کی وفاداری اور خیر خواہی سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کا محرک انسانی ہمدردی اور اسلامی احکام کی بجا آوری کے سوا، ہرگز دوسرا جذبہ نہیں تھا۔

اور اب تو میں یہ کہتا ہوں کہ اگر مصیبت زدہ انگریز عورت کو پناہ دینے کا اتفاقی واقعہ انگریزی حکومت کی وفاداری اور خیر خواہی کی دلیل ہے تو بہادر شاہ ظفر مرحوم کو (جن پر بغاوت کا مقدمہ چلایا گیا اور پوری بے دردی کے ساتھ جلاوطنی کی سزا دی گئی) انگریز کا سب سے بڑا خیر خواہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور وفادار کہنا چاہیئے جنھوں نے اپنے شہزادوں کو خصوصیت کے ساتھ اسکی نصیحت کی تھی اور حکم دیا تھا کہ انگریز عورتوں اور بچوں کو انقلابیوں کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچایا جائے۔ ان کی حفاظت اور نگہداشت کی جائے۔ جیسا کہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے۔

۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے واقعات کے ایک چشم دید گواہ (عبداللطیف) کا "تاریخی روزنامچہ" ندوۃ المصنفین دہلی نے شائع کیا ہے، عبداللطیف دہلی کے معزز گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے روزنامچہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ہنگامہ کے زمانہ میں بھی دہلی کے لال قلعہ میں آمد و رفت رکھتے تھے۔ اور شاہی دربار کے بہت سے واقعات سے ذاتی طور پر واقف تھے۔ اسی روزنامچہ سے ۲۸ رمضان ۱۲۷۳ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۸۵۷ء کا ایک واقعہ جو قلعہ میں بہادر شاہ کے دربار میں پیش آیا تھا۔ ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ اصل روزنامچہ فارسی زبان میں ہے۔ لیکن اسکے مرتب (خلیق احمد نظامی) نے اسکا ترجمہ کر دیا ہے اور وہ ترجمہ بھی اصل کے ساتھ شائع ہوا ہے ہم اختصار کے خیال سے صرف ترجمہ یہاں ذکر کرتے ہیں۔ عبداللطیف مذکور کا بیان ہے کہ ہنگامہ کی افسوسناک خبریں سنکر :

"درد سے بھری ہوئی اور نصیحت آمیز باتیں بادشاہ کی زبان پر جاری ہوئیں۔ خصوصاً مرزا مغل[1]، مرزا عبداللہ[1] اور مرزا خضر[1]

---

[1] یہ بہادر شاہ کے بیٹے تھے ہنگامہ کے زمانہ میں سپہ سالار بنائے گئے تھے۔ دہلی کا نظم و نسق (ما بقی) صفحہ ۴۲۸ پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ متواتر معتبر خادموں کی زبانی (خبریں)
سن کر ہماری طبیعت پریشان ہو گئی۔ ہم حیران ہیں۔ اسکا علاج
ہمارے پاس نہیں۔ اس لئے کہ نہ کوئی ہماری بات سنتا ہے اور
نہ کوئی ہماری بات کا اثر قبول کرتا ہے۔ تمہیں چاہیئے کہ اس وقت
کسی مہدی کی تلاش نہ کرو۔ خود سوؤ نہیں۔ بیکار نہ بیٹھو۔ بہادروں
کی طرح اٹھو۔ اگر ہماری نصیحت کا اثر لوگے تو یقیناً پسندیدۂ خدا
بنوگے۔ اور موروثی خزانہ پاؤ گے۔ پس سب سے پہلے مردانگی
اور فرزانگی کے ساتھ انگریزوں کی عورتوں اور بچوں کو ان ظالموں
(کے پنجے) سے رہائی دلانے کا عزم کرو۔ ان سفاکوں کا کام آزار
دینا ہے اور ہماری نیت ان کی حفاظت اور خدا کی رضا جوئی ہے
ایسا کرو کہ ان کی کوئی عورت، لڑکا یا کمزور اور معذور آدمی ہلاک
نہ ہو ان سب کی نگہداشت کرو۔ ان کے کھانے پینے کا سامان کرنے
کے واسطے کسی نیک سرشت کو مقرر کرو جو ہر ایک کو کما حقہٗ دے
تا کہ وہ بھوک پیاس سے نہ مریں۔ ان کا قتل کرنا کریم الغنی کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۲۸ کا: ان کے سپرد تھا۔ ہڈسن نے گولی مار کر شہید کر دیا تھا۔ ۱۲

[۲] بہادر شاہ کے پوتے اور مرزا محمد شاہ رُخ کے بیٹے تھے۔ ۱۲

[۳] بہادر شاہ کے بیٹے تھے۔ ہڈسن نے نہایت بے رحمی کے ساتھ گولی کا نشانا بنایا تھا۔ ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاف ہے اور شریعت کی بنیاد گرانے کے مترادف ہے۔ کیونکہ اسطرح دین سے رشتہ منقطع ہو جاتا ہے اور انسان عذاب اور وبال میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ گناہگاروں کے شفیعؐ ہمارے نبیؐ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت (کی نعش حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں) کسی میدان کارزار میں پائی گئی۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتراض فرمایا اور عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع کیا۔[1] اگرچہ یہ بات ظاہر ہے کہ یہ حکم و ممانعت ہماری جانب سے نہیں (شریعت کی جانب سے ہے) لیکن ان میں سے ہر ایک سرکش اور خود بین ہے ہمیں اندیشہ ہے کہ ان مظلوموں پر جو ستم ہوا ہے وہ دفتر قضا و قدر میں کہیں ہمارے نام نہ لکھا جائے۔ مولانا نظامی فرماتے ہیں ؎

پذیرا سخن بود شد جائے گیر
سخن کز دل آید بود دل پذیر

کلام دل گیر تھا اسلیئے شاہزادوں پر بھی اثر کر گیا۔ انھوں نے ہمت کے قدم بڑھائے اور کامیاب ہوئے۔ مظلوموں کو خود لا کر کوتوالی کو سونپ دیا۔ اور ان کی حفاظت کی ہدایت کی۔

---

[1] مسلم ص۸۴ جلد دوم ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس کو توالی کے گھروں کو ان کی جائے پناہ بنایا۔ اور بعض کو قلعہ
میں پناہ دی۔ کہ کچھ مدت وہ وہاں زندگی بسر کریں۔
(۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ ص ۱۲۷)

اس اقتباس کو پڑھئے اور اندازہ کیجئے کہ انگریز عورتوں اور بچوں کیساتھ سفاکی اور بے رحمی کے برتاؤ سے بہادر شاہ مرحوم کے دل کو کتنا صدمہ تھا اور اس بارے میں شریعت کے احکام کی خلاف ورزی کو دیکھکر وہ کتنے رنجیدہ اور آخرت کے مواخذہ کے ڈر سے کیسا پریشان تھے۔ بس بہادر شاہ کی طرح حضرت میاں صاحب کے دل میں بھی یہی دینی جذبات اور ملی احساسات موجزن تھے۔ جنھوں نے ان کو مسز لیسنس کے ساتھ ہمدردی کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ جیسا کہ انھیں کے الفاظ سے ہم اسکو پہلے ثابت کر چکے ہیں۔ پس ان جذبات کے پیش نظر اگر بہادر شاہ کا ہمدردانہ سلوک ان کے متعلق "وفاداری" اور انگریز نوازی کا تصور نہیں پیدا کرتا تو پھر میاں صاحب کے متعلق یہ تصور پیدا کرنے والے یا تو ان کے معاند اور حاسد ہیں یا انگریزی استبداد سے بری طرح مرعوب ہیں۔ اللہ انکی لغزشوں کو معاف کرے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس معاملہ میں بہادر شاہ اور میاں صاحب دونوں کے جذبات میں موافقت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مسز لیسنس کو اپناہ دینے کی بنا پر جب لوگوں نے میاں صاحب کو پریشان کیا، اور بہادر شاہ کو اسکی اطلاع ملی تو وہ اس خبر کو سنکر بہت برہم ہوئے۔ فوراً شہزادوں کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی خدمت میں بھیجا کہ جا کر اس کا انتظام کریں۔ اور ساتھ ہی شہزادوں کے ذریعہ اپنے حق میں میاں صاحب سے دعا کرنے کی استدعا کی چنانچہ مذکورہ بالا "روزنامچہ" میں اس واقعہ کا بھی موجود ہے۔ ۱۲ محرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۲۴ ستمبر ۱۸۵۵ء کے روزنامچہ میں عبداللطیف مذکور نے لکھا ہے۔

"معز الملک رضی الدولہ بہادر مرزا محمد قدرت اللہ بیگ خاں بادلے پر درد آمدہ بہ خسرو بر گزارد کہ مولوی سید نذیر حسین مردے از آل رسول است ورع و تقویٰ مر او را سرشت اشبانہ روز ہنگامۂ درس و تدریس بجائے حال من مولوی محمد عبدالخالق مرحوم گرم می دارد، امروز ستم پروران بگمان پناہ دہی زنے نصرانیہ سوئے او سوءظن آوردہ بخانہ اش شورشے بیہودہ ناپسندیدہ و ناسنجیدہ کردہ دلش را آزار دادہ۔ وفتنش را بود جور بے اندازہ و بدعتے تازہ روا داشتہ اند کہ ازاں اہل عقیدتش را دل محزون و خاطر المناک است۔

خسرو بکنج گرامی ایشاں برآشفت و بہ شاہزادگاں فرمود کہ مولوی سید محمد نذیر حسین را کہ از شدت ناکساں پراشیدہ حال بودہ است وارہانند و غلغلۂ بے جا ازاں جا بردارند، و استدعائے دعا برائے ما کنند کہ دعائے صلحاء و علماء موجب فلاح دین و دنیا ست، آبائے مالوقت بے کسی از اتقیاء روزگار امداد دعا می خواستند، بعون اللہ نقش مراد بروئے کار می دیدند

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمانا مولانا از سادات حسنیؓ و حسینیؓ است در حدیث پایۂ اجتہاد گرفت ، در فقہ برتری مایہ ۔ در اصول آگاہی کمال دارد در علم تفسیر بے مثال است ، امروز در علم و عمل بے نظیر است شب باز و سفید کار است ، سر آئینہ در پرستش ایزدی بزرگی گرفت ، بہ پژوہش ایزدی ستردگی یافت پسرش مولوی سید شریف حسین ہم باحادیث و تفاسیر سرمایۂ افزونے داشت حیف کہ ہم دریں سال بعالم اعلیٰ شتافت و منظور حق شد ۔
۱۳۰۴

(صفحہ ۱۰۳ و ۱۰۴)

اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۷۰ پر اس کا ترجمہ بھی ہے جو درج ذیل ہے ۔

" معز الملک رضی الدولہ بہادر مرزا احمد قدرت اللہ بیگ[1] خاں غمزدہ ہو کر آئے اور بادشاہ سے عرض کیا کہ مولوی سید نذیر حسین آل رسول سے ہیں پارسا اور پرہیزگار ہیں ۔ میرے ماموں مولوی محمد عبدالخالق[2] مرحوم کی جگہ دن رات درس و تدریس کا ہنگامہ گرم رکھتے ہیں ۔ آج ظالموں نے ایک عیسائی عورت کو پناہ دینے کا ان پر شبہ کیا ۔ اور ان سے بدظن ہوئے ، انکے مکان پر بیہودہ

---

[1] مرزا قدرت اللہ بیگ دہلی کے عمائدین میں شمار ہوتے تھے ۔ ان کا خاندان عرصہ سے شاہان مغلیہ کے دربار میں اعلیٰ مراتب رکھتا تھا ۔ ۱۲

[2] : مولوی سید عبدالخالق صاحب میاں صاحب کے استاد بھی تھے اور خسر بھی ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شورش اور غیر سنجیدہ حرکتیں کیں۔ ان کو آزار پہنچایا۔ ان کا وقت ضائع کیا بے اندازہ جور و ستم اور بارعتیں روا رکھیں۔ جسکی وجہ سے ان کے عقیدتمندوں کا دل غمگین اور المناک ہے۔

بادشاہ ان کی کجروی پر غصہ ہوئے اور شاہزادوں سے فرمایا کہ مولوی سید محمد نذیر حسین کو جو ناعاقبت اندیشوں کی سختی سے پریشان حال ہیں، نجات دلائیں اور ان کے بیجا اور ناجائز غلبہ کو ختم کریں۔ (مولوی صاحب سے) ہمارے لئے دعا کی استدعا کریں۔ کیونکہ نیک لوگوں اور عالموں کی دعا دین و دنیا کی بہبود کا باعث ہے۔ ہمارے آباء و اجداد بے کسی کے وقت ارباب زہد و تقویٰ سے دعا کے طالب ہوتے تھے۔ اور مدد الٰہی سے اپنی مرادیں پاتے تھے۔

یقیناً مولانا سادات حسنی و حسینی سے ہیں۔ حدیث میں انھوں نے مجتہد کا مرتبہ حاصل کیا۔ فقہ و اصولِ فقہ میں کافی کمال بہم پہنچایا۔ علم تفسیر میں بے مثال ہیں۔ موجودہ زمانہ میں علم و عمل میں بے نظیر ہیں۔ شب بیدار اور نیکوکار ہیں۔ بے شبہ عبادتِ الٰہی میں انھوں نے بزرگی حاصل کی ہے معرفتِ خداوندی میں بھی عظمت پائی ہے۔ ان کے صاحبزادے مولوی سید شریف حسین بھی تفاسیر و احادیث کا اچھا علم رکھتے ہیں۔ افسوس کہ اس سال عالم بالا کو سدھارے اور "منظورِ حق" ۱۳۰۴ھ ہوئے

عبداللطیف کے اس بیان سے صاف عیاں ہے کہ بہادر شاہ کے دل میں میاں صاحب کی بڑی قدر و منزلت تھی، وہ میاں صاحب کے صلاح و تقویٰ،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور علم و فضل کی جلالت کے معترف و معتقد تھے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بہادر شاہ کی نظر میں میاں صاحب انگریز نواز اور اسکے وفادار نہ تھے۔ ورنہ اس حریت پسند کی نگاہ میں ان کی وقعت گر جاتی۔

رہ گیا تلاشی اور تفتیش کا معاملہ (جسکو مولوی فضل حسین صاحب نے اپنے خیال میں وقت کی مصلحت کے لحاظ سے میاں صاحب کی "باطنی وفاداری" کی دلیل قرار دیا ہے) تو اسکی بابت عرض ہے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ جو بات ثابت ہو سکتی ہے، وہ یہ کہ سرحد پار کے مجاہدین کے پاس ہندوستان سے خفیہ طور پر جو امدادی رقوم وغیرہ بھیجی جاتی تھیں، اور ان کے لئے جن جن لوگوں کو واسطہ اور جن جن مقامات کو مرکز بنایا گیا تھا، ان واسطوں اور مرکزوں میں سے میاں صاحب کی ذات کوئی واسطہ، اور ان کی قیامگاہ اس کا کوئی مرکز نہ تھی۔ اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ میاں صاحب اس کام کے مخالف تھے، اور اس کے مقابلہ میں وہ انگریز کے وفادار تھے۔

ہم یہ کیسے مان لیں جب کہ مولانا عبید اللہ سندھی جیسے شخص نے اس کا اقرار کیا ہے کہ :-

"مولانا نذیر حسین دہلوی اور مولانا عبد اللہ غزنوی بھی مولانا ولایت علی کی پارٹی سے خاص تعلق رکھتے تھے" (سیاسی تحریک صـ۱۳۲)

دوسری جگہ فرماتے ہیں :-

"اسی لئے مولانا نذیر حسین اور نواب صدیق حسن جیسے عالم بھی ان کا (مولانا ولایت علی کا) ساتھ دیتے ہیں (سیاسی تحریک صـ۱۳۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"مولانا ولایت علی کی پارٹی" ان مجاہدین اور ان کے معاونین کے علاوہ دوسری کون سی تھی جو سرحد کے پار انگریز کے خلاف محاذ جنگ بنائے ہوئے تھے؟ تو پھر اس پارٹی سے "خاص تعلق" رکھنے اور اسکا "ساتھ دینے" کا مطلب اسکے سوا اور کیا ہوا کہ پارٹی کے جملہ مقاصد کو بروئے کار لانے میں یہ حضرات بھی شریک تھے؟

مولانا سندھی اہل حدیث کے خیر خواہ نہ تھے۔ ان کی تحریریں شاہد ہیں کہ وہ اہل حدیث کے مخالف تھے۔ ہمیشہ اہلحدیث کی تنقیص اور توہین کے درپے رہتے تھے۔ حتی کہ یہ بات بھی انھوں نے تنقید و تنقیص ہی کے ضمن میں کہی ہے۔ مگر اللہ کی شان ہے کہ یہ ہمارے حق میں مفید ثابت ہوئی اسی کو کہتے ہیں ع

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ